

نوائے غزوة ہند

رجب المرجب ۱۴۴۵ھ

جنوری ۲۰۲۳ء

بانی مدیر: حافظ طیب نواز شہید

اسرائیل کا آج تلک ہے کون بھلا رکھو والا؟
انگریزوں کی اس اولاد کو امریکہ نے پالا!

کا خلیفہ بننے کے بعد پہلا خطبہ

اما بعد! حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ پر اتاری گئی کتاب قرآن مجید کے بعد کوئی اور کتاب نہیں آئے گی۔ جو چیز اللہ نے حلال کر دی وہ قیامت تک حلال ہے۔ جسے اس نے حرام کر دیا وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ مسلط نہیں کروں گا۔ صرف اللہ کے احکام کو نافذ کروں گا۔ اپنی طرف سے کوئی نئی بات پیدا نہیں کروں گا۔ صرف (شریعت) کی تابع داری کروں گا۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ کی نافرمانی میں اپنی اطاعت کرائے۔ میں تمہارا کوئی ممتاز آدمی نہیں۔ ایک عام امتی ہوں۔ ہاں! اللہ نے تمہارے مقابلے میں مجھ پر زیادہ ذمہ داری ڈال دی ہے۔

میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں؛ کیوں کہ اللہ کا خوف ہر چیز کا متبادل بن جاتا ہے مگر اس کا متبادل کچھ اور نہیں۔ لوگوں اپنے اعمال آخرت کے لیے کرو۔ جو آخرت کے لیے اعمال کرتا ہے، اللہ اس کی دنیا کے کام بھی بنادیتا ہے۔ اپنے باطن کی اصلاح کرلو۔ اللہ تمہارے ظاہر کو بھی اچھا بنادے گا۔ موت کو کثرت سے یاد کرو۔ اس کی آمد سے پہلے پہلے اس کی اچھی طرح تیاری کرلو۔ یہ لذتوں کو مٹا دینے والی چیز ہے۔ دیکھو! آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک تمہارے باپ دادا میں سے کوئی ایسا نہیں گزرا جسے موت سے استثناء ملا ہو۔

یاد رکھو! یہ امت اللہ کی ذات، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کے بارے میں متفرق نہیں ہوئی۔ بلکہ دینار و درہم کے سبب اس میں پھوٹ پڑی ہے۔ یاد رہے کہ میں کسی کو ناحق نہیں دوں گا اور کسی سے اس کا حق نہیں روکوں گا۔ لوگو! جو اللہ کی اطاعت کرے تم پر اس کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ جو اللہ کی نافرمانی کرے، اس کی اطاعت کی کوئی گنجائش نہیں۔ تم میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں اللہ کی اطاعت کرتا رہوں۔ جب میں اللہ کی نافرمانی کرنے لگوں تو میری تابع داری تمہارے ذمے نہیں۔

(تاریخ اُمتِ مسلمہ، حصہ سوم از مولانا محمد اسماعیل ریحان)

غزوة ہند

جلد نمبر: ۱، شمارہ نمبر: ۱

رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

جنوری ۲۰۲۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ مُسَلِّسُ اشَاعَتِ کَاسْتَرْهَوَانِ لِسَالِ!



تجاویز، تبصرات اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.co

www.nawai.io/Twitter

www.nawai.io/Channel

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire



اعلانات اِدارہ:

- بعض انتظامی وجوہات کے سبب مجلہ 'نوائے غزوہ ہند' کے زیر نظر شمارے میں دسمبر ۲۰۲۳ء کے مضامین بھی شائع کیے جا رہے ہیں، اسی اعتبار سے شمارہ نمبر ۱ کی ضخامت بڑھادی گئی ہے۔
- علمائے کرام کی اجازت سے اس شمارے میں جانداروں کی تصاویر شامل کی گئی ہیں، تاہم یہ اجازت فقط مجلے کے ویب ورژن (PDF وغیرہ) کے لیے ہے، اگر کوئی مجلے کو کاغذ پر چھاپنا چاہے تو براہ کرم مذکورہ تصاویر کو دھندلا (blur) کر کے چھاپے۔

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا کہ
”اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے اللہ کی قسم کھالوں کہ بے شک تمہارے سب سے بہتر اعمال میں جہاد اور مسجدوں کی طرف جانا ہے۔“

(ابن زنجویہ)

اس شمارے میں

اداریہ	5	اسرائیل کا آج تک ہے کون بھلا رکھو! لا
تذکرہ و احسان	9	تقویٰ کے انعامات
اسوۂ حسنہ	13	سیرت رسول ﷺ کے سائے میں
آخرت - الآخرۃ	17	موت و مابعد الموت
حلقہ مجاہد	21	سورۃ الانفال: خواطر، نصائح اور تفسیر (۵)
طوفان الاقصیٰ	25	مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟
اپنی مصری عوام کے نام پیغام	29	حماس! آخر تم نے کیوں طوفان الاقصیٰ برپا کیا؟
منافقوں کی دوڑ دھوپ	33	خدا کا شکر کہ اب جاگ اٹھا میرا ایمان
عذرا یا اقصیٰ	37	تم کو ضرورت ہے محاذوں کی
پامردی مومن	40	پامردی مومن
یروشلم، یروشلم (نظم)	44	فلسطینی بھائیوں کی مدد کے چند طریقے
اے خدا پھر سے ابا بیلوں کو نکردے دے (نظم)	45	صہبونی مصنوعات کی فہرست
صہبونی مصنوعات کی فہرست	47	بابری مسجد
بابری مسجد اور رام جنم بھومی تحریک کی تاریخ	49	اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے.....
اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے.....	53	

’غزوہ ہند‘ تمام اہل ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہل ایمان بالخصوص برصغیر میں بستے اہل ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوہ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوہ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوہ ہند:

♦ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور مجتہدین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔

♦ برصغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔

♦ امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے..... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@ngmag.com



اسرائیل کا آج تک ہے کون بھلا رکھوالا؟!

بندہ

مومن کی زندگی کا مقصد اللہ جل جلالہ کو، رسول اللہ (علیہ آلف صلاۃ و سلام) کے بتائے طریقے کی اتباع کرتے ہوئے راضی کرنا ہے، اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زندگی بس اپنے مالک کو راضی کرنے ہی میں گزری۔ اسی رضا کے حصول میں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو جاگے اور ایسا جاگے کہ مالک کے سامنے کھڑے رہ رہ کر پاؤں مبارک پرورم آ جاتا۔ مالک جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی رضا کا اعلان ہمیشہ ہمیشہ سے کر رکھا تھا، اس مالک کو مناتے مناتے ایسا روتے کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہو جاتی، کپڑے بھیگ جاتے اور سینے سے بسبب گریہ ایسی آواز ظاہر ہوتی گویا ہانڈی کھول رہی ہو۔ جن کی نصرت کو پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا جاتا اور پوچھا جاتا کہ حکم دیں تو جس بستی کے لوگوں نے آپ کو ایذا پہنچائی ہے، ان کو ان دو پہاڑوں کے درمیان پیس دیا جائے۔ جن کی انگلی کے اشارے میں مالک لاشریک لہ نے ایسا اثر رکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ ان پر ہماری جانیں اور ہماری اولادیں سو سو بار فدا ہوں، انہوں نے سیاست کی اور سکھائی، سیادت کی اور سکھائی، معیشت و معاشرت، سونے لینے کے آداب و طریقے سے لے کر وہ کیا معاملہ اس جہان عظیم کا تھا جو نہیں برتا اور جس کے متعلق کچھ مخلوق کو سکھایا نہیں؟ بس سبھی اس مالک کی رضا کی خاطر!

اسی کی رضا میں، ضبط کے پیکر کے دل سے ایسی آرزو نکلی، زبان مبارک نے ایک ایسی خواہش کے بیان میں حرکت کی کہ ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أَقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُخَيَّرُ ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُخَيَّرُ ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُخَيَّرُ ثُمَّ أُقْتَلُ“، کہ قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میری شدید دلی آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں! یہ فی سبیل اللہ قتل ہو جانا کیا ہے؟ اور یہ فی سبیل اللہ کیا ہے؟ لکھنے اور پڑھنے والے اس فی سبیل اللہ کے معنی و مفہوم سے خوب خوب واقف ہیں۔ یہی وہی فی سبیل اللہ ہے جس کی خاطر اسی اولاد کو فرمان کا پہلا حصہ ہے، فرمایا ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَلَا أَحَدٌ مَّا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفَتْ عَنْ مَسْرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس سے رنج نہ ہوتا کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل جاؤں، جبکہ مجھے خود اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ ان سب کو سوار کر کے اپنے ساتھ لے چلوں تو میں کسی چھوٹے سے چھوٹے ایسے لشکر کے ساتھ جانے سے بھی نہ رکتا جو اللہ کے راستے میں جنگ کے لیے جا رہا ہوتا۔ اسی مالک کی رضا تلاشتے بلکہ ان سے تو رضا کا اعلان تو ہمیشہ ہمیشہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تھا، تو وہ شکر گزار بندہ بنتے ہوئے اور راقم و قاری کو یہ درس دیتے ہوئے، عبادتوں اور ریاضتوں کو محراب اور جائے نماز تک محدود نہ کر گئے بلکہ اپنی جان کو ہر خطرے میں اتارا، چہرہ انور کہ جس چہرے کی خاطر سبھی مخلوق سو سو بار قربان ہو جائے، اس پر لوہے کے خود کی کڑیاں لگ کر گڑ گئیں، دانت مبارک جس دہن مبارک کے شہید ہوئے۔ کس کی خاطر؟ رضائے الہی کی خاطر، اس خاطر کہ میں اور آپ اس دین کا منہج اور مزاج سمجھ جائیں کہ اللہ کی رضا کس کس طریق سے حاصل ہوتی ہے اور میری زندگی کے ہر ہی پہلو سے یہ حاصل ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ یہ بتا جائیں کہ میرے دین کے دافع و نفاذ کا طریق انہی ذوالفقار و بتار¹ سے ہو کر گزرتا ہے، انہی کے ذریعے حتی لا تكون فتنۃ اور لیظہرہ علی الدین کلہ کا مشن شرمندہ تعبیر ہوگا!

¹ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی تلواروں کے نام۔

بہی محبوب، علیہ آلف صلاۃ و سلام، جس مسجد کی طرف، جس قبلے کی طرف رخ انور کر کے نمازیں پڑھتے رہے، وہی قبلہ اول سو سال سے زیادہ سے ان نامسعودوں کے قبضے میں ہے جو روزِ اول سے آپ سے برسرِ جنگ تھے۔ وہی مسجد اقصیٰ جہاں تک براق نے آپ کو پہنچایا تھا، وہی مسجد جہاں انبیاء و رسل علیہم و علی نبینا آلف صلاۃ و سلام نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی تھی، وہی جائے اسراء جہاں سے آپ نے ساتویں آسمان کے لیے سفر شروع کیا تھا، سدرۃ المنتہی سے بھی آگے بلائے گئے تھے اور مالک کون و مکاں، رب العالمین، مالک یوم الدین سے ہم کلام ہوئے تھے۔ اسی مسجد اقصیٰ کو یہود و ناسعدود اپنے وجود سے ناپاک کر رہے ہیں! اس کی بازیابی کا طریقہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتا گئے۔ پھر آپ کے اصحاب ذی وقار خاص کر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثے میں حاصل ہونے والی تلواروں ہی سے بیت المقدس کو فتح فرمایا۔ یہ بیت المقدس جب صلیبی جنگوں کے نتیجے میں ایک بار پھر نصرانیوں کے قبضے میں چلا گیا تو آپ ہی کے اسوے پر عمل پیرا ایک رات کے راہب اور دن کے شہسوار صلاح الدین ایوبیؒ نے اس القدس کو صلیبیوں کے قبضے سے چھڑایا، بیت المقدس کے جغرافیے میں بسمتِ شمال حطین کا میدان آج بھی اس کا گواہ ہے، بلکہ گواہ نہیں ہمارے لیے حجت بھی ہے اور آج پھر ہمیں پکار رہا ہے کہ ہے کوئی صلاح الدین جیسا فہم دین رکھنے والا، ہے کوئی صلاح الدین جیسی غیرت رکھنے والا؟

فلسطینی عرب سے مخاطب ہو کر سو سال قبل اقبالؒ نے امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو کہا تھا:

تری دوا نہ جینوا میں ہے، نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنچہ یہود میں ہے
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے

عالمِ اسلام کا دل القدس کے ساتھ دھڑکتا ہے اور اسی قدس میں موجود مسجد اقصیٰ کی بازیابی کے لیے جوارِ قدس میں رہنے والے طائفہ منصورہ کو آج سو دن سے زیادہ ہوئے کہ ایک معرکہ ’طوفان الاقصیٰ‘ کے نام سے پکاریے ہوئے ہیں۔ یہ معرکہ اقصیٰ کی آزادی ہی کے لیے نہیں نیورلڈ آرڈر کے شکنجے سے ہماری آزادی کا معرکہ بھی ہے۔ ہماری آزادی کا پہلا قدم ہماری ذہنی آزادی ہے، ہمارے قلب و ذہن اور فکر و نظر کی آزادی۔ وہ آزادی جس کے بعد ہم جان پائیں گے کہ ہم پر عقلاً و شرعاً کیا فریضہ عائد ہوتا ہے اور یہ بھی کہ جس نظام کی رگِ جاں پنچہ یہود میں ہے اس کو گرانے اور توڑنے کے لیے کس دشمن کو ترجیح اول پر نشانہ بنانا ضروری ہے۔

یہ فرنگی نظام یہودیوں کے قبضے میں ہے اور اسرائیلوں کی قوت اور ارضِ قدس پر وجود آج کے نئے فرنگیوں (امریکیوں) کی طاقت پر منحصر ہے۔ مسجد اقصیٰ کو گھیرے ہوئے اسرائیل اور اس اسرائیل کے پشت پناہ امریکہ کا تعلق کیسا ہے اور کیسے ان کو نشانہ بنایا جائے تو اس کو سپاہ سالارِ امت شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمۃ اللہ علیہ ایسے بیان کر گئے ہیں:

”اگر ایک شخص کان کاٹنے سے کمزور ہوتا ہو اور یہ اس کے مرنے پر منتج ہو۔ اب آپ اس کا دایاں کان کاٹیں یا بائیں، وہ مر جائے گا۔ پس امریکہ اور اسرائیل ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

اگر آپ کا دشمن اپنے دائیں کان پر ہاتھ رکھ کر اسے اچھی طرح ڈھانپ کر محفوظ کر لے تو آپ اسی دائیں کان کو کاٹنے کی کوشش میں اپنی صلاحیتیں ضائع نہ کریں اور اسی کو نہ مارتے رہیں،

بلکہ اس کے بائیں کان پر حملہ کریں اور اس کو کاٹ دیں، دشمن بایاں کان کٹنے سے بھی مر جائے گا۔ گویا نتیجہ ایک ہی حاصل ہو گا۔

امریکی دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں اور یہودیوں کی طرح اُن کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ وہ فلسطین ہی میں رہیں۔ اگرچہ وہ یہودیوں کے حامی ہیں۔ جب امریکیوں پر ثُبر (سعودی عرب) میں حملہ ہوا تو اخباری چینل سی این این نے ہلاک شدگان کے دوست و احباب اور حملے میں متاثر ہونے والے افراد سے انٹرویو کیا۔ یہ لوگ رورہے تھے۔ انٹرویو لینے والے نے ایک سے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: فلاں ابن فلاں۔ بُش ابن بُش۔ پوچھا: تمہاری آرزو کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میں واپس اپنے وطن جانا چاہتا ہوں۔ بس..... یہ اس کی آرزو تھی! ابھی انہیں ایک چھوٹی سی چوٹ لگی اور اسی پر ان کا ایک قدم آپ کے سامنے ہے اور دوسرا قدم اپنے وطن میں ہے!

یہ جنگ دراصل امریکیوں کی اپنی جنگ نہیں..... نہ ہی مقبوضہ فلسطین میں اور نہ ہی ارضِ حرمین جزیرہ عرب میں..... ذاتی سطح پر میدان میں لڑنے والے ایک عام امریکی کے لیے۔ اگرچہ ان کے آقاؤں کے سامنے ایک ہدف اور مقصد ہے۔ لیکن عام امریکی تذبذب کا شکار ہے۔ ساتھ ہی امریکیوں کے مفادات بھی کرہ ارض پر پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کو مارنا آسان ہے۔

جتنا ہم انہیں ماریں گے، اور جلد ماریں گے اتنا ہی مسلمانوں کا مورال بلند ہو گا..... اور مسلمانوں کو فخر محسوس ہو گا، کہ اسلام طاقتور ہے، کہ اسلام ان کافروں پر غالب آ سکتا ہے۔ میں خوشخبری کے طور پر بتانا چاہتا ہوں کہ باذن اللہ جلد ہی یہودیوں پر بھی حملے ہونے والے ہیں۔

دیکھیے غیر ملکی شخص پچھانا جاتا اور کمزور ہوتا ہے، تو بھائیو! جب کسی غیر ملکی کو دیکھو کہ وہ یہودی ہے یا امریکی ہے، تو بس بسم اللہ! ¹

معرکہ طوفان الاقصیٰ سے پہلے اور اس کے بعد جو اسلحہ اور گولہ بارود اسرائیل مسلمانانِ فلسطین پر برسا رہا ہے، یا تو وہ امریکی ساختہ ہے یا پھر امریکی عسکری امداد سے خریدایا گیا ہے۔ غزہ میں ہونے والے قتل عام کو قانونی جواز بخشنے کے لیے اقوام متحدہ میں اسرائیلی حمایت میں اٹھاوہ واحد ہاتھ ایک امریکی عہدے دار ہی کا تھا!

اسرائیل کا آج تک ہے کون بھلا رکھوالا
انگریزوں کی اس اولاد کو امریکہ نے پالا

¹ بشریات للشیخ أسامة، منشورہ ادارہ السحاب (مرکزی)

القدس کی آزادی کی ایک جنگ آج ارضِ فلسطین کے اندر لڑی جا رہی ہے اور یہ جنگ تب تک انجامِ فتح تک نہیں پہنچ سکتی جب تک اسرائیل کے رکھوالے امریکہ کو ضربیں لگا کر اس قدر کمزور نہ کر دیا جائے کہ یہ اسرائیل کے دفاع میں نکلنے کے قابل نہ رہے۔ آزادیِ قدس کی ایک جنگ میں فتح کا راستہ تل ابیب سے جاتا ہے اور اسی جنگ کے ایک اہم تر محاذ میں فتح کا راستہ واشنگٹن سے ہو کر گزرتا ہے! پس جہاں کوئی غیر ملکی نظر آئے کہ وہ یہودی ہے یا امریکی، تو بسم اللہ!

سب سے بڑا جو دشمن اس سے سب سے پہلے جنگ
پوری ملتِ ایماں جس کے کرتوتوں سے تنگ
غزہ تا کابل جب ایک ہے پانی خون کا رنگ
طاغوتِ اکبر سے لڑنے میں ہوں ہم آہنگ

اللهم وفقنا لما تحب وترضى وخذ من دماننا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنا وأعطنا ولا تحرمنا وأثرا ولا
تؤثر علينا وارضنا وارض عنا. اللهم إنا نسئلك الثبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك.
اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله
عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا رب العالمين!

♦♦♦♦♦

مجلہ ’نوائے غزوہ ہند‘ اہل دین و دانش کے نصاب، رائے اور مشورے کا محتاج ہے
اور چاہتا ہے کہ اہل دین و دانش کے
قیمتی نصاب، رائے اور مشورے ادارے تک پہنچیں۔

editor@nghmag.com

تقویٰ کے انعامات

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر تورات اللہ مرقدہ

گی اور اگر تم اللہ والوں کے پاس رہو گے تو فرماں برداری کے مادے میں رگڑ لگ جائے گی اور تقویٰ کا نور روشن ہو جائے گا۔

تقدیم فُجُورِهَا وَتَقْوِیَہَا کا راز

کئی برس پہلے ایک بڑے عالم کے ساتھ میرا سفر ہو رہا تھا۔ مولانا نے ریل میں فجر کی نماز میں یہی سورت پڑھائی۔ نماز کے بعد میں نے ان سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فجور کو کیوں مقدم فرمایا؟ فَالْهَمَّهَا فُجُورُهَا وَتَقْوِیَہَا نافرمانی کو اللہ نے کیوں مقدم کیا؟ گندی چیز کو کیوں مقدم کیا؟ فجور اور نافرمانی تو خراب چیز ہے جبکہ مقدم تو اچھی چیز ہونی چاہیے۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی! تم ہی بتاؤ۔ میں نے کہا دیکھیے! موقوف علیہ پہلے ملتا ہے، بخاری بعد میں ملتی ہے یعنی دورہ بعد میں ہوتا ہے، چونکہ فجور اور نافرمانی کا مادہ اگر اللہ نہ رکھتا تو تقویٰ کا وجود بھی نہ ہوتا۔

تقویٰ کی تعریف

کیونکہ تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ نافرمانی کا تقاضا ہو اور پھر اس کو روکے اور اس کا غم اٹھائے۔ اس غم سے پھر تقویٰ کا نور پیدا ہوتا ہے۔ اگر مادہ فجور نہ ہوتا تو كَفَّ النَّفْسِ عَنِ الْهَوٰی نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی³ جو نفس کی بری خواہش کو روکتا ہے وہ متقی اور جنتی ہوتا ہے۔ تو جب ہویٰ کو روکنا ہے تو ہویٰ کا وجود ضروری ہوا، ورنہ اگر ہم کہہ دیں کہ ہمارے ہاتھ میں جو چشمہ ہے اس کو دیکھنا مت، اور ہاتھ میں چشمہ نہ ہو تو کلام لغو ہو گیا اور اگر چشمہ ہے تو اب کلام صحیح ہوا۔ معلوم ہوا کہ ہر نبی اپنے منہی غنہ کے وجود کی متقاضی ہے، اگر منہی غنہ نہیں ہے تو منہی لغو ہے اور اللہ کا کلام پاک ہے لہذا مادہ ہویٰ کا ہونا لازم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی جو ہمارے خاص بندے ہیں وہ بری خواہشات کو روکتے ہیں اور روکنے کا غم اٹھاتے ہیں کیونکہ نفس کا مزاج یہی ہے، اس کی غذا گناہ ہے۔

نفس دشمن کے تڑپنے سے خوش ہو جائیے

جب اس کو اپنی غذا نہیں ملتی تو تڑپتا ہے لیکن دشمن کے تڑپنے سے آپ کی روح کو خوش ہونا چاہیے۔ کیوں صاحب! اگر آپ کا دشمن تڑپتا ہے، جلتا ہے، غم اٹھاتا ہے تو آپ کہتے ہیں بہت اچھا ہے اور مرو، مَوْتُوا بِغَيْظِكُمْ، لہذا جب عورتوں اور لڑکوں سے نظر بچانے سے نفس کو

زندگی کا مقصد کیا ہے؟

دنیا میں آنے کا کیا مقصد ہے؟ خالی امپورٹ ایکسپورٹ کہ خوب کھاؤ اور لیٹرین میں ایکسپورٹ کر دو؟ اگر یہ مقصد ہے تو ہاتھی ہم سے زیادہ کامیاب ہے کیونکہ اس کا امپورٹ بھی زیادہ ہے اور ایکسپورٹ بھی زیادہ ہے، حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی سے پوچھو کہ آپ نے ہمیں کیوں دنیا میں بھیجا ہے؟ خالق حیات سے پوچھو کہ ہماری زندگی کا کیا مقصد ہے؟ اور خالق حیات فرما رہے ہیں کہ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْتَكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا، میں نے تم کو موت اور زندگی دی ہے۔

موت کی حیات پر وجہ تقدیم

اور موت کو مقدم کر رہا ہوں، اس لیے کہ جس زندگی نے اپنی موت کو سامنے رکھا وہ زندگی کامیاب ہوگی، اس لیے موت کو پہلے بیان کر رہا ہوں، خَلَقَ الْمَوْتَ کی تقدیم کی وجہ یہ ہے۔ تَقْدِیْمُ الْمَوْتِ عَلَى الْحَيٰوةِ یعنی اللہ تعالیٰ نے زندگی پر موت کو اس لیے مقدم کیا کہ جو زندگی اپنی موت کو سامنے رکھے گی کہ اللہ تعالیٰ کو منہ دکھانا ہے، اللہ کے پاس جانا ہے، تو وہ سائنڈ اور جانور کی طرح آزاد نہیں رہے گی، یعنی گندے کام نہیں کرے گی اور ڈرے گی اور مقصد حیات بتادیا: لِيَبْلُوَكُمْ اَيْتَكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا¹ تاکہ ہم تم کو دیکھیں کہ تم اچھے عمل کرتے ہو یا خراب عمل کرتے ہو۔ معلوم ہوا کہ دنیا میں آنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔

الہام فجور و تقویٰ کی حکمت

اور فرماتے ہیں کہ تمہارے امتحان کے لیے میں نے تمہارے نفس کے اندر دونوں مادے رکھ دیے۔ فَالْهَمَّهَا فُجُورُهَا وَتَقْوِیَہَا² ہم نے تمہارے نفس میں فجور کا مادہ بھی رکھ دیا کہ تم گناہ کر سکتے ہو، خوب تقاضا ہو گا اور تقویٰ اور اپنا خوف بھی رکھ دیا لہذا جس سائینڈ کو چاہو رگڑ کر اس میں تقویت پیدا کر دو۔ دیا سلائی میں دو سائینڈ ہوتی ہیں لیکن جب تک رگڑو گے نہیں جلے گی نہیں، لہذا ظلم نہیں ہے کہ اللہ میاں نے کیوں ہمارے اندر گناہ کا مادہ رکھ دیا، جیب میں دیا سلائی ہوتی ہے تو کیا جیب کو جلا دیتی ہے؟ رگڑنے سے آگ لگتی ہے۔ اسی طرح نفس میں ایک طرف فجور ہے، ایک طرف تقویٰ ہے۔ اگر حسینوں سے، نمکینوں سے، عورتوں سے، لڑکوں سے میل جول کرو گے تو نافرمانی کے مادے میں رگڑ لگ جائے گی اور گناہ کی آگ بھڑک جائے

¹ سورۃ الملک: ۲

² سورۃ الشمس: ۸

³ سورۃ النازعات: ۴۰

غم پہنچے تو آپ خوش ہو جائیے کہ دشمن کو غم پہنچ رہا ہے اور اس کی وجہ سے تقویٰ پیدا ہو رہا ہے۔ اگر نافرمانی کا یہ مادہ نہ ہوتا تو کوئی شخص متقی نہیں ہو سکتا تھا۔

فرشتے معصوم ہیں متقی نہیں

اس لیے جبریل علیہ السلام کو متقی کہنا جائز نہیں، معصوم کہنا چاہیے۔ فرشتوں کو ہم معصوم کہتے ہیں متقی نہیں کہہ سکتے کیونکہ متقی وہ ہے جس کو گناہ کا تقاضا ہو، اس کو روکے، اس کا غم اٹھائے۔ تقویٰ نام ہے كَفَّ النَّفْسِ عَنِ الْهَوَىٰ کا یعنی نفس کو اس کی بری خواہش سے روکنا اور فرشتوں میں بری خواہش ہے ہی نہیں لہذا فرشتوں کو معصوم کہنا تو جائز ہے لیکن متقی کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ پوری دنیا میں حسن میں اول آنے والی لڑکی کو اگر جبریل علیہ السلام کی گود میں بھی رکھ دو تو انہیں پتا ہی نہیں چلے گا کہ یہ لوہے کا کھمبا ہے، یا ڈنڈا ہے یا لکڑی ہے یا پتھر ہے یا کوئی لڑکی ہے، ان کو کوئی براتقاضا ہی نہیں ہو گا۔

فرشتوں کے بجائے انسان کو شرف نبوت عطا ہونے کا سبب

فرشتے جانتے ہی نہیں کی گناہ کیا چیز ہے؟ ان کے اندر صلاحیت ہی نہیں کہ وہ اس کو سمجھ لیں، اسی لیے پیغمبر انسان بھیجا جاتا ہے تاکہ امت کے تمام تقاضائے بشریت کو سمجھ سکے۔ فرشتے چونکہ تقاضائے بشریت کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے، اس لیے اصلاحِ نفوسِ بشریہ کے قابل نہیں ہوتے، ان کو نبی نہیں بنایا جاتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس لیے بھیجا ہے کہ تمہارے نفس میں تقاضے ہوں، تم ان کو روکو اور غم اٹھاؤ تاکہ میدانِ مشر میں پیش کر سکو کہ ہم نے آپ کے لیے بڑے غم اٹھائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں کہ کیا لائے ہو تو کہہ سکو اے اللہ! گناہ کے بڑے تقاضے تھے، پریشان کرتے تھے لیکن آپ کو خوش کرنے کے لیے ہم نے آپ کے راستے میں بڑے غم اٹھائے ہیں۔ داغِ دل پیش کرو۔

میں نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی

اک گل تر کے واسطے میں نے چن لٹا دیا

مولوی کوئی ہجرا منٹ نہیں ہوتا، وہ تقویٰ کی برکت سے بہت طاقت ور ہوتا ہے لیکن اللہ کے لیے صبر کرتا ہے۔

توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں ہم نے

تب کہیں جا کے دکھایا رخِ زیبا مجھ کو

اللہ کا سچا عاشق کون ہے؟

میں کہتا ہوں کہ اصلی سالک اور اللہ کا سچا عاشق وہی ہے جو اللہ کے راستے کا غم اٹھانا جانتا ہو اور غم اٹھانے کی ہمت رکھتا ہو۔ خالی نفل پڑھ لینا، نفلی حج و عمرہ کر لینا یہ کمال نہیں ہے، کمال یہ ہے کہ زبردست تمکین شکل سامنے آجائے اور نظر اٹھا کر نہ دیکھے اور غم اٹھالے چاہے کلچہ منہ کو آجائے۔ اگر کلچہ منہ کو آنے کی مشق ہو جائے اور حسینوں سے نظر بچانے کی توفیق ہو جائے تو ان شاء اللہ اس کو نسبتِ صحابہؓ نصیب ہوگی۔ ابھی اس کی دلیل پیش کرتا ہوں، چونکہ علماء موجود ہیں اس لیے قرآن پاک سے دلیل پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صحابہ کو میں نے ایمان کا یہ اعلیٰ مقام کس راستے سے دیا ہے؟

وَبَلَّغْتَ الْفَلَؤُبَ الْخَنَاجِرَ⁴

وہ ایسے سخت حالات سے گزرے گئے کہ کلچہ منہ کو آگئے گویا کہ ان کے دل اکھڑ کر حلق میں آگئے، جہاد میں کیا ہوتا ہے۔ اور ہم نے ان کو بڑے بڑے زلزلے اور جھٹکے دیے ہیں:

وَذُلُّوا زُلْزَالًا شَدِيدًا⁵

وہ سخت زلزلے میں ڈالے گئے۔ پس آج بھی جو شخص گناہ سے بچنے میں ہر قسم کا زلزلہ برداشت کرے گا اور کلچہ اکھڑے اس کے منہ میں آجائے پھر بھی کسی نا محرم کو نہیں دیکھے گا، ہر قسم کا غم تقویٰ کے راستے میں اٹھالے گا اور اللہ کو راضی رکھے گا، اپنے نفس کو ناخوش رکھے گا تو کیا ہو گا؟ ان شاء اللہ! اس کو نسبتِ صحابہؓ حاصل ہوگی۔

تقویٰ کے انعامات

اب سوال یہ ہے کہ ہم سے جب اللہ میاں نے مطالبہ فرمایا کہ گناہ چھوڑ دو اور آج کل حکومتیں کہتی ہیں کہ کچھ دو اور کچھ لو کی بنیاد پر کام چلاؤ، تو اللہ تعالیٰ نے ہم سے گناہ چھڑوا کر ہم کو کیا دیا؟ لہذا تقویٰ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات دیکھیے:

پہلا انعام: ہر کام میں آسانی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم سب تقویٰ سے رہو گے تو ہم تمہارے سب کام آسان کر دیں گے۔ وَهَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا⁶ ہم اپنے حکم سے اس کے سب کام آسان کر دیں گے۔ کیوں صاحب! یہ نعمت نہیں ہے کہ انسان کے سب کام آسان ہو جائیں؟

⁶سورۃ الطلاق: ۴

⁴سورۃ الاحزاب: ۱۰

⁵سورۃ الاحزاب: ۱۱

ارتکابِ گناہ خود ایک مشکل ہے

گناہ سے ہمارے کام آسان ہوتے ہیں یا مشکل؟ خود گناہ مشکل ہے۔ خود گناہ اتنا مشکل ہے کہ انسان اس کے لیے کتنی تدبیریں کرتا ہے، چھپاتا ہے وکھرھٹا اَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ⁷ ہر وقت ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں لوگوں کو خبر نہ ہو جائے اور صحت بھی خراب ہو جاتی ہے، ہر گناہ سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے، دل کمزور ہو جاتا ہے کیونکہ مخلوق کا خوف ہوتا ہے تاکہ کوئی جان نہ جائے۔

مَعِيشَةُ ضَنْكًا (تلخ زندگی) کی تفسیر

مَعِيشَةُ ضَنْكًا⁸ کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے نافرمانوں کو جو مجھ کو ناخوش کر کے حرام خوشیاں دل میں اپورٹ کر رہے ہیں میں ان کی زندگی کو تلخ کر دیتا ہوں اور ان کی حرام خوشیوں کے ٹاٹ میں آگ بھی لگا دیتا ہوں۔ میں واللہ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی بھی نافرمان ظالم ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ آرام سے ہے۔ ان کی صورتوں پر لعنتیں برستی ہیں، قلب پر اتنے عذاب ہوتے ہیں کہ جس کی حد نہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے حرام مزے لے لیتے ہیں، اس کے بعد دل پر عذاب اور بے چینی کے جوتے پڑتے رہتے ہیں۔

حکیم الامت نے مَعِيشَةُ ضَنْكًا کی تفسیر فرمائی کہ گناہ گاروں کی زندگی کس طرح سے تلخ ہوتی ہے:

1. انتقام سے ڈرتے رہتے ہیں کہ جس کے ساتھ گناہ کر رہا ہوں کہیں اس کے وارثین آکر انتقام نہ لیں۔
2. خوفِ افشاءِ راز، ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں کہ میرا یہ راز کہیں آؤٹ نہ ہو جائے، کسی کو پتانہ چل جائے۔ حضرت نے یہ تو علمی تفسیر فرمائی ہے، اب میں طبی تفسیر کرتا ہوں۔

بد نظری کے طبی نقصانات

ایک بد نظری سے کئی امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ایک سائنڈ کی بد نظری ہو، دل کو ضعف ہو جاتا ہے، فوراً کشش شروع ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ ادھر سے کش ہے ادھر دیکھ رہا ہے کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا، اس کشش سے قلب میں ضعف پیدا ہوتا ہے اور گندے خیالات سے مٹانے کے غرور متورم ہو جاتے ہیں جس سے اس کو بار بار پیشاب لگتا ہے اور اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں، جس سے دماغ کمزور اور نسیان پیدا ہوتا ہے، ہر عصیان سبب نسیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی سے قوتِ دماغ اور حافظہ کمزور ہو جاتا ہے، بھولنے کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا علم بھی ضائع ہو جاتا ہے اور گردے بھی کمزور ہو جاتے ہیں، سارے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔

یوں سمجھ لیجیے کہ زلزلے میں کیا ہوتا ہے، جب کہیں زلزلہ آتا ہے تو عمارت کمزور ہو جاتی ہے یا نہیں؟ تو گناہ نفس و شیطان کی طرف سے زلزلہ ہوتا ہے اور جو اپنے آپ کو گناہ سے بچاتا ہے، اچانک نظر پڑی اور فوراً ہٹا لیا تو بھی دل میں زلزلہ آتا ہے، جھٹکا لگتا ہے۔ مگر گناہ کرنے کے زلزلے پر لعنت برستی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کے مزید لات لگتے ہیں۔

قلبِ شکستہ کی تعمیرِ حلاوتِ ایمانی سے

اور گناہ سے بچنے میں دل پر جو زلزلہ محسوس ہوتا ہے اور تکلیف ہوتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم ہماری نافرمانی سے بچو گے، نظر ہٹاؤ گے تو تمہارے دل پر جو زلزلہ آئے گا اس کی تعمیر ہمارے ذمہ ہے۔ حلاوتِ ایمانی کے میٹریل سے ہم تمہارے دل کی تعمیر کریں گے۔ اگر تم نے نظر کو بچا لیا اور حرام خوشی کو مجھ پر فدا کر دیا، حرام خوشی حاصل نہیں کی اور مجھ کو خوش کر لیا تو تمہارے دل میں جو صدمہ و غم آئے گا اور اس سے جو تمہارا دل شکستہ ہو جائے گا، اس کی تعمیر ہمارے ذمہ ہے۔ اور کس چیز سے ہم تعمیر کریں گے، اس کا ماڈل کیا ہو گا؟ دنیا میں جہاں زلزلہ آتا ہے تو اس علاقے کو حکومت آفت زدہ قرار دیتی ہے، مال گزاری اور ٹیکس معاف کر دیتی ہے۔ ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور اگر دنیا کی حکومت اعلان کرتی ہے کہ ہم سرکاری بجزی اور سینٹ سے تمہارے گھروں کی تعمیر کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے بندوں کے قلوب کی بجزی اور سینٹ سے تعمیر نہیں کرتے، حلاوتِ ایمانی کے ماڈلے اور میٹریل سے تعمیر کرتے ہیں یعنی نصارت کی حلاوت لے کر ہم ان کو بصیرت کی حلاوت دیتے ہیں اور ایمان کی حلاوت وہ اپنے قلب میں محسوس کر لیتا ہے..... يَجِدُ خَلَاَقَتَهُ فِي قَلْبِهِ⁹۔ يَجِدُ كَالْفَرْقِ، یعنی حلاوتِ ایمانی اس کے قلب میں موجود ہوتی ہے اور وہ واجد ہوتا ہے۔ اس پر میرا ایک شعر سنئے، اس مضمون کو میں نے ایک شعر میں پیش کیا ہے۔

ترے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں

مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

یعنی ہم نے اپنی خواہشات کو جو ویران کیا تو آپ کی تعمیر نصیب ہوئی، اس لیے ہم اس ویرانی کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ بری خواہشات کو اللہ کی توفیق سے جو ہم نے ویران کیا، ہم اپنی اس ویرانی قلب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ اگر دل کی خواہشات ویران نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ کی تعمیر نصیب نہ ہو پاتی۔ کیا مبارک نصیب ہے کہ مالک اور خالق کائنات کے دستِ پاک سے آج قلب کی تعمیر ہو رہی ہے، يَجِدُ خَلَاَقَتَهُ فِي قَلْبِهِ۔

⁷ تفسیر العمال: ۵/۳۲۸، (۱۳۰۶ھ) الفرغ فی مقدمات الزنا والخلوة بالاجنبیہ، مطبوعہ: مؤسسة الرسالة، المستدرک للحاکم: ۴/۳۴۹ (۷۸۷ھ)

⁸ صحیح مسلم: ۲/۳۱۴، باب تفسیر البر والاحرام، اتقان عمید

⁹ سورۃ طہ: ۱۲۴

تَرْکِ گناہ سے جو قرب عطا ہوتا ہے اس کا کوئی بدل نہیں

تو ایسے شخص کو نسبتِ صحابہ عطا ہوتی ہے، نسبتِ صدیقین ملتی ہے، بہت اونچا ایمان و یقین ہوتا ہے ان لوگوں کا جو گناہ سے بچنے کا غم اٹھاتے ہیں، تقویٰ والا غم اٹھاتے ہیں۔ یہ بات خوب غور سے سن لیجیے کہ چاہے ایک لاکھ نوافل پڑھ لو، ایک لاکھ حج کر لو مگر ایک نظر بچانے میں جو دردِ دل عطا ہوتا ہے اس کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا، کیونکہ عبادتِ حج و عمرہ و تسبیحات و اشراق و اذانین سے تم نے حقِ محبت ادا کیا اور یہ حقِ عظمت ادا کر رہا ہے۔

گناہ چھوڑنا حقِ عظمتِ الہیہ ہے اور اس کی دلیل قرآن سے

گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے۔ اس پر بھی دلیل پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ¹⁰ اپنے رب کو راضی کرو، جلدی معافی مانگو۔ اس کے بعد آخر میں فرمایا کہ تم کس نالائقی سے گناہ کرتے ہو؟ تمہیں خوف نہیں آتا، میری عظمت کا خیال نہیں آتا، مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا¹¹..... دیکھیے اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ سے اس کا کیسا ربط ہے۔ اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ سے اس آیت کا ربط یہ ہے کہ اپنے رب کو راضی کرو اور تم لوگوں نے جب گناہ کیا تو اس وقت تمہیں میری عظمت کا خیال نہیں آیا۔ مَا لَكُمْ، کیا ہو گیا تمہیں، لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا، اللہ کے وقار اور اللہ کی عظمت کا تمہیں احساس نہیں ہوتا کہ کتنے بڑے مالک کو تم ناراض کر رہے ہو۔ یہ دلیل مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی، میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا، تلاوت کرتے کرتے فوراً اس آیت پر دل میں آیا کہ سبحان اللہ! ہمارے اکابر نے جو فرمایا کہ عبادت اللہ کی محبت کا حق ہے اور گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے، اس کی دلیل یہ آیت ہے۔

اب بتائیے کہ گناہ اچھی چیز ہے یا خراب چیز؟ تو خراب چیز کو جلد چھوڑنا چاہیے یا دیر سے؟ لہذا جب خود اقرار ہے تو گناہوں کو جلدی چھوڑنا چاہیے۔ انعام کیا ملے گا؟

تقویٰ کا پہلا انعام: مشکلات میں آسانی

آپ کے سب کام آسان ہو جائیں گے، وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهُ يُسْرًا¹² اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے سب کام آسان کر دیں گے۔

تقویٰ کا دوسرا انعام: مصائب سے خروج

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا¹³..... اس کو اللہ تعالیٰ مصیبت سے جلد نکال دیں گے۔ اس کو مصائب سے مخرج جلد ملے گا۔

تیسرا انعام: بے حساب رزق

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ¹⁴..... اللہ ایسے راستے سے اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہو گا۔ تقویٰ بے خسارہ کی تجارت ہے، یہ اللہ تعالیٰ سے تجارت ہے، بے خسارہ کی ہے اور سود بھی نہیں۔ دنیا میں اگر کسی سے تجارت کرو اور خسارے کی ضمانت لے لو کہ بھی نقصان کے ہم ساتھی نہیں ہیں تو یہ سود ہو جائے گا جو حرام ہے، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قانون بندوں کے لیے ہے کہ وہ آپس میں ایسی تجارت نہ کریں، اگر تم تقویٰ سے رہو تو میں ایسی تجارت کی ضمانت لیتا ہوں کہ ہم تم کو رزق دیں گے اور بے حساب دیں گے اور اس میں سود بھی نہیں ہو گا، تقویٰ میں نفع ہی نفع ہے، اس میں کبھی خسارہ نہیں ہے، ہماری طرف سے کبھی وعدہ خلافی نہیں ہوتی۔ اگر وعدہ پورا ہونے میں کبھی تاخیر نظر آئے تو سمجھ لو کہ تم نے کہیں نالائقی کی ہے، تمہارے تقویٰ میں کمی آگئی۔

یہ اعمال بد کی ہے پاداش ورنہ کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

متقی آدمی کو کبھی پریشانی نہیں آسکتی، جب کبھی پریشانی آئے تو جائزہ لو، کہیں آنکھ نے غلطی کی ہو گی، کہیں کان نے، کہیں دل نے گندے خیالات پکائے ہوں گے، خیانتِ عینیہ ہوئی ہو یا خیانتِ صدریہ۔ بعض لوگ خیانتِ عینیہ (نگاہوں کی خیانت، بد نظری) سے توبہ کر لیتے ہیں لیکن دل میں پچھلے گناہوں کے مزے لیتے ہیں۔ یہ خیانتِ صدریہ ہے (سینے کی خیانت)، دونوں حرام ہیں اور دونوں کا قرآن پاک میں ذکر ہے؛ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ¹⁵ لہذا نگاہِ چشمی کی حفاظت بھی فرض ہے اور نگاہِ قلبی کی حفاظت بھی فرض ہے، یعنی دل کی نگاہ کو بھی بچاؤ، گندے خیالات بھی دل میں نہ لاؤ۔

تو آپ نے تقویٰ کی تین انعامات سنے۔ کیا چھوڑ رہے ہو اور کیا مل رہا ہے، خراب اور گندی چیز چھڑا کر کیا کیا نعمتیں دے رہے ہیں۔ (۱) سب کاموں میں آسانی (۲) رزق بے حساب (۳) سب مصائب سے خروج۔

☆☆☆☆☆

¹³ -سورة الطلاق:

¹⁴ -سورة الطلاق:

¹⁵ -سورة غافر:

¹⁰ -سورة نوح:

¹¹ -سورة نوح:

¹² -سورة الطلاق:

سیرت رسول ﷺ کے سائے میں

معاصر جہاد کے لیے سیرت رسول ﷺ سے مستفاد فوائد و حکم! (ترجمہ و استفادہ: مفتی محمد متین مغل)

زیر نظر تحریر شیخ منصور شامی (محمد آل زیدان) شہید رحمہ اللہ کے آٹھ عربی مقالات کا اردو ترجمہ ہے۔ آپ رحمہ اللہ محرم ۱۴۳۱ھ میں وزیرستان میں شہید ہوئے۔ یہ مقالات مجلہ 'طلّاح خراسان' میں قسط وار چھپے اور بعد ازاں مجلے کی جانب سے محرم ۱۴۳۲ھ میں کتابی شکل میں نشر ہوئے۔ ترجمے میں استفادہ اور ترجمانی کا مالا جلا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ مترجم کی طرف سے اضافہ کردہ باتوں کو کھڑی قوسین [] میں بند کیا گیا ہے۔ (مترجم)

مقدمہ

[از مفتی محمد متین مغل]

سیرت کا مفہوم

سیرت کا لفظی مطلب ہے: چلنے کا مخصوص انداز و طریقہ، لیکن شریعت کی اصطلاح میں اس کا عمومی استعمال غزوات اور اس سے متعلقہ واقعات و احکام میں ہوتا ہے، جیسے مناسک کا مطلب عبادت و قربانی ہے، لیکن اصطلاح شرع میں اس کا عمومی استعمال حج سے متعلقہ امور میں ہوتا ہے۔¹

سیرت کی جمع ہے، اس کے لغوی معنی ہیں: سوانح، وہ احوال جو زندگی میں پیش آتے ہیں، اور اصطلاحی معنی ہیں: اسلام کا حربی نظام، جہاد کے بھی اصطلاحی معنی یہی ہیں، امام بخاری نے یہ لفظ جہاد کے ہم معنی استعمال کیا ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے صرف 'ابواب السیر' کہا ہے، اور امام بخاری نے دونوں کو جمع کیا ہے۔²

گو کہ لفظ سیرت کا استعمال رسول اللہ ﷺ کی پوری حیات مقدسہ کے لیے بھی ہوتا ہے، اور حیات مقدسہ کے احوال پر مشتمل کتابوں کو بھی سیرت کا نام دیا گیا، یہ کتب عربی اور اردو دونوں زبانوں میں موجود ہیں۔ البتہ محدثین کتب حدیث میں اور فقہاء بھی اپنی تالیفات میں کتاب الجہاد کے لیے کتاب السیر والمغازی کا عنوان باندھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مدنی زندگی (جس میں احکام بکثرت نازل ہوتے رہے اور آخر کار دین کو مکمل کر دیا گیا) میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ کا سب سے نمایاں اجتماعی پہلو 'جہاد فی سبیل اللہ' ہے۔ چنانچہ غزوات (یعنی وہ جنگیں جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے) کی کم از کم تعداد انیس (۱۹) ہے اور یہ حضرت زید بن ارقم کا قول ہے، اور سرایا (جن جنگی دستوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لے گئے) کی کم از کم تعداد پینتیس (۳۵) ہے اور یہ ابن عبد البر سے منقول ہے۔³ یہ کل چوں (۵۴) جنگیں بنتی ہیں۔ ربیع الاول کم ہجری سے لے کر سن وصال گیارہ ہجری کے ماہ ربیع الاول تک مدنی زندگی کی کل مدت ایک سو بیس (۱۲۰) ماہ

[دس سال] بنتی ہے، اس کا مطلب ہے کہ ہر دو ماہ بعد ایک جنگی دست روانہ کیا گیا۔ جبکہ غزوات کی تعداد کے بارے میں مشہور قول ستائیس (۲۷) غزوات کا ہے، جس سے کل جنگوں کی تعداد باسٹھ (۶۲) بنتی ہے، یعنی ہر دوسرے مہینے جہادی لشکر کی روانگی۔ اللہ اکبر!

اور اگر سرایا کی بابت ابن جوزی کے قول چھپن (۵۶) سرایا کو لیا جائے تو کل جنگیں تراسی (۸۳) بنتی ہیں، یعنی ہر چالیس دن [چلے] کے بعد صحابہ کرام کا ایک جہادی لشکر مدینہ طیبہ سے روانہ ہوتا تھا۔

اور آپ ﷺ کی یہ سب سرگرمی آپ کا فرض منصبی اور آپ ﷺ کے 'رحمۃ للعالمین' ہونے کا ہی ایک مظہر تھی، کہ انسانیت کے دشمن اللہ کے باغیوں کا زور توڑ دیا جائے (حتی لا تلکون فتنۃ)، اسی لیے فرمایا:

أنا محمد وأحمد أنا رسول الرحمة أنا رسول الملحمة⁴

ترجمہ: میں محمد و احمد ہوں، اور میں رحمت والا اور خونریز جنگوں والا رسول ہوں۔

حضرت امام بخاری کی دقت نظر اور مزاج شریعت سے آشنائی کی داد دیجیے کہ آپ ﷺ کے مرض وفات اور وصال مبارک کا ذکر بھی کتاب المغازی میں لائے ہیں، یہ بتانے کے لیے کہ آپ ﷺ کی پوری مدنی زندگی قتال و غزوات سے عبارت تھی اور قیصر و کسریٰ کے نام آپ ﷺ کے دعوتی خطوط کا ذکر بھی کتاب المغازی میں کر کے حضرت امام بخاری نے دعوت و جہاد (بالخصوص جب کسی متکبر و سرکش کو دعوت دی جائے) کا باہمی ربط سمجھایا ہے۔

لہذا سیرت یا دعوت دین کا تصور جہاد کے بغیر یا جہاد میں من چاہی تاویلات کے ساتھ، سراسر استشراتی و قادیانی تصور ہے، جس کا اسلامی تاریخ و ذخیرہ علم میں کوئی وجود نہیں، اسکولوں میں پڑھائی جانے والی سیرت کی کتب بالعموم اسی ناقص اور منح شدہ تصور کی چھاپ لیے ہوتی ہیں، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ معتبر علماء کی تحریر کردہ کتب سیرت بچوں کو سبقتاً

³ سیرت المصطفیٰ، مولانا نادر ایس کاندھلوی

⁴ حدیث نمبر؛ 2702 الجامع الصغیر مع شرح فیض القدیر لملنا دی (11/114)

² تحفۃ القاری، اردو شرح صحیح بخاری، ج ۶، ص ۱۸۸، از مفتی سعید احمد پانیپوری رحمہ اللہ

سبق پڑھائی جائیں، مثلاً: مولانا ادریس کاندھلوی کی سیرت المصطفیٰ اور مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی الرحیق المختوم (اردو)۔

اور اس سے بھی بڑا المیہ ہے کہ سیرت رسول ﷺ کے جلسوں میں سوائے جہاد کے ہر پہلو کو اجاگر کیا جاتا ہے، سو ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ ہم دین کو پورا پورالیں، انفرادی و اجتماعی ہر دو سطح پر اسی کی تبلیغ، تعلیم، تنظیم اور تنفیذ کی کوشش کریں۔

چونکہ جہاد و سیرت باہم مترادف ہیں، اس لیے ان سطور کے مقصود اصلی (غزوات سے نکلنے والے فکری، منہجی، فقہی اور حکمت عملی کے نکات و احکام) سے پہلے اس جہاد کی ہی کچھ تعریف و وضاحت کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

”جہاد کے لغوی معنی ہیں: کسی کام میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنا، اور اصطلاحی معنی ہیں: اللہ کے دین کا بول بولا کرنے کے لیے کفار سے لوہالینا [جنگ کرنا]، اپنے خون کا آخری قطرہ بہانا۔⁵

قرآن کریم میں لفظ جہاد کا استعمال:

جہاد کے لغوی معنی جدوجہد اور مشقت اٹھانے کے ہیں، اور قرآن کریم میں یہ لفظ کہیں لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے اور کہیں اصطلاحی معنی میں، جہاں صرف لفظ جہاد یا اس کے بعد ’فی‘ ہے اور اس کے بعد کلمہ ’اللہ‘ یا ’اللہ‘ کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے تو وہاں لغوی معنی مراد ہے، جیسے:

وجاهدوا فی اللہ حق جہادہ

ترجمہ: اللہ کے دین کے لیے تن توڑ محنت کرو جیسا کہ اس کے لیے محنت

کرنے کا حق ہے۔ [الحج]

یہاں عام [لغوی] مراد ہیں اور:

والذین جاهدوا فینا

ترجمہ: جو لوگ ہمارے دین کے لیے جان توڑ محنت کرتے ہیں [العنکبوت]

ان جگہوں میں مفسرین لفظ ’دین‘، محذوف مانتے ہیں، اسی جہاد وافی دین اللہ اور جہاد وافی دیننا۔

اور جہاں جہاد کے بعد ’فی سبیل اللہ‘ آیا ہے وہاں اصطلاحی معنی مراد ہیں، سورہ توبہ میں جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے قرآن کریم کے پہلے مترجم حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ نے اور ان کی اتباع میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے ’لڑنا‘ ترجمہ کیا ہے، مگر تبلیغی جماعت والے ان آیات کو بھی عام کرتے ہیں، بلکہ اپنے ہی کام کو اس کا مصداق بتاتے ہیں، یہ کسی طرح درست نہیں، اگر اس طرح ہر جگہ لفظوں کے لغوی معنی لیے جائیں گے تو نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج بھی ختم ہو جائیں گے، صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں: دعا، زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں: صفائی، صوم کے

لغوی معنی ہیں: رکنا اور حج کے لغوی معنی ہیں: قصد کرنا، پس ارکان اربعہ ختم، حالانکہ یہ الفاظ لغوی معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں، مگر جہاں اصطلاحی معنی ہیں وہاں اصطلاحی معنی ہی مراد لینے ہوں گے، اسی طرح جہاد ایک اسلامی اصطلاح ہے، حدیث کی کتابوں میں ’ابواب الجہاد‘ آتے ہیں، وہاں یہی اصطلاحی معنی مراد ہوتے ہیں، اور فقہ میں ’کتاب السیر‘ آتی ہے وہاں بھی یہی معنی مراد ہوتے ہیں، پس قرآن و حدیث میں ہر جگہ عام معنی مراد لینا اور دین کے لیے کسی بھی محنت کو ’جہاد‘ کہنا بلکہ ’اپنے ہی کام‘ کو جہاد کہنا یہ نصوص میں تحریف ہے، لوگوں کو اس سے بچنا چاہیے۔

جہاد کا مقصد:

اسلام میں جہاد کے دو مقصد ہیں:

اول: کفر کی شوکت توڑنا اور فتنہ فرو کرنا۔

دوم: اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ کرنا۔

”دین پھیلانا“ جہاد کا مقصد نہیں، پس جو پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے یہ قطعاً غلط ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

لا اکراه فی الدین

ترجمہ: دین کے معاملے میں زور جبر نہیں۔ [البقرہ]

کوئی شخص اپنے مذہب پر قائم رہنا چاہے تو اس کے لیے پوری آزادی ہے، مگر اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون چلنا چاہیے، یہ جہاد کا بنیادی مقصد ہے اور پروپیگنڈے کا جواب یہ ہے کہ اگر جہاد کا یہ مقصد ہوتا کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے تو جزیہ کا حکم نہ ہوتا، جنگ کے وقت کافروں کے سامنے تین باتیں پیش کی جاتی ہیں: اسلام لے آؤ، ورنہ جزیہ ادا کرو، ورنہ لڑو، اگر جہاد کا مقصد بزور شمشیر مسلمان بنانا ہوتا تو جزیہ کا حکم نہ ہوتا۔⁶

[یہاں سے شیخ منصور شامی کا مقالہ شروع ہوتا ہے]

تمہید

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی رسولہ الامین وآلہ وصحبہ ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین، وبعد:

⁶ [تحفۃ القاری اردو شرح صحیح بخاری، ج ۶، ص ۱۸۹-۱۹۰ از مفتی سعید احمد پانیپوری رحمہ اللہ]

⁵ بذل الحمد فی قتال الکفار لاعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ [عمدة القاری]

رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی اتباع کا وجوب

اللہ تعالیٰ کی ہم پر بہت بڑی نعمت ہے کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کو رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا، جو خوشخبری بھی سناتے ہیں اور خبردار بھی کرتے ہیں، سیدھا راستہ دکھاتے ہیں اور جہنم کے راستے سے بچاتے ہیں، ارشاد باری ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ
مُّبِينٍ

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں پاک صاف بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جبکہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ (آل عمران)

ہمارے آقا حضرت محمد بن عبد اللہ ﷺ کی پوری زندگی، آپ کے جملہ افعال و اقوال اور حرکات و سکنات ہدایت کا روشن چراغ تھیں، ہیں اور تاصح قیامت رہیں گی۔

آپ ﷺ نے پوری امت کو خیر پہنچانے اور شر سے بچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام بلا کم و کاست پورا پورا پہنچا دیا اور امانت کا حق ادا کر دیا۔

کلمہ شہادت کا دوسرا جز آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور اس کی گواہی دینا ہے، آپ ﷺ کی رسالت کو جانے، مانے اور اس کا اقرار کیے بغیر کسی کا ایمان معتبر نہیں، سچے دل سے اس کی گواہی دینا اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔

آپ ﷺ کی رسالت و ختم نبوت پر ایمان لانے کی وجہ سے ہم مسلمانوں پر آپ ﷺ کے بہت سے حقوق و واجبات ہیں، جو آپ ﷺ کی شانِ عالی کے مطابق ہیں، ان میں سرفہرست آپ ﷺ کی محبت اور ایسی اطاعت و اتباع ہے کہ دل میں آپ ﷺ کی سنتوں اور آپ کی لائی شریعت کے احکام کی بابت ذرہ برابر تنگی، شک اور اعتراض باقی نہ رہے۔

اپنی محبت کی بابت خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: (تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا: (یہ تین باتیں جس کسی میں ہوں گی، وہ ایمان کی مٹھاس (مزرہ) پائے گا، اللہ اور اس کے رسول اس کے نزدیک تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں اور جس کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ ہی کے لئے کرے اور کفر میں واپس جانے کو ایسا برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو)۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

محبت کا یہ کامل درجہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا، خوئے تسلیم و رضا کے حامل کم ہی لوگ اسے پانے میں کامیاب ہوتے ہیں، حب رسالت کا یہ رتبہ خالص توحید والوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔

[ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں!]

تمام مسلمانوں بالخصوص مجاہدین کے لیے سیرت کو جاننے کی اہمیت

یقیناً ہر دعویٰ ثبوت کے لیے دلیل مانگتا ہے، حب رسالت کا جذبہ بھی دل میں پنہاں ہوتا ہے، سو اس دعوے کے اثبات کے لیے بھی دلیل کی ضرورت ہے، اور یہ دلیل خواہش و عقل کی غلامی سے نکل کر اپنے آپ کو آپ ﷺ کی مطلق و کامل غلامی میں دے دینا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي
أَنفُسِهِمْ حَزَنًا إِمَّا قَنَاطَةً وَإِمَّا نَسِيحًا

نہیں، (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصلہ نہ بنائیں، پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور اس کے آگے مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دیں۔

حب رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ کے لیے آپ ﷺ کے لائے دین و پیغام کو سمجھنا ضروری ہے، آپ ﷺ کی زندگی کے واقعات، صلح و جنگ کا طریقہ، دعوت و جہاد کا اسلوب، آپ ﷺ کا حلیہ مبارک اور عادات شریفہ، آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی قوم کے احوال، آپ ﷺ کے آبائی وطن اور آپ ﷺ کے بچپن کے حالات وغیرہ۔ ان سب کو جاننا ضروری ہے۔ [عموماً کتب سیرت میں یہی موضوعات زیر بحث آتے ہیں، ان واقعات سے نکلنے والے احکام کے لیے الگ سے کتابیں لکھی گئی ہیں] جب بھی انسان کسی صاحب علم و فضل کی سیرت کا گہرائی سے مطالعہ کرتا ہے تو اس کے دل پر صاحب سیرت کی محبت و عظمت نقش ہو جاتی ہے اور وہ بھی اُس جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے، جب عام آدمی کی سوانح پڑھنے سے اتنا زیادہ اثر ہوتا ہے تو خود ہی سمجھ لیں کہ کل اولادِ آدم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ پڑھنے والے کو کیسے خزانوں اور پاکیزہ جذبات سے مالا مال کر دے گا!

سچا مومن تو آپ ﷺ کی محبت میں آپ ﷺ کی اتباع کی خاطر آپ ﷺ کی سیرت کے محبت گستاں سے زیادہ سے زیادہ خوشہ چینی کا متغنی ہوتا ہے، اس سے حب رسول ﷺ، تعظیم رسول ﷺ کے جذبات کو مہمیز ملتی ہے، ایک مسلمان کے لیے بہت بڑی محرومی کی بات ہے کہ وہ اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی سیرت سے لاعلم و جاہل ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے فہم اور اس پر عمل پیرا ہونے کی بابت مجاہد و غیر

مجاہد کا فرق

ایک عام مسلمان بھی آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا علم حاصل کرنے کا محتاج ہے، لیکن اہل جہاد کے لیے اس کی ضرورت دوچند ہے؛ کیونکہ انہوں نے اللہ کے دین اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کے دفاع کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، اور اپنے قلم و تلواریں سے یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ تاریخ انسانی کی سب سے بڑی جنگ سے گزر رہے ہیں، آزمائش کی بھٹی میں تپ رہے ہیں، پے درپے مصائب سے دوچار ہیں، لیکن یہ سب تکلیفیں اور آلام نصرت الہی کا پیش خیمہ ہیں۔ ان شاء اللہ

البتہ اس راہ پر چلنے کے لیے زادِ سفر بھی ضروری ہے اور نمونہٴ عمل بھی، تاکہ صحیح راستے پر درست سمت سفر جاری رہے۔ کیونکہ دشمن ہر طرح کے حربے آزماتا ہے، مجاہدین کو ان کے موقف سے ہٹانے کے لیے ترغیب و ترہیب، سختی و نرمی، جنگ و مذاکرات کا سہارا لیتا ہے، اس سے بھی کام نہ بنے تو بزدلی، بے حمیت اور مداہنت کو حکمت، مصلحت کا نام دے کر مجاہدین کے خلاف رائے عامہ کو بھڑکاتا ہے۔ غرض شیاطین انس و جن ہر دن سازش کا ایک نیا جال بن کر لاتے ہیں۔

ان کڑے حالات میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے پیارے صحابہ کی سیرت مجاہدین کے لیے تسلی اور تشجیع کا باعث ہوتی ہے، صبر و ثبات قدمی اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر قربانی کے واقعات آج بھی مجاہدین اسلام کا حوصلہ بڑھاتے ہیں، چنانچہ وہ ہر مصیبت کو ہنس کر جھیل لیتے ہیں۔ واقعات سے تربیت و تشجیع کا طرز خود قرآن سے ثابت ہے، ارشادِ باری ہے:

وَكَلَّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَقْبَاِ الرُّسُلِ مَا نَقِصْتُ بِهِ فُؤَادَكَ

(اور (اے پیغمبر) گزشتہ پیغمبروں کے واقعات میں سے وہ سارے واقعات

ہم تمہیں سنارہے ہیں جن سے ہم تمہارے دل کو تقویت پہنچائیں۔)

ایک لمحے کے لیے غور کیجیے! مسلمان پہلے کم، کمزور، بے سروسامان اور بے آسرا تھے، سارا عرب بشمول اپنے قبیلہ قریش کے، ان کا مخالف تھا، لیکن پھر صبرِ پیہم اور مسلسل قربانیوں کے نتیجے میں طاقت کا توازن تبدیل ہو گیا، اللہ کا کلمہ بلند ہوا اور فتحِ ممین حاصل ہوئی، ارشادِ باری ہے:

وَإِذْ كُنَّا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ ضَخَّافُونَ أَنْ يَتَخَفَّفَكُمُ النَّاسُ فَاوْصَكُمُ وَأَيَّدَكُمُ بِثَوَاقِفِكُمْ مِنَ الْكَلْبِ يَدِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

(اور وہ وقت یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے، تمہیں لوگوں نے

(تمہاری) سر زمین میں دبا کر رکھا ہوا تھا، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں

اچک کر لے جائیں گے۔ پھر اللہ نے تمہیں ٹھکانا دیا، اور اپنی مدد سے

تمہیں مضبوط بنادیا، اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا، تاکہ تم شکرو

(کرو۔)

یہ ایمان افروز واقعات مجاہدین کی تمام تر بے سروسامانی کے باوجود ان میں امید کی ایک تازہ روح پھونک دیتے ہیں، اگرچہ مجاہدین کا ساتھ دینے والے آج بھی انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، کفر اپنے مرتد غلاموں سمیت ان کے خلاف برسرِ جنگ ہے، لیکن انہیں یقین ہے کہ اللہ جل جلالہ نے جس طرح گزشتہ مومنوں کے ساتھ اپنے وعدے کو پورا کیا، ان کے ساتھ کیے اپنے وعدے کو بھی پورا کرے گا۔

سیرت کا مطالعہ بندہٴ مومن کو دور رسالت میں لے جاتا ہے، جہاں وہ تمام واقعات کو اپنے اوپر گذرتا ہوا محسوس کرتا ہے، خوشیوں پر خوش اور غموں پر غمگین ہوتا ہے، مجاہدین دوسروں سے بڑھ کر اس زندہ صحبت کا شعور رکھتے ہیں، کیونکہ مجاہدین کی زندگی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگی کا حقیقی پرتو ہے۔ سیرت رسول ﷺ کا ورق ورق اللہ کے راستے میں قربانیوں، ہجرت و جہاد کے واقعات، شہداء کے مشک بارہو، زخمیوں کی تکالیف اور قیدیوں کی آزمائش کی سچی داستانوں سے عبارت ہے۔

سو جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے والے سیرت رسول ﷺ کی درست حقیقت تک پہنچ ہی نہیں سکتے، ان کا فہم سیرت منخ شدہ نہ بھی ہو تو کم از کم ناقص ضرور ہوتا ہے۔ الامن رحمہ اللہ

بھلا جو شخص موت سے ترساں، دنیا پر سو جان سے شیدا اور آسائش کا خوگر ہو وہ صبر و ثبات قدمی، صدق و یقین، مومنوں سے محبت اور کافروں سے دشمنی جیسے حقائق کو کیونکر سمجھ سکتا ہے! حالانکہ یہی وحید کی حقیقت بھی ہے اور سیرت کا نمایاں ترین پہلو بھی۔

[بقول شاعر:

تیرے ثور و بدر کے باب کے میں ورق الٹ کے گزر گیا

مجھے صرف تیری حکایتوں کی رولیتوں نے مزہ دیا]

سو جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے والے (جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں) یہ بات سن لیں کہ زمین سے چپک کر اور جہاد کے میدانوں سے فرار اختیار کرنے کے ساتھ وہ کبھی بھی سیرت رسول ﷺ کو نہیں اپنا سکتے، اپنے جوہر ایمان کو چکانے اور تقویٰ کی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے نکرہ لکم کے مصداق اس کانٹوں بھرے راستے پر چلنا ضروری ہے، ورنہ ان کا حب رسول ﷺ کا دعویٰ محض جھوٹ کا پلندہ ہی شمار ہوگا۔

(باقی صفحہ نمبر 59 پر)

موت وما بعد الموت

2. یوم حشر کی ہیبت اور مشقت کی ایک اور علامت، کہ یہ دن پر ہول ہو گا، خوف سے پر ہو گا۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَرْوُهَا
تَدْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ
سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ﴾ (سورة الحج: ۱۲)

”اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو اپنے رب کا، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہو گا، جس دن تم اس کو دیکھو گے، اس دن (حال یہ ہو گا کہ) بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی جسے وہ دودھ پلاتی تھی اور (دہشت کا عالم یہ ہو گا کہ) ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور تم دیکھو گے لوگوں کو جیسے وہ نشے میں ہوں، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی بہت سخت ہے۔“

تصور کریں کہ ایک ماں اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہوگی اور اسی حالت میں اسے پھینک دے گی، حاملہ عورت اپنا حمل گر دے گی اور لوگ اس طرح بھاگ رہے ہوں گے گویا کسی نشے کی وجہ سے مدہوش ہوں مگر وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اس دن کی ہیبت ان کے ہوش اڑائے ہوئے ہوگی۔

اس قدر خوف اور ہیبت ہو گا اس دن کہ ظالم بس یک ٹک اوپر کی جانب دیکھ رہے ہوں گے گویا وہ سکتے میں ہوں، نہ ان کی آنکھیں گردش کرتی ہوں گی اور نہ ہی وہ پلک جھپکتے ہوں گے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَتَعَمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ
فِيهِ الْأَبْصَارُ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِينَ رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ
هَوَاءٌ﴾ (سورة ابراہیم: ۴۲، ۴۳)

”اور اللہ کو اس سے بے خبر ہرگز مت سمجھ، جو کچھ (یہ) ظالم لوگ رہے ہیں۔ انہیں تو بس اس روز تک وہ مہلت دیئے ہوئے ہے جس میں نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی۔ وہ دوڑ رہے ہوں گے، اپنے سر اٹھا رکھے ہوں گے، ان کی نظر ان کی طرف واپس نہ آئے گی اور ان کے دل بدحواس ہوں گے۔“

یوم قیامت کی بعض تفصیلات

قیامت کا دن اگرچہ ایک دن ہی ہو گا مگر بہت پر ہیبت دہشت ناک دن ہو گا۔ یہاں ہم اس دن کی دہشت اور خوف کی کچھ علامات بیان کریں گے۔ وہ علامات کے جن کے ذریعے ہمیں اس دن کی کٹھنایوں کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

1. اللہ رب العزت نے یوم قیامت کو ایک عظیم دن، ثقیل دن اور مشکل دن کہہ کر بیان کیا ہے۔ یہ یوم قیامت کی وہ تعریفیں ہیں جو رب العزت نے خود بیان فرمائی ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ
الْعَالَمِينَ﴾ (سورة المطففين: ۴، ۵)

”کیا ذرا بھی خیال نہیں کرتے یہ لوگ کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں ایک عظیم دن (کی پیشی) کے لیے، وہ دن کہ کھڑے ہوں گے لوگ رب العالمین کے حضور۔“

اور اللہ رب العزت نے اسے یوم ثقیل یعنی بوجھل، بھاری دن کہہ کر بیان فرمایا۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُجِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا﴾ (سورة الدهر: ۲۴)

”یہ لوگ تو بس دنیا سے دل لگائے ہوئے ہیں، اور اپنے آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو (بالکل) چھوڑے ہوئے ہیں۔“

اور اللہ رب العزت نے اسے ’عمیر‘ یعنی مشکل دن کہہ کر بھی بیان فرمایا ہے:

﴿فَذَلِكِ يَوْمٌ مِّمَّنْ يَوْمَ عَسِيَ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ﴾ (سورة المدثر: ۹، ۱۰)

”تو وہ دن بہت سخت دن ہو گا۔ کافروں پر وہ ہلکا نہیں ہو گا۔“

اللہ رب العزت غالموں کا ذکر فرما رہے ہیں۔ ان کے دل خالی ہوں گے یعنی اس قدر بیکے ہوں گے کہ اڑے جاتے ہوں گے اور اچھل کے حلق میں آگئے ہوں گے۔

ہم اللہ رب العزت سے استدعا کرتے ہیں کہ ہم سب کو اس روز امن اور سلامتی عطا فرمائے۔

3. یوم حشر کی ہیبت اور شدت کی اگلی علامت یہ ہے کہ اس دنیا میں ہمارے جتنے بھی قریبی اور مضبوط رشتے ہیں، وہ تمام رشتے اور تعلقات جو انسان کو اس کے معاشرے میں مضبوط کرتے ہیں، والدین، بیوی، بھائی بہن، دوست..... قیامت کے دن ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ وہ وقت اس قدر مشکل اور سخت ہو گا کہ یہ تمام رشتے اور تعلقات غائب ہو جائیں گے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾ (سورة المؤمنون: 101)

”پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اس روز نہ ان کے درمیان رشتے ناطے رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔“

اس روز کوئی اپنے کسی رشتے دار اور تعلق دار کو نہیں پوچھے گا۔ دنیا کے تمام رشتے اور تعلق صور پھونکنے کے ساتھ ہی اپنی حیثیت کھو دیں گے، کوئی کسی کو نہیں پہچانے گا اور کوئی اپنے سوا کسی دوسرے کی فکر نہیں کرے گا۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاعَةُ تَوَلَّيْتُ مِنَ أُخْيَرٍ وَأُولَئِكَ وَاصِلَتِهِمْ وَيَتَذَكَّرُ لِكُلِّ أُمَّةٍ رَافِدٌ يَوْمَئِذٍ يَخْلُقُ أَشْيَاءَ مُغَيَّبَةٍ﴾ (سورة عبس: ۲۳ تا ۲۴)

”تو جب وہ آجائے گی کان پھوڑنے والی (آواز)۔ اس دن بھاگے گا انسان اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔ اس دن ان میں سے ہر شخص کو ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (ہر ایک سے) بے پروا کر دے گی۔“

آپ اپنے بھائی سے بھاگیں گے، آپ اپنے باپ اور ماں سے بھی بھاگیں گے اور اپنی بیوی بچوں سے بھی کیونکہ آپ کو صرف اپنی فکر لاحق ہوگی۔

4. اس روز کے خوف و خطر کی چوتھی نشانی کافر کی یہ حرص ہے کہ وہ سزا سے بچنے کے لیے اپنے بدلے کچھ بھی دے ڈالے، وہ کچھ بھی کرنے کو تیار ہو گا۔ وہ کافر جو اللہ کی خاطر ایک روپیہ تک دینے کو تیار نہ ہوتا تھا، حتیٰ کہ ایک لفظ بھی اللہ کے لیے کہنے کو تیار نہ ہوتا تھا..... اس روز کچھ بھی دے دینے کو تیار ہو گا۔ وہ دنیا و مافیہا دینے کو تیار ہو گا بشرطیکہ اسے سزا سے بچا لیا جائے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَلَوْ أَنَّ لِلْكَافِرِينَ نَفْسًا ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِمْ وَأَسْرُوا الْكَذَّابَةَ لَنَا رَأَوُا الْعَذَابَ وَقَفِيزَتْ بِهِمْ بِالنَّظَرِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ (سورة يونس: 54)

”اور اگر ہر ظالم کے پاس دنیا بھر کا (زر و مال) ہو تو بھی اسے فدیہ میں دے دینا چاہے گا اور (اول اول) عذاب دیکھیں گے تو پیشانی کو چھپائیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم (ذرا) بھی نہ کیا جائے گا۔“

تصور کریں اس شخص کا کہ پوری زمین جس کی ملکیت ہو اور وہ جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے وہ سب کچھ دینے کو تیار ہو۔ ناصر یہ کہ وہ اس زمین کے بقدر سب کچھ دے ڈالنے کو تیار ہوں گے بلکہ جہنم کی آگ اور سزا سے بچنے کے لیے وہ اس سے دو گنا دینے کو بھی تیار ہوں گے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿لِّلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ الْخَيْرُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَسْتَجِيبُوا لَهُ أَنْ لَّهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَا فُتْنًا لَهُمْ أُولَئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (سورة الرعد: 18)

”جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم کی بجا آوری کی ان کے لئے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے اس کے حکم کی نافرمانی کی اگر ان کے لئے زمین میں جو کچھ ہے سب کچھ ہو اور اسی کے ساتھ ویسا ہی اور بھی ہو تو وہ سب کچھ اپنے بدلے میں دے دیں، یہی ہیں جن کے لئے برا حساب ہے اور جن کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے۔“

جہنم کی سزا سے بچنے کے لیے وہ ہر چیز کا دو گنا دینے کو تیار ہوں گے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ قُلْ الْأَرْضُ ذَهَبًا وَلَوْ أَفْتَدَى بِهَا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ﴾ (سورة آل عمران: 91)

”ہاں جو لوگ کفر کریں اور مرتے دم تک کافر رہیں ان میں سے کوئی اگر زمین بھر سونا دے گو فدیہ میں ہی ہو تو بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے تکلیف دینے والا عذاب ہے اور جن کا کوئی مددگار نہیں۔“

تصور کریں کہ انسان کے پاس اگر سونے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی ہو تو وہ اسے صدقے میں دینے پر تیار نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن جب حقیقت سامنے آجائے گی۔ یہی تو مسئلہ ہے کہ ہم حقیقت سے ناواقف ہیں، ہم تو خواب کی کیفیت میں جی رہے ہیں، جیسے سلف میں سے کسی نے کہا کہ ”لوگ سو رہے ہیں اور وہ اس وقت نیند سے جاگیں گے جب انہیں موت آجائے گی۔“ ہم نیند کے عالم میں ہیں۔ بے شک ہماری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں مگر ہم پھر بھی سوئے ہوئے ہیں اور ناواقف ہیں۔ ہم نے بہت کچھ روک رکھا ہے، ہم صدقات، اعمال صالحہ اور حسنات کو چھوڑے

بیٹھے ہیں جبکہ قیامت کے دن جب کافر معاملے کی حقیقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا تو وہ پوری دنیا تاوان میں دینے کو تیار ہو جائے گا، جبکہ آج اللہ رب العزت نے انسان سے اس کا مطالبہ نہیں کیا اور اسی بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ارشاد فرمایا:

يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لِأَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَوْ أَنَّ لَكَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ أَكُذِّتَ تَفْتَدِي بِهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ أَكُذِّتَ مِنْكَ أَهْوَنَ مِنْ هَذَا وَأَنْتَ فِي صَلْبٍ أَحْمَرٍ أَنْ لَا تُشْفِرَ لَكَ فِي شَيْءٍ فَأُتْبِتَ إِلَّا أَنْ تُشْفِرَ لَكَ فِي (صحيح بخاری)

”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخ کا سب سے ہلکا عذاب پانے والے سے پوچھے گا: اگر تمہیں روئے زمین کی ساری چیزیں میسر ہوں تو کیا تم ان کو فدیہ میں (اس عذاب سے نجات پانے کے لیے) دے دو گے؟ وہ کہے گا: ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تجھ سے اس سے زیادہ آسان چیز کا مطالبہ کیا تھا جب تو آدم کی پیٹھ میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا لیکن تو میرے ساتھ شرک پر مصر رہا۔“

اللہ فرمائے گا کہ دنیا میں نے تو میں نے تجھ سے بہت کم کا مطالبہ کیا تھا، صرف اتنا ہی کہا تھا کہ لا الہ الا اللہ کہو، نماز پڑھو، روزہ رکھو، صدقہ و خیرات دو اور امت مسلمہ کی خیر خواہی کرو..... دنیا میں تو سونے سے بھری پوری دنیا دینے کا مطالبہ نہ تھا جبکہ آج تم اپنی جان بچانے کو وہ سب بھی دینے کو تیار ہو!!! مگر تب تک بہت دیر ہو چکی ہو گی۔ ہم آج کل کر کے ٹالتے رہتے ہیں اور اگر توجہ سے قرآن ہم پڑھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ آگ میں جانے والوں میں سے بیشتر افراد کی چیخ و پکار محض اس وجہ سے ہو گی کہ وہ ٹال مٹول کرتے رہے اور وقت ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ کافر صرف مادی منافع تاوان میں دینے کو تیار نہ ہو گا بلکہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يَوْمَذُ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِي بِبَنِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤَيُّوهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ مَجْمُوعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ﴾ (سورة المعارج: ۱۱ تا ۱۳)

”اس روز مجرم چاہے گا کہ وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ میں دے دے اپنے بیٹوں کو، اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو، اور اپنے کنبے کو جو اسے پناہ دیتا تھا، اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو، پھر یہ (فدیہ) اس کو بچالے!“

ہم یہ آیات پڑھتے ہیں مگر ان کا اثر نہیں لیتے۔ ان پر غور کریں، ان پر ایسے سوچیں گویا آپ اپنے بچوں بارے سوچ رہے ہیں، تصور کریں کہ آپ اپنے تمام بچوں کو اکٹھا کرتے ہیں اور انہیں ایک عمارت میں بٹھرتے ہوئی آگ میں جھونک دیتے ہیں اور وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے بٹھرتے شعلوں سے جلتے بھختے ہیں اور آپ انہیں دیکھتے رہتے ہیں..... انسان قیامت کے

دن بعینہ یہی کرنے کو تیار ہو گا۔ ہم اپنے ہی بچوں کا آگ کا ایندھن بنانے پر راضی ہوں گے، نہ صرف بچوں کو بلکہ اپنے والدین کو، اپنے بھائیوں کو، اپنے تمام مال و اسباب کو اور اپنی پوری برادری کو، اور ہم سونے سے بھری پوری دنیا بھی دے ڈالنے کو تیار ہوں گے..... کیوں؟ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے، اپنی خلاصی کے لیے اور وہ بھی جہنم کی محض ایک جھلک دیکھ لینے کے بعد۔ جہنم کا ایک نظارہ انسان کی تمام سوچ اور فکر کی تبدیلی کا باعث بن جائے گا اور ہم کچھ بھی اور سب کچھ اس سے بچنے کے لیے دے ڈالنے کو تیار ہو جائیں گے اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب دیکھ رکھا تھا لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَغْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبُكَيْتُمْ كَثِيرًا (سنن دارمی)

”اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم بہت کم ہنسو اور زیادہ رونے لگو۔“

جب ہم جان لیں گے تب ہم دنیا میں ٹھٹھے نہیں لگاتے رہیں گے۔ حسن بصری ایک مرتبہ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو مزے سے قہقہے لگا لگا کر ہنس رہا تھا، حسن بصری نے اس سے پوچھا کہ کیا تجھے اللہ رب العزت نے جہنم سے نجات کی خوش خبری دے دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا اللہ رب العزت نے تمہیں جنت میں داخلے کی ضمانت دے دی ہے؟ اس نے کہا نہیں! انہوں نے کہا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ تم ٹھٹھے لگا رہے ہو اور عیش کر رہے ہو؟ اگر یہ مسئلہ اس قدر سنگین ہے کہ اس کی خاطر ہم اپنے والدین، اپنی بیوی، اپنے بچوں تک کو تاوان میں دینے کو تیار ہوں گے تو پھر اس دنیا میں ہمیں اس کی کچھ فکر کرنی چاہیے اور اس کے لیے کچھ نہ کچھ کوشش ضرور کرنی چاہیے، کچھ نہ کچھ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہم جتنی بھی کوشش کریں گے وہ کافی نہیں ہو سکتی، وہ مطلوب کے مقابلے میں قلیل ہی رہے گی۔ ایک صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

لَوْ أَنَّ رَجُلًا يُجْرُ عَلَى وَجْهِهِ مِنْ يَوْمٍ وَلَيْلٍ إِلَى أَنْ يَمُوتَ هَرَمًا فِي مَرْصَاةِ اللَّهِ لَحَقَّرَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (المعجم الكبير)

”اگر کسی آدمی کو اس کی پیدائش کے دن سے بڑھاپے میں اس کی موت تک ایک لمحہ رضائے الہی میں منہ کے بل گھسیٹا جاتا رہے تب بھی قیامت کے دن وہ اسے کم تر اور حقیر سمجھے گا۔“

پیدائش کے دن سے موت کے دن تک سجدے کی حالت میں نہیں، ذکر کی حالت میں بھی نہیں بلکہ منہ کے بل گھسیٹے جانا..... سوچے ذرا! اسی یا تو بے برس تک منہ کے بل گھسیٹے جانا اللہ رب العزت کی راہ میں..... اور جب قیامت کا دن حقیقت کے لبادے میں آمو جو دو گا تو یہ تمام برس اور ان کی مشقت انسان کی نگاہ میں حقیر معلوم ہو گی..... جب قیامت حقیقت بن کے

سامنے آجائے گی..... یہی وجہ ہے کہ لفظ 'حق' کن چیزوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، موت حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں..... یہ سب حقائق ہیں۔

5. اس دن کے دہشت ناک ہونے کی ایک وجہ اس کی طوالت بھی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿...فِي يَوْمٍ كَانَ مَقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ﴾ (سورة المعارج: ۴)

”... ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔“

یوم حشر ایک دن ہی ہے مگر ہمارے نزدیک وہ اس لیے اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اس کی طوالت پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔ ایک دن پچاس ہزار برس کے برابر طویل۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اللہ رب العزت سے دعا مانگتے ہیں کہ ہماری زندگی کا بہترین دن وہ ہو جس دن ہم تجھ سے ملاقات کریں..... کیونکہ وہ ایک دن ہی پچاس ہزار برس کے برابر طویل ہو گا۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿كَانَ يَوْمَ يَرَوْنَهَا﴾ (سورة النازعات: ۴۶)

”جس دن وہ اسے دیکھیں گے۔“

آج وہ ہمارے سامنے نہیں ہے لہذا ہم اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور اسے ہلکا لیتے ہیں، لیکن جب ہم یوم حشر کو دیکھیں گے تو کیا ہو گا؟ اللہ رب العزت ہمارے لیے وہ بیان فرما رہے ہیں جو ابھی پیش نہیں آیا اور جس نے مستقبل میں یقیناً پیش آنا ہے۔ قرآن ہمارے سامنے ماضی کی باتیں بھی بیان کرتا ہے اور مستقبل کی منظر کشی بھی کرتا ہے، اس طرح گویا یہ سب کہا جا چکا ہو اور یہ سب پیش آچکا ہو۔ اللہ رب العزت قرآن پاک میں ہمارے سامنے بعض مکالمے بیان فرماتے ہیں، بعض اہل جنت کے ساتھ ہونے والے اور بعض جہنمیوں کے ساتھ ہونے والے تاکہ ہمیں آگاہ فرمائیں کہ مستقبل میں کیا پیش آنے والا ہے۔ لہذا اللہ ہمیں بتا رہے ہیں کہ کیا ہو گا جب لوگ یوم قیامت کو یوم حشر کو اپنی آنکھوں کے سامنے حقیقت بنا دیکھ لیں گے؟ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿كَانَ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَعْنَةُ يَلْبِثُونَ إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ طَهًّا﴾ (سورة النازعات: ۴۶)

”جس دن کہ اس کو دیکھ لیں گے (تو یہی سمجھیں گے کہ دنیا میں) گویا ہم ایک

شام یا اس کی صبح تک ٹھہرے تھے۔“

جب وہ یوم حشر کو دیکھ لیں گے تو انہیں سمجھ میں آئے گا کہ دنیا کی زندگی کس قدر مختصر تھی۔ یوم حشر کی صرف صبح ایک ہزار برس سے زیادہ طویل ہو گی۔ ہم پچاس ہزار برس طویل دن کی بات کر رہے ہیں، یعنی پانچ سو صدیاں، پانچ ہزار دہائیاں..... اس قدر طویل ہو گا وہ دن..... اور یہ

دنیا جس میں ہم وہ سب کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں جس کی ہمیں خواہش ہے اور اسی کے لیے ہم کوشش اور محنت کرتے ہیں، اسی کے لیے منصوبہ بندی کرتے ہیں..... دنیا کی یہ زندگی اس روز بس ایسی معلوم ہو گی گویا ایک دوپہر یا ایک صبح..... جیسے چائے کا یا دوپہر کے کھانے کا وقفہ..... بس یہ اتنی ہی سی ہے۔ یہ اس دنیا کی حقیقت ہے۔ یہ دنیا جس لائق ہے اس سے کہیں زیادہ ہم اس دنیا میں کھپا رہے ہیں۔ کسی کو اچھا لگے یا نہ لگے مگر یہی حقیقت ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم دنیا کے لیے اس قدر محنت کرتے ہیں جس کی وہ سزاوار ہے اور آخرت کو اتنا دیتے ہیں جو اس کے لائق ہے۔ یہ درست ہے کہ مومن اللہ سے مانگتا ہے کہ دینا اتنا فی الدنيا حسنة و فی الآخرة حسنة..... مگر اس کا کوئی تناسب بھی تو ہونا چاہیے۔ دونوں کو اتنا ہی حصہ ملنا چاہیے جتنا ان کا حق ہے۔ ہم دنیا میں کتنا رہ سکتے ہیں؟ ایک سو سال! اور یوم قیامت کتنا طویل ہے؟ پچاس ہزار سال، ان کے مابین ایک تناسب بنائیں اور پھر ہر ایک کو اس کا حق دیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب لقمان حکیم اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے تو فرمایا، ”دنیا کے لیے اتنی محنت کرو جتنا وقت تمہیں یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اس قدر محنت کرو جس قدر تم نے وہاں رہنا ہے“، میں یہ نہیں کہتا کہ دنیا کو بالکل ترک کر دو مگر اسے اتنا ہی دو جتنا وقت تم نے اس میں رہنا ہے۔ تم نے اس دنیا میں ساٹھ، ستر یا اسی سال رہنا ہے تو بس اتنا وقت اس دنیا کو دو جس میں اس ساٹھ ستر سال کی تیاری ہو جائے، اور اگر تم نے آخرت میں اتنا ہی وقت کے لیے رہنا ہے تو اسے اتنا وقت دو جتنا وہاں کی تیاری کے لیے ضروری ہے..... اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کر رہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ﴾ (سورة الروم: ۵۵)

”اور جس دن قیامت قائم ہو گی مجرم لوگ قسم کھا بیٹھیں گے (کہ) ہم لوگ تو ایک ساعت سے زیادہ رہے ہی نہیں۔ اسی طرح یہ لوگ اٹلے چلتے رہتے تھے۔“

وہ قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں گھنٹہ بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرے کیوں؟ کیونکہ انہیں یوم حشر میں ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے تین سو چار سو پانچ سو برس گزر چکے ہوں گے تو اس حال میں انہیں دنیا کی زندگی محض لمحے بھر یا گھنٹہ بھر کی ہی محسوس ہو گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی صحبہ وسلم

☆☆☆☆☆

سورة الانفال

خواطر، نصائح اور تفسیر

شہید عالم ربانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

سے باہر کی زندگی گزارنا اس طرح ہوتا ہے جیسے مچھلی کو پانی سے باہر رکھ دیا جائے اور وہ یہ تصور نہیں کر سکتا کہ چند لمحے بھی اس کے ایسی حالت میں گزریں گے کہ وہ اس عبادت سے دور ہو گا۔ تو یہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فضل اور اپنے بندوں پہ احسان ہے کہ جب وہ نیکی کی طرف قدم اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانیاں پیدا کرتے ہیں اور مشکل نظر آنے والی چیز بھی ان کے لیے سہل ہو جاتی ہے۔ آگے اللہ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا! اذْكُرُوا اللَّهَ الَّذِي بَعَثَ فِيكُمْ نُوحًا وَمَا يُنَادِي بِتِلْكَ الْأُمَّةَ قَدْ خَلَتْ مِنْ أَمْرِهَا وَاسْمُهَا كَافَّةً ۚ وَرَأَيْتُمُ الْمُشْرِكِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ الَّذِي يَخْلُقُ الْإِنْسَانَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهُ فَذُكِّرُوا وَلَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهُ فَذُكِّرُوا وَلَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهُ فَذُكِّرُوا ۚ﴾ (سورة الانفال: ۱۶، ۱۷)

صدق الله مولانا العظيم، رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي، وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي، وَاخْلُصْ عُنُقَدَةً مِّنْ لِّسَانِي، يَفْقَهُوا قَوْلِي

اس سے پہلے ہم نے غزوہ بدر کے موقع پر اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے جو مختلف انداز سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نصرت کی گئی اس کا حال پڑھا کہ اللہ نے فرشتے اتارے، اونگھ طاری کی، بارش برسائی ہر قسم کی ان کی ضرورت پوری کی، ان کے دلوں کے اندر سکینت ڈالی، فرشتوں نے بلا واسطہ براہ راست قتال کے اندر شرکت کی اور کافروں کے دلوں میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا رعب ڈالا۔ تو ایک نکتہ اسی بات کو پورا کرتے ہوئے..... اور وہ یہ کہ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس سے یہ نکتہ نکلتا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے اطاعت کے کام یا عبادت کو آسان کر دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ بندہ اللہ پہ توکل کرتے ہوئے کسی عبادت کو شروع کرنے کا عزم کرے، پھر اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کے اسباب بھی اس کو مہیا فرمادیتے ہیں اور بظاہر مشکل نظر آنے والی چیز بھی اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسان کر دیتے ہیں۔ تو یہ جہاد کے لیے بھی درست ہے اور باقی عبادت کے لیے بھی درست ہے۔ جس کے لیے اللہ مشکل بنائیں اس کے لیے پانچ وقت کی نماز بہت مشکل کام ہو جاتا ہے اور کوشش کے باوجود اس کو نہیں پڑھ پاتا اور جس کے لیے اللہ آسان کر دیں تو اس کی زندگی کا ایسا حصہ بن جاتا ہے کہ چھوڑنا مشکل بن جاتا ہے۔ جس کے لیے اللہ مشکل کر دیں روزہ اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے، اس کو یوں لگتا ہے کہ ایک مہینے تک رمضان میں یوں روزے سے رہنا بہت مشکل کام ہے لیکن اللہ جس کے لیے آسان کر دیں اس کے لیے رمضان سے آگے بڑھ کے نفلی روزہ بھی رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ جہاد کا ہے کہ باہر بیٹھے شخص کو لگتا ہے بہت مشکل عبادت ہے، اس میں قتل ہے، اس میں خون ہے، اس میں جانیں جاتی ہیں، غم ہیں، مشکلات اور قربانیاں ہیں، جیلیں کاٹنی پڑتی ہیں، لیکن جس کے لیے اللہ آسان کر دیں اتنا آسان ہو جاتا ہے اس کے لیے کہ جہاد

تو اے ایمان والو! اِذَا لَقَيْتُمْهُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا، ”جب تمہارا کافروں کے ساتھ لشکروں کی صورت میں ٹکراؤ ہو یا صفیں تمہاری ان کے ساتھ ٹکرائیں تو قَلَا تُولُوهُمْ الْأَذْبَارَ، تو ان کی طرف پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ زَحْفًا کہتے ہیں صفوں کی صورت میں دشمن کی طرف بڑھنے کو یا دشمن کی طرف پیش قدمی کرنے کو؛ تو اس کیفیت کے لیے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ جب یوں صفیں آنے سامنے آجائیں کافروں سے، لڑائی کا، عین قتال کا موقع آجائے تو اس موقع پہ موجود جتنے مسلمان ہیں ان کے لیے پیچھے ہٹنا جائز نہیں رہتا اور ان کو حکم یہ ہے کہ وہ پیچھے پیٹھ نہ پھیریں، یہ ان مواقع میں سے ہے جن پہ جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ عام حالات میں کہ جب جہاد فرض کفایہ بھی ہو تب بھی فرض کفایہ جہاد میں اگر کسی جگہ صفیں آنے سامنے آجائیں گی، عملاً جنگ کا آغاز اس خاص موقع پہ ہو جائے گا تو وہاں موجود مسلمانوں کے لیے پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کو مقصد پورا ہونے تک قتال کرنا ہے اور اس کی وجہ

ہے، بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اصل تو اللہ کا حکم ہے لیکن یہ چیز کہ ایک مسلمان بھی جنگ کے موقع پہ پیچھے ہٹتا ہے، لشکر میں سے ایک شخص بھی کمزوری دکھاتا ہے تو اس کے نتیجے میں پورے لشکر کے اندر وہن اور کمزوری آتی ہے، وہ سب پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جبکہ ایک شخص آگے بڑھتا ہے بالکل اس کے تو اس ایک کے آگے بڑھنے سے سب کے حوصلے آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ وہ جو ایک تردد ہوتا ہے دشمن کی طرف پیش قدمی میں، ایک بندے کے دشمن کی صفوں میں گھس جانے سے سب کا تردد ٹوٹ جاتا ہے۔ صرف پہلے بندے کے ہمت کرنے اور حوصلہ کرنے کی بات ہے۔ تو یہ ایک ایسا جرم ہے یعنی جنگ کے موقع پہ پیچھے ہٹنے کا جرم کہ اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات تک اس کا اثر نہیں محدود رہتا بلکہ مسلمانوں کے پورے معاشرے پہ یا جو لوگ اس کا روائی میں، اس جنگ میں شریک ہوتے ہیں ان سب پہ اس کا اثر پڑتا ہے۔ تو ایک مسلمان سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو یہ چیز مطلوب ہے۔ اللہ کو اس سے شجاعت ایمانی مطلوب ہے۔ اللہ کو اس سے دین کے معاملے میں قوت اور مضبوطی مطلوب ہے اور جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نزدیک قوی مومن کمزور مومن کی نسبت زیادہ محبوب ہے۔ تو دین کے معاملے میں قوت دکھانے والا، مضبوطی دکھانے والا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے اور یہی ہم سے دین کے معاملے میں دیکھنا اللہ کو مطلوب ہے۔

آج ہم جس نظام تلے رہتے ہیں وہ جمہوری نظام ہمارے اوپر مسلط ہوا ہے۔ اس نے دین کے معاملے میں ہمیں بالکل شیور مرغیوں جیسا بنادیا ہے اور امت کو آپس میں اس جمہوریت نے اتنے ٹکڑوں میں توڑا ہے کہ بجائے اس کے کہ مسلمانوں کی توجہ پھیری جاتی خارجی دشمنوں کی طرف، ان دشمنوں کی طرف جو ان کے دین پر حملہ آور ہیں، جو ان کے جان مال پر حملہ آور ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ مسلمان معاشرے کا حال یہ ہے کہ بیس کروڑ، اٹھارہ کروڑ کی آبادی میں آدھے لوگ پیپلز پارٹی کے کندھے کے نیچے کھڑے ہوئے ہیں آدھے مسلم لیگ کے کندھے کے نیچے کھڑے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف زندگیاں لگ رہی ہیں (لگ بھگ دس سال پہلے کی بات ہے یہ)۔ تیس تیس سال چالیس سال ایک لایعنی بے مقصد، جاہلی کام کے لیے دن رات ایک کیا جا رہا ہے، پیسے لگائے جا رہے ہیں اور بات بڑھتے بڑھتے سر پھٹول سے آگے قتل و قاتل تک چلی جاتی ہے۔ ابھی کراچی کے اندر جو صورتحال نظر آتی ہے، ابھی ایم کیو ایم پیپلز پارٹی سے اور پیپلز پارٹی کسی تیسری پارٹی سے اور سب ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں اور سب جاہلی کاموں کی خاطر۔ تو یہاں پہ قوت دکھانا، بد معاشی کا مظاہرہ کرنا، مسلمانوں کا ایک دوسرے کا خلاف دست و گریبان ہونا یہ وہ کام ہے جس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔ تو شریعت کا نظام ہو اور خلافت قائم ہو تو یہ ساری امت کی قوت باہر سے آنے والے خطرات یا امت کے دین پہ، اس کی جان پہ، اس کے مال پہ حملہ آور ہونے والوں کے خلاف لگائی جاتی۔ تو یہ وہ کردار ہے جو مسلمانوں سے مطلوب ہے کہ وہ دین کے معاملے میں مضبوطی

دکھائیں اور ایک دوسرے کے سامنے، مسلمانوں کے داخلی معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور شفقت کا رویہ رکھنے والے بنیں۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کافروں سے جب تمہارا لشکروں کی صورت میں سامنا ہو، صفیں آپس میں ٹکرائیں، تو پیچھے پھیر کر مت بھاگو۔ پھر ساتھ ہی اس کے اوپر وعید بھی آتی ہے کہ وَمَنْ يُّؤَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُؤْرًا کہ جس کسی نے اس دن یعنی اس موقع کے اوپر پیچھے پھیری دشمن کی طرف اور بھاگا تو..... اس کے بعد اللہ تعالیٰ دو استثناءات بیان کرتے ہیں۔ صرف دو صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں بھاگنے کی یا پیچھے ہٹنے کی گنجائش ہے اور اس کے بعد آخر میں سزا کا بھی اعلان فرماتے ہیں کہ جس نے بھی ایسا کیا کہ بلا عذر جو پیچھا ہٹا توفَّقَ بَاءً يَغْضَبُ رَبُّنَ اللّٰہِ تَوَدَّ اللّٰہُ کے غضب میں گھر گیا یا یوں بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ اللہ کے غضب میں واپس لوٹا۔ تو یہ معروف قاعدہ ہے کہ جب بھی قرآن میں یا رسول اکرم ﷺ کے فرامین میں وعید آتی ہے، جہنم کی وعید سنائی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز کم از کم واجب ہے۔ اس لیے کہ واجب کو چھوڑنے ہی پر سزا یا وعید کا اعلان ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر مکروہ بھی ہوتی تو اس پر سزا نہیں رکھی جاتی۔ احادیث صحیحہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ سب سے شدید کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ جنگ کے موقع پہ پیچھے ہٹنا ہے۔ تو یہاں پہ تھوڑی دیر رکھنے کا مقام ہے۔ ایک ایسی امت جو نفس جنگ و جہاد سے ہی دور ہو گئی ہے..... یہ اس سے آگے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ناصر صرف جنگ کا حکم دے رہے ہیں بلکہ جنگ میں بھی اس بات کا حکم دے رہے ہیں کہ جب آمنے سامنے ٹکراؤ ہو جائے تو پیچھے نہیں ہٹنا اور ہٹو گے تَوَفَّقَ بَاءً يَغْضَبُ رَبُّنَ اللّٰہِ کے غضب گھر جاؤ گے وَمَا وَدَّ جَهَنَّمَ اور ٹھکانہ جہنم ہو گا وَيُنْفِثُ الْمَصِيئُ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ تو کیسے ذہن ہمارے بدلے جا چکے ہیں۔ کیا ہماری جو ذہنی کیفیت ہے، عام مسلمان کی، اسے جہاد سے اتنا دور لے جایا گیا ہے، یہ باتیں ہم اپنی طرف سے تو نہیں کر رہے۔ یہ تو اللہ کی کتاب نے کھول کھول کر بیان کی ہیں۔ تو اتنے واضح الفاظ ہیں جو کوئی ترجمے سے بھی گزر جائے وہ کانپ جائے کہ کیا بات کی جا رہی ہے۔ اتنا محکم فریضہ ہے، اتنا واضح فریضہ ہے جہاد لیکن اس سے اتنا دور لے جایا گیا کہ ایک عام مسلمان اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اتنا بڑا گناہ ہے۔ یہ تو اس کے لیے ہے جو جہاد میں نکلا، نکلنے کے بعد جس کا دشمن سے سامنا ہوا، دشمن سے سامنا کرتے کرتے اس کے اندر کمزوری آئی اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ جو سرے سے آیا ہی نہیں تو اس کا حال کیا ہو گا؟ اللہ کے ہاں اس کا مقام کیا ہو گا؟ تو وہ ساری احادیث پھر ٹکا ہوں سے گزرتی ہیں مَن مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُغْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ کہ جو اس حال میں مرا کہ نہ کبھی جنگ کی، نہ کبھی جنگ کے بارے میں اپنے دل میں پگنیت کی، نہ کبھی جنگ کا ارادہ کیا تو وہ نفاق کی ایک حالت میں مرا یا نفاق کے ایک شعبے میں اس کو موت آئی یا منافقت کی موت مرا۔ تو اتنا خطرناک ہے یہ معاملہ۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنی چاہیے اپنے لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ اس عبادت پہ ثبات دیں اور اپنے تمام مسلمان بھائیوں کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے جو اس

عبادت سے دور بیٹھے ہیں کہ بغیر کسی شرعی عذر کے۔ جو کسی شرعی عذر کی وجہ سے دور ہے وہ عند اللہ معزور ہے، لیکن جو بغیر کسی شرعی عذر کے دور بیٹھا ہے، اپنی جوانی کو، اپنی قوت کو، اپنے مال کو، اپنے وقت کو، دیگر کاموں کے اندر اور فرض عین کی موجودگی میں غیر اہم یا لایعنی کاموں میں خرچ کر رہا ہے، اس کے لیے اللہ سے تڑپ کے (ساتھ) دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس فریضے کی اہمیت اس کے سینے کے اندر بٹھائیں اور اس کو اس کی طرف رخ کرنے کی توفیق دیں۔

اب اصلی حکم تو یہ واضح طور پر آگیا۔ جب کفار سے قتال کا وقت ہو تو پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ایسا کرنا نہ صرف حرام یا گناہ بلکہ کبیرہ گناہ، بلکہ حدیث کے مطابق، اکبر الکبائر، سب سے بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے، تو اس میں سے دو استثناءات ہیں جو شریعت نے دی ہیں۔ پہلی استثناء یہ کہ لَا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ جنگی چال کے طور پر یا جنگ میں بینتر ابدلنے کے طور پر ایسا کیا جائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ جنگی چال کے طور پر سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت خالد بن ولید کی جگہوں کا ہم حال پڑھتے ہیں کہ بعض مواقع پر انہوں نے ایک چھوٹی سی ٹولی پہلے کافروں کے لشکر کے مقابلے کے لیے آگے بھیجی اور جب لشکر نے آگے پیش قدمی شروع کی تو وہ چھوٹی ٹولی پیچھے ہٹی گئی تاکہ وہ دشمن کو یہ تاثر دے کہ دشمن ان پر فتح پا گیا ہے اور دشمن اسی خوشی میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس کو جس میدان تک لانا چاہتے تھے یا جس دڑے اور جس وادی میں اس کو پھنسانا چاہتے تھے، وہاں تک اس کو لے آئے اور پھر باقی جو انتظار میں پیچھے فوج (چھپی) بیٹھی ہوئی تھی، اس نے حملہ کیا تو یہ جو پیچھے ہٹا ہے یہ جنگی چال ہے۔ دشمن کو آپ اپنی پسند کے میدان میں کھینچ کر لے آئے۔ تو یہ ایک مثال ہے اس بات کی۔ اسی طرح پیچھے ہٹنا ہو کسی عسکری حربے کے طور پر تو وہ پیچھے ہٹنا مطلوب ہے۔ تو آج بھی یہ سب کچھ موجود ہے اور مجاہدین کسی بھی جگہ پہ..... مثال کے طور جب محمود میں فوج کا آپریشن شروع ہوا تو تین خطوط (صف، رکاوٹ) مجاہدین نے، محسود کے ساتھیوں نے بنائے بعض محاذوں کے اوپر۔ تو پہلے دو خطوط وہی خطوط، یعنی فرضی خطوط تھے، صرف دشمن کو دکھانے کے لیے تھے اور تیسرا خط جو تھا وہ اصل خط تھا کہ جس کا کام تھا کہ جب پہلے دو خطوط توڑتا ہوا دشمن آگے بڑھے تو یہ سمجھے کہ میں سب کچھ ختم کر چکا ہوں، تب تیسرے خط پر بیٹھے ساتھی ان کے اوپر ضرب لگائیں۔ یہ بھی جنگی چال کی مثال ہے کہ ایسا پیچھے ہٹنا جس کے پیچھے واضح عسکری مقصد موجود ہے یا دشمن کو کسی جگہ پھنسانا مقصود ہے۔ اسی طرح صومالیہ میں جس طرح جب ابھی تینوں اطراف سے فوج داخل ہوئی افریقی یونین کی اور صلیبی افواج داخل ہوئیں تو ساتھیوں نے شہر کے شہر خالی کیے اور پیچھے ہٹے اور بعض مواقع پر خود BBC نے رپورٹ دی کہ ان کی فوجوں کے سامنے اتنا بڑا علاقہ خالی ہو گیا جس کے لیے وہ ذہناتیار بھی نہیں تھے اور وہ speed (تیزی) میں آگے بڑھتے گئے اور جگہیں خالی چھوڑتے گئے تو پیچھے کا کنٹرول وہ نہیں سنبھال پائے جہاں سے مجاہدین کو پھر واپس آنے کا موقع ملا۔ تو یہ چند مثالیں ہیں جس سے یہ بات سمجھی

جاسکتی ہے کہ مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ سے کیا مراد ہے کہ جنگی چال کے طور پر پیچھے ہٹنا اس سے مستثنیٰ ہے۔

اور دوسرا اَوْ مُتَحَرِّفًا إِلَى فِتْنَةٍ، یا کسی گروہ کی پناہ لینے کے لیے یا کسی گروہ کی طرف واپس پلٹنے کے لیے پیچھے ہٹا جائے۔ بالخصوص ہم جس طریقہ جنگ کو اختیار کیے ہوئے ہیں، یعنی چھاپہ مار طریقہ جنگ یا گوریلا طریقہ جنگ جو اس وقت مجاہدین کا ساری دنیا میں طریقہ بن چکا ہے اور اس کی وجہ ہے کہ ہمیشہ جب کمزور قوت بڑی قوت کے ساتھ ٹکراتی ہے تو اس کے لیے سب سے مناسب طریقہ جنگ یہی ہوتا ہے کہ وہ چھاپہ مار طریقہ جنگ اختیار کرے۔ تو ایسی صورت میں جنگ کی نوعیت ہی بالاصل یہ ہے کہ وہ کروفر کی جنگ ہے یا وہ hit and run کی جنگ ہے، مارو اور واپس پلٹو کی جنگ ہے۔ تو وہاں مطلوب یہ نہیں ہوتا کہ کارروائی کے لیے جائیں..... بالعموم یہ مطلوب نہیں ہوتا لایہ کہ صریح اوامر ہوں..... بالعموم یہ مطلوب نہیں ہوتا کہ جائیں اور کسی چیز کو فتح کر کے آئیں۔ بالعموم دشمن کو تنگ کرنا اس پر چھوٹی چھوٹی ضرئیں لگانا اور اپنے آپ کو، اپنے ساتھیوں کو، مالی اور جانی جو وسائل ہیں، ان کو بچا کر واپس لگنا ہوتا ہے۔ تو یہ وہ طریقہ ہے جو مجاہدین مستقل اختیار کرتے ہیں۔ ابھی بھی افغانستان کی بیشتر ولایات (صوبوں) میں جو جنگ ہے وہ اسی طرز کی ہے کہ اب افغانی مجاہدین سالوں بلکہ دہائیوں سے اس کا تجربہ کر کر کے اتنے تاک ہو چکے ہیں کہ آپ کارروائی کے چند منٹ بعد پیچھے مڑ کے دیکھیں تو سارے غائب ہوتے ہیں۔ تو یہ مبنی بر خوف چیز نہیں ہے، وہ ان کی زندگی کا جزو بن چکی ہے، ان کی فطرت بن چکی ہے۔ ان کو پتا ہے جنگ نے صبح نہیں ختم ہو جانا اور جنگ جاری ہے اور وہ تیس سال سے جنگ کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد کو جنگ کرتے دیکھا تھا۔ بعض نے اپنے دادا کو جنگ کرتے دیکھا تھا۔ اب تیسری نسل ہے جو جنگ ہی میں بڑی ہو رہی ہے۔ تو ان کو تجربہ ہے اس بات کا کہ دشمن کو مار کے پہلا کام یہ ہے اپنے وسائل کو وہاں سے نکال لینا اور بچا لینا۔ دشمن کو تنگ کرنے کے لیے کل پھر حاضر ہوں گے۔ دوسرے، تیسرے دن پھر آئے ہوئے ہوں گے۔ جاتے ہیں دو میزائل مارے یا چھوٹے ہتھیاروں سے ایک خاص ٹائم کے لیے حملہ کیا، حملہ کر کے اپنے وسائل لے کے پھر واپس آگئے پیچھے باقی اپنے لشکر کی طرف یا پھر اپنے مرکز کی طرف۔

اَوْ مُتَحَرِّفًا إِلَى فِتْنَةٍ، یہ جو اپنے فتنہ، گروہ کی طرف واپس پلٹنا ہے یہ بھی اس سے خارج ہے۔ اس کی ایک مثال یہ بھی ہو سکتی ہے ہماری جنگ میں ہم یہ طے کرتے ہیں چھاپہ مار جنگ کے باوجود کہ آپ ایک جگہ ایک ہدف رکھ کے کہ حکومت کی اس پوسٹ کو فتح کرنا ہے یا اس علاقہ پر قبضہ کرنا ہے تو آپ نے پانچ آٹھ یا دس ہندوں کی ایک فوجی پوسٹ تھی اس پہ حملہ کیا۔ حملہ اسی نیت سے کیا کہ اس کو ختم کریں گے لیکن وہاں دس ہندوں کے اعتبار سے ہی آپ تیاری کر کے گئے لیکن تھوڑی دیر جنگ طویل ہوئی اور آپ کا گھیراؤ ہونا شروع ہو گیا۔ تو یہاں پہ اصلاً تو یہی ہدف ہے کہ اس کو ختم کرنا ہے لیکن آپ نے یہ دیکھا کہ قوت کا توازن بدل گیا ہے

اور جنگ آپ کی ایک دفعہ پھر ایک طویل جنگ ہے تو آپ واپس لوٹیں اپنے باقی ساتھیوں کی طرف کہ ان سے مدد لیں اور پھر دوبارہ اگلے دن یا اس سے اگلے دن بہتر ترتیب کے ساتھ واپس پلٹیں۔ جب تک یہ مقاصد ہوں تب تک واپس پلٹنا، یعنی جب کسی جنگی حکمت عملی کے تحت ہو یا واضح چال کی صورت ہو یا چاہے وہ کسی جنگی حکمت کے طور پر ہو یا جنگ کی فطرت ہی یہ ہو کہ واپس پلٹنا ہو چاہے مدد لینے کے لیے لوٹیں، وہ اس سے خارج ہے۔ وہ اس و عید سے خارج ہے جو ہم نے پڑھی۔ جیسا کہ غزوہ موتہ کے موقع پر ہوا۔ حضرت خالد بن ولید لشکر کو بچا کر واپس لوٹے تو رسول اکرم ﷺ سے لقب بھی پایا اور آپ سے تعریف اور تحسین کے مستحق بھی ہوئے۔ حالانکہ اس جنگ کے اندر یعنی سیف اللہ کا جو آپ کو لقب ملا وہ کسی فتح کے معنوں میں، یعنی دشمن پر جنگ میں کوئی فتح نہیں ہوئی تھی۔ اس جنگ کے موقع پر آپ کو یہ لقب ملا جس جنگ کے موقع پر صرف لشکر کو نکال کے لے آئے تھے صحیح سالم۔ تو یہ موقع موقع کی مناسبت سے یہ بات ہوتی ہے۔ ہمارے اعتبار سے اس کو آپ ایک بنیادی طریقہ مضبوط کرنے کا یہ ہے یا اس کو سمجھنے کا یہ ہے کہ بات اس پر کھڑی ہے کہ امرء اس کا تعین کر کے بھیجیں اس کارروائی کا مقصد کیا ہے؟ کہ آپ نے تنگ کر کے پانچ منٹ میں، دس منٹ میں، یہ چار میزائل یا گولے مار کے واپس پلٹنا ہے۔ تو انشاء اللہ یہاں پیچھے ہٹنے کے اندر کوئی حرج نہیں ہے۔ تو ابھی امراء کے ساتھ یہ جڑی ہوئی بات ہے۔ امراء نے کس کے ذمے، کس موقع پر، کیا کام لگایا ہے۔ اگر کسی کے ذمہ یہ ہے کہ وہ کھڑا رہے، تو وہ آخر تک کھڑا رہے چاہے اللہ کے راستے میں اس کی جان جائے اور یہی ایک مسلمان کا کام ہے۔ اللہ ہم سب کو آزمائشوں سے محفوظ رکھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ، جب کوئی ایسا موقع آئے تو اللہ تعالیٰ ثابت قدمی نصیب فرمائیں لیکن اصل بات یہی ہے کہ یہ جان میری اور آپ کی نہیں ہے، اللہ کی عطا کردہ ہے؛ اور اگر اللہ ہی اس جان کو واپس طلب کر رہے ہوں، اپنے دین کے کسی راستے کے اندر پھر بغل کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اس دین کی خاطر، اللہ ہی کے کسی حکم کی خاطر جان کے نکلنے ہو جائیں تو وہ میری ہے نہیں جان کہ میں اس پر غم کروں، میری نہیں ہے جان جو میں اس کو بچانے کی حرص کروں۔ وہ جس کی ہے اس نے واپس مانگ لی۔ تو یہ وہ حکم ہے جو شریعت نے اس حوالے سے ہمیں سکھایا اور اس کے اندر ظاہری بات ہے بہت سی عسکری تعلیمات بھی چھپی ہوئی ہیں شرعی احکامات کے علاوہ۔ تو یہ طے کر لینا کہ نہیں ہم اپنے علاقے کے اندر غیر کو نہیں گھسنے دیں گے ہر حالت میں خط بنا کر جنگ کریں گے، تو یہ شریعت کا کوئی حکم نہیں ہے اور بعض حالتوں میں، بالخصوص قوت کا توازن اگر وہی ہو جو ہمارا ہے، یہ نقصان کا باعث ہو سکتی ہے۔ تو ہم جس حالت میں ہیں اس میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ دشمن کو اندر آنے دیا جائے اور اپنے آپ کو ابتدا ہی سے چھاپہ مار جنگ کے لیے ڈھالا جائے۔ امارت اسلامیہ پر حملہ ہوا تو پوری اسلامی امارت تھی لیکن وہ ان کا فہم ہے امور کا، وہ یہ سمجھ گئے کہ جس بڑی قوت کے ساتھ ہمارا سامنا ہو رہا ہے اس کا خطوط بنا کے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ تو تھوڑی دیر مقابلہ کرنے کے بعد پھر دنوں میں انسحاب ہوا ہے اور مکمل انسحاب ہوا ہے اور ایسے غائب ہوئے جیسے تھے ہی نہیں لیکن اس

میں نقصان پھر بہت تھوڑا ہوا۔ یہی جانی نقصان اگر وہ کھڑے ہو کے مقابلہ کرتے تو بہت بڑا نقصان ہوتا جبکہ اس سے نقصان بہت تھوڑا ہوا۔ جس طرح ابھی مثال دی صومالیہ میں تقریباً اسی طرح ہوا۔ اسلامی امارت کئی ولایات پر قائم تھی لیکن جب اس طرح کا بھرپور حملہ ہوا تو ایک دن بھی کھڑے نہیں ہوئے۔ فوراً پیچھے ہٹنا شروع ہوئے تاکہ دشمن کو پھیلایا جائے، پھنسا یا جائے اپنے چھاپہ مار جنگ کے طریقے میں اور یہی وہ طریقہ ہے جو مجاہدین کے لیے زیادہ مفید طریقہ ہے۔ تو خطوط پر خطوط بنا کر مقابلے پر اصرار کرنا یہ ہمارے حالات میں مناسب نہیں۔ ویسے بھی یہ آیت زحٰن کی بات کر رہی ہے کہ جہاں صفیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں ہوں۔ تو ہم تو ہیں ہی نہیں اس حالت میں کہ صفیں اس طرح سے بنی ہوئی ہوں، آٹنے سامنے سے آ رہی ہوں۔ ہم تو درخت کے پیچھے سے نکلے ہیں دو چار فائر مارتے ہیں مار کے نکل کے پھر واپس ہوتے ہیں۔ یہ تنگ کرنا جس کو شیخ اسامہؓ کہا کرتے تھے bleed to death policy (موت تک خون بہانے کی حکمت عملی) یعنی تھوڑا تھوڑا خون دشمن کا بہاتے رہو یہاں تک کہ سالوں تک خون بہہ بہہ کے پھر بالآخر وہ مر جائے یا پھر وہ ہاتھی گر جائے۔ یہ وہ پالیسی ہے جس پر مجاہدین سالوں سے عمل پیرا رہے ہیں۔ اسی پر مجاہدین کو عمل پیرا رہنا چاہیے یہاں تک کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ وہ قوت نصیب فرمائیں جو کفار کے آٹنے سامنے لشکر بنا کر، صفیں بنا کر لڑنے کے لیے لازم ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان آیات کا مفہوم سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

سبحانک اللہم و بحمدک نشہد ان لا الہ الا انت نستغفرک و نتوب الیک و
صلی اللہ علی النبی

☆☆☆☆☆

بقیہ: افغان سے محبت مری ایماں کے لیے ہے!

اے اللہ تو ان پر اپنا عذاب نازل فرما۔ اے اللہ یہی ہیں جنہوں نے اسلام آباد کی لال مسجد کو تیرے قرآن کو سینوں سے چٹائے طلباء و طالبات کے خون سے رنگین کیا۔ انہوں نے ہی کراچی، لاہور، کوئٹہ، پشاور اور ہر بڑے چھوٹے شہر میں تیرے اولیاء کی لاشیں سڑکوں پر پھینکیں۔ پھر یہی ہیں وہ جنہوں نے عرب و عجم کے مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا۔ اے اللہ پھر یہی ہیں جنہوں نے افغانستان پر صلیبی قبضے میں براہ راست اپنا سیاہ کردار ادا کیا۔ اے اللہ تو ان کے ایک ایک جرم کو جانتا ہے۔ اے اللہ پاکستان اور افغانستان کی مظلوم عوام کو ان کے شر سے آزادی نصیب فرما۔ اے اللہ ان سب کو ان خائن قوم و ملت کے خلاف اٹھنے کی توفیق عطا فرما۔ ان کے باہمی بھائی چارے کو مزید قوی کر۔ اور ان سب کو ہر مظلوم کی مدد کرنے والا بنادے۔ آمین! یارب العالمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ
وصحبہ اجمعین۔

مجاہد چھوڑ جاتا ہے؟

تالیف: **أبو البراء الإبي**
وجہ نمبر: چوبیس (24)

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابو البراء الإبی کی تالیف تبصرة المساجد فی أسباب انتكاسة المجاهد کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

چوبیسویں وجہ: دنیا کے فتنے میں پڑ جانا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الدنيا حلوة خضرة وإن الله مستخلفكم فيها فينظر كيف تعملون فاتقوا الدنيا واتقوا النساء فإن أول فتنة بني إسرائيل كانت في النساء.

”خوش نمابندی گئی ہے لوگوں کے لیے خواہشوں کی محبت یعنی عورتیں اور بیٹے اور بڑے بھاری مال سونے کے اور چاندی کے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتیاں، یہ دنیا والی زندگی کا فائدہ اٹھانا ہے اور اللہ کے پاس ہے اچھا ٹھکانہ۔“

اور فرمایا:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِيَتَّبِلُوهُمْ أَكْبَرُ أَحْسَنَ عَمَلًا
(سورۃ الکہف: 7)

”بلاشبہ زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کے لیے زینت بنایا ہے تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے۔“

دنیا میں مختلف لذات اور خوبصورت منظر کو اللہ تعالیٰ نے آزمائش اور امتحان بنایا ہے۔ اور بندوں کو اس دنیا میں خلیفہ بنایا ہے تاکہ دیکھے کہ وہ کیا کرتے ہیں؟

اب جو اس میں سے حلال کھائے، اور اس کے حق میں خرچ کرے، اور اللہ کی بندگی کو ادا کرنے کے لیے اس سے مدد لے، جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا تھا، تو یہ دنیا اس کے لیے اس سے بہتر اور دائمی ٹھکانے کی طرف زائرہ اور سواری بن جاتی ہے۔ اس کے لیے نبوی اور اخروی خوشی نصیب ہوتی ہے۔

اور جو اس دنیا کو اپنا سب سے بڑا مقصد بنائے، اپنے علم کی انتہا اور اپنی آخری مراد گردانے، تو اسے اس دنیا میں سے فقط وہی ملے گا جو اس کے لیے لکھا گیا تھا۔ جبکہ اس کے بعد اس کے نصیب میں بد بختی ہوگی۔ وہ دنیا کی لذتوں اور شہوتوں سے صرف تھوڑے عرصے کے لیے مزے لے سکے گا۔ اس کے لیے لذتیں تھوڑی اور ہم و غم لمبے ہوں گے۔“ ا۔ھ

”دنیا بڑی شیریں اور ہری بھری ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا میں خلیفہ بنایا ہے۔ لہذا وہ دیکھتا ہے کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو۔ پس خبردار! تم دنیا سے بچنا اور عورتوں سے دور رہنا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔“ (بروایت مسلم)

علامہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں دنیا کی حالت کا ذکر کیا ہے اور اس کی ایسی تعریف کی ہے جو دیکھنے والوں اور چکھنے والوں کو پسند آئے۔ اور پھر بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بندوں کے لیے آزمائش اور ابتلا بنایا ہے۔ اور پھر حکم دیا کہ وہ اسباب اختیار کیے جائیں جن سے اس کے فتنوں میں پڑنے سے بچا جاسکے۔ پس یہ بتانا کہ وہ شیریں اور ہری بھری ہے وہ اس کی صفات پر حاوی ہے۔ وہ اپنے ذائقہ، لذت اور شہوت کے اعتبار سے شیریں ہے۔ جبکہ اپنے ظاہری رونق اور حسن میں ہری بھری ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَادَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرْبُ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَبَإِ (سورۃ آل عمران: 14)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر لوٹے۔ انصار کو ان کی آمد کا پتہ چلا تو صبح کی نماز نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ادا کی۔ نماز کے بعد نبی اکرم ﷺ جانے لگے تو انصار سامنے آگئے۔ آپ ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا:

ہوتا ہے۔ جب اسے پالیتا ہے تو اوروں کو نہیں دیتا۔ اس سے دشمنی پیدا ہوتی ہے جس سے قتل و غارت ہوتی اور آخر کار تباہی و بربادی۔“

امام ترمذی اور امام ابو داؤد رحمہما اللہ ابو عمران السلمی جیسی سے روایت کرتے ہیں:

”میرا خیال ہے آپ لوگوں نے سنا ہے کہ ابو عبیدہ کچھ لے کر لوٹے ہیں۔“ انہوں نے فرمایا: ”جی اے رسول اللہ ﷺ“۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا:

فَأَبْشِرُوا وَأَمْلُوا مَا يَسْرِكُمْ، فَإِنَّهُ لَا الْفَقْرَ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ وَلَكِنْ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ أَنْ تَبْسُطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بَسْطَتْ عَلَىٰ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتَهْلِكُكُمْ كَمَا أَهْلَكُكُمْ.

”تمہیں خوشخبری دیتا ہوں۔ جس سے تم خوش ہو گے اس کی امید رکھو۔ اللہ کی قسم مجھے تمہارے فقر و افلاس کا کوئی ڈر نہیں ہے بلکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کی جائے گی جیسا کہ ان لوگوں پر دنیا کشادہ کی گئی تھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، چنانچہ تم دنیا کی طرف رغبت کرو گے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اس کی طرف رغبت کی تھی اور پھر یہ دنیا تم کو اسی طرح تباہ و برباد کر دے گی جس طرح ان کو تباہ و برباد کر چکی ہے۔“ (بخاری و مسلم)

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس حدیث میں یہ فائدہ ہے کہ جس پر دنیا کشادہ ہو جائے اسے چاہیے کہ وہ اس کے انجام بد سے اور فتنے کے شر سے بچے۔ وہ اس کی زینت اور سجاوٹ سے مطمئن نہ ہو جائے، اور اس کے حصول کے لیے دوسروں کے ساتھ دوڑ میں نہ لگ جائے۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ فقیری امیری سے بہتر ہے۔ کیونکہ دنیا کا فتنہ امیری کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ امیری سے ایسے فتنے میں پڑنے کا اندیشہ رہتا ہے جس سے اکثر انسان ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔ جبکہ فقیر اس سے کہیں زیادہ بچا رہتا ہے۔“

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”[حدیث میں مذکورہ لفظ] تنافس منافہ سے نکلا ہے۔ جس سے مراد کسی چیز میں رغبت، اکیلے حاصل کرنے کی چاہت اور دوسروں سے اس میں آگے نکلنا ہے۔ اس کا اصل اپنی اقسام میں نفیس چیز ہے۔

اور یہ فرمانا کہ (تباہ و برباد کر دے گی) تباہی اس لیے ہو گی کہ مال و دولت مطلوب چیز ہے۔ اس کے حصول کے لیے کوشش میں انسانی نفس خوش

”ہم رومیوں کے شہر میں تھے۔ رومیوں نے ایک بڑا لشکر بھیجا۔ مسلمانوں نے ان کے برابر یا ان سے بھی زیادہ لشکر بھیجا۔ اس لشکر میں مصر کے مسلمانوں پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ امیر تھے۔ جبکہ ساروں پر حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ امیر تھے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص حملہ کرتے ہوئے رومیوں کے لشکر کے اندر جا گھسا، تو لوگ چیخ اٹھے: سبحان اللہ، دیکھو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ وہاں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تم لوگ اس آیت کی یہ تاویل کرتے ہو! یہ آیت تو ہم انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح نصیب کی اور اس کے حامی بہت زیادہ ہو گئے۔ اس وقت ہم میں سے بعض نے رسول اللہ ﷺ کو بتائے بغیر ایک دوسرے سے کہا: ہمارا مال و جائیداد تو ضائع ہو چکا ہے، اور اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح نصیب کی ہے اور اس کے حامی بہت ہو گئے ہیں۔ اگر اب ہم اپنے مال و جائیداد میں رہ جائیں تاکہ اس میں سے جو خراب ہوا ہے اسے دوبارہ بحال کر دیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل کی تاکہ ہماری اس بات کو رد کریں:

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَأَحْسِنُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (سورة البقرة: 195)

”اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں، اور خوبی کے ساتھ کام کیا کرو، بیشک اللہ تعالیٰ خوبی کے ساتھ کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔“

پس ہلاکت اس میں تھی کہ ہم اپنے مال و جائیداد میں رہیں اور انہیں سنبھالتے رہیں اور جہاد کرنا چھوڑ دیں۔

چنانچہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے کھڑے رہے یہاں تک کہ رومیوں کی سرزمین میں دفنانے دیے گئے۔“

بعض ایسے ہوتے ہیں جو روزی کمانے میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کا بیشتر وقت اسی میں گزرتا ہے۔ اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ تنگی ہے اور گھر بچوں کی ضرورت ہے۔ ایسے افراد بھول جاتے

ہیں کہ ان کا رزق تو لکھا گیا ہے۔ اور روزی کمانے کی وجہ سے تو صحابہ، تابعین اور سلف امت بھی جہاد فی سبیل اللہ سے نہیں رکے۔
نبی ﷺ نے فرمایا:

وإن روح القدس نفث في روعي أن نفسا لن تموت حتى تستكمل رزقها ألا فاتقوا الله وأجملوا في الطلب.

”روح القدس (یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ بلاشبہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہیں کر لیتا۔ تو دیکھو، اللہ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور حصولِ معاش کی جدوجہد میں نیک روی اور اعتدال اختیار کرو۔“ (بروایت ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”نبی اکرم ﷺ نے اس قول (فاتقوا الله وأجملوا في الطلب) میں دنیا اور آخرت کی مصلحت کو جمع کر دیا ہے۔ آخرت کی نعمتیں اور لذتیں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے سے ملتی ہیں۔ جبکہ دل اور جسم کا آرام اور دنیا کے حصول کی خاطر غم، شدید لالچ، جھکاؤ اور مشقت کو چھوڑنا، حصولِ معاش کی جدوجہد میں نیک روی اور اعتدال سے حاصل ہوتا ہے۔ جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ آخرت کی لذتیں اور نعمتیں پاتا ہے۔ اور جو حصولِ معاش کی جدوجہد میں اعتدال اختیار کرتا ہے وہ دنیا کی مشقت اور غم و ہم سے بچ جاتا ہے۔ اور اللہ سے ہی مدد لی جاسکتی ہے۔

[شعر (نثری ترجمہ):]

دنیا نے اپنے آپ کو ہی پکارا؛ اگر مخلوق میں سے کوئی سنا ہو، کہ کتنے ہیں جنہیں اپنی زندگی پر بھروسہ ہے، انہیں میں ہلاک کر دیتی ہوں۔ اور کتنے ہیں جو مال و دولت جمع کرتے ہیں، میں ان کے مال و دولت کو بکھیر دیتی ہوں۔“

بعض لوگ مجاہدین میں شامل تھے جو کہ تجارت کرنے لگے۔ بعض تجارت میں دینی وجوہات کی بنا پر لگے۔ مثلاً تاکہ حلال روزی کماؤں اور صدقہ بھی کروں اور مسلمانوں کی مدد کروں، اس کے بجائے کہ فاسق لوگ ہی تجارت اپنائیں، میں تجارت کروں۔ لیکن وہ تجارت صحیح طریقے سے نہیں شروع کرتا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ پکا وعدہ نہیں کرتا، لالچ سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا۔ بلکہ وہ اپنی کمزوریوں سمیت تجارت کرتا ہے، آہستہ آہستہ بدل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر کار

بعض دنیا دار تاجر اس سے بہتر ہوتے ہیں اور زیادہ صدقات دیتے ہیں۔ نیز وہ تساہل برتتا ہے یہاں تک کہ حرام کار تکاب شروع کر دیتا ہے، واجبات چھوڑ دیتا ہے، صدقہ بھی نہیں کرتا، کرتا ہے تو انتہائی کم۔ اگر آپ حساب لگائیں کہ جب وہ مجاہد تھا تو کتنے صدقے کیے تو معلوم ہو گا کہ تاجر بننے سے پہلے وہ زیادہ صدقے کرتا تھا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَیْنِ اٰتٰیہُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ لَیْسَ عَلَیْہُمْ اَنْفُسُہُمْ وَلَکِنُّہُمْ یٰۤاٰیہٗ وَتَوَلَّوْا وَہُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ: 75-76)

”اور ان میں بعض ایسے ہیں جو اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو ہم ضرور ضرور خیرات کریں گے اور ضرور ضرور ہم نیک آدمیوں میں شمار ہو جائیں گے۔ سو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا تو اس میں کنجوسی کرنے لگے اور وہ اعراض کرتے ہوئے روگردانی کر گئے۔“

رزق حاصل کرنے کا بہترین طریقہ غنیمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے بنایا ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّہُمْ غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسُہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَحٰکَمُوْا فِیْہِ وَہُمْ یٰۤاٰیہٗ وَتَوَلَّوْا وَہُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (سورۃ الانفال: 41)

”اور تم جان لو کہ جو کوئی چیز تمہیں مالِ غنیمت سے ملے سو بلاشبہ اللہ کے لیے اس کا پانچواں حصہ ہے اور رسول کے لیے اور قرابت والوں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں کے لیے اور مسافروں کے لیے، اگر تم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو ہم نے نازل کی اپنے بندے پر فیصلے کے دن، جس روز بھڑگئی تھیں دونوں جماعتیں۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں آیا ہے:

جعل رزقی تحت ظل رمحي، وجعل الذلۃ والصغار علی من خالف أمری.

”میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا ہے۔ اور میرے حکم کی مخالفت کرنے والے پر ذلت اور رسوائی لکھ دی گئی ہے۔“

جبکہ آخری زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ليأتين على الناس زمان قلوبهم قلوب الأعاجم.

کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے
اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔“

سید قطب رحمہ اللہ اپنی عظیم کتاب الظلال میں فرماتے ہیں:

”بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو غربت اور محرومی پر صبر کرتے ہیں۔
ان کے نفس پست نہیں ہوتے اور نہ ذلیل۔ لیکن کم ہیں جو دولت اور
آسودگی پر، اور جو دولت اور آسودگی کے سبب دنیا حاصل کرنے کی
رغبت، خواہشات اور حرص پیدا ہوتی ہے، پر صبر کرتے ہیں۔

سختی کی آزمائش سے بسا اوقات غیرت جاگ اٹھتی ہے۔ جس سے مزاحمت
پیدا ہوتی ہے، اعصاب قوی ہو جاتے ہیں۔ اس طرح پوری طاقت مزید
سختی اور سختی کے سامنے ڈٹ جانے کے لیے تیار ہوتی ہے۔ جبکہ آسودگی
اعصاب کو ڈھیلا کر دیتی ہے، اعصاب کو سلا دیتی ہے۔ اعصاب میں
صلاحیت نہیں رہتی کہ وہ جاگتے رہیں اور مزاحمت کریں۔ اس لیے بہت
سے ہیں جو سختی کا مرحلہ کامیابی سے گزار لیتے ہیں، لیکن جیسے ہی آسودگی
آتی ہے آزمائش میں پڑ جاتے ہیں۔“

☆☆☆☆☆

”لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں ان کے دل انجیوں کے دل جیسے ہو
جائیں گے۔“

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ انجیوں کے دل کیا ہیں؟ فرمایا:

حب الدنيا، سنہم سنة العرب، ما آتاهم الله من رزق؛ جعلوه
في الحيوان، يرون الجهاد ضراوا والصدقة مغرما.

”دنیا کی محبت، ان کے طور طریقے عرب کے ہیں۔ انہیں جو رزق ملتا ہے
اسے دنیا میں لگا دیتے ہیں۔ جہاد انہیں نقصان دکھائی دیتا ہے اور زکوٰۃ
جرمانہ۔“ (صحیح از البانی)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَذِلُّكُمْ عَلَىٰ تَجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝
تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ
ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (سورة الصف: 10-11)

”اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو ایک دردناک
عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ

نوائے فلسطین

The Call of PALESTINE

عربی - اردو - বাংলা - پشتو - English

اسرائیلی جارحیت کے مقابل آزادی مسجد اقصیٰ کی جنگ لڑنے
والے اہل غزہ کا پیغام!

The message of the Gazans fighting for the
liberation of al Aqsa against the Israeli aggression!



ادارہ الصحاب، برصغیر

As-Sahab Media (The Subcontinent)

www.matboatedawat.org



اپنی مصری عوام کے نام پیغام!

ڈاکٹر تقیم البر غوثی

ہے۔ یہ زمینی محاصرہ تو جنگ کے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ اُن اچھے الفاظ کے باوجود جو فلسطینی مزاحمت مصر کے متعلق بولتی ہے، کیونکہ وہ تو ہر تھوڑی چیز کے بھی محتاج ہیں جو ان کی طرف بھیجی جائے، حقیقت یہ ہے کہ، حتیٰ کہ بین الاقوامی قانون کے مطابق بھی، غزہ کے خلاف اسرائیل کی جنگ میں مصری حکومت، غزہ کے لوگوں کا زمینی محاصرہ کر کے، اسرائیل کے ساتھ شریک ہے۔

اے ہمارے مصر کے لوگو! تمہارے سیاستدان تمہیں بتاتے ہیں کہ وہ غزہ سے سیناء کی طرف فلسطینیوں کی نقل مکانی کے خلاف ہیں۔ فلسطینی تو خود ہر عاقل انسان کی طرح یہ نہیں چاہتے کہ ان کا دشمن ان کے گھروں سے نکال دے۔ لیکن (تمہارے سیاستدانوں کا) یہ قول ایسا حق ہے جس سے مراد باطل ہے۔ تمہارے نقل مکانی کے خلاف ہونے کا یہ مطلب تو نہیں ہونا چاہیے کہ تم نقل مکانی کرنے والوں کے خلاف ہو۔ تمہارے نقل مکانی کے خلاف ہونے کا مطلب تو یہ ہونا چاہیے کہ تم انہیں نقل مکانی پر مجبور کرنے والوں کے خلاف لڑو، نہ کہ ان نقل مکانی کرنے والوں کے خلاف۔ جو کوئی نقل مکانی کے خلاف ہے تو اسے چاہیے کہ وہ فلسطینیوں کو اسلحہ دے تاکہ وہ اپنا دفاع کر سکیں یا کم از کم ان تک اسلحہ کی ترسیل نہ روکے۔ لیکن اگر تم ان سے اسلحہ، پانی، خوراک، ادویات اور ایندھن روکو اور ان کے دشمن کے ساتھ امن معاہدہ کرو جو ان پر بمباری کر رہا ہے، اور معمولی انسانی امداد کے پہنچانے کے لیے بھی دشمن کی اجازت کا انتظار کرو، پھر اپنی فوج کو ان کی سرحدوں پر جمع کرو، ساتھ یہ کہو کہ تم ان کی نقل مکانی کے خلاف ہو، گویا حقیقت یہ ہے کہ تم تو انسانوں کو ان کے دشمن کے حوالے کر رہے ہو کہ وہ انہیں قتل کر دے، اور اگر وہ قتل سے بچ جائیں اور تمہاری طرف پناہ کے لیے لوٹیں تو تم خود انہیں قتل کرو۔

اے ہمارے مصر کے لوگو! بدیہی باتوں کو دہرانے میں کوئی حرج نہیں۔ دشمن وہ ہے جو غاصب اور قابض ہے، جس نے دو مرتبہ سیناء پر قبضہ کیا، اور وہ ایتھوپیا میں ڈیم بنا کر نیل کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا ہے، اور نہر سویز کا متبادل زمینی راستہ بنا کر بے فائدہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کا نفوذ ایتھوپیا میں ہے جہاں وہ ڈیم بنا رہا ہے، اس کا نفوذ جنوبی سوڈان میں ہے جسے وہ شمال سے الگ کرنے کی کوشش میں ہے، اور اس کا نفوذ دو عسکری لیڈروں کے درمیان منقسم شمالی سوڈان میں ہے، وہ دونوں تل ابیب کے ساتھ تعاون کے لیے خود کو تیار ظاہر کرتے ہیں۔

اے ہمارے مصر کے لوگو! دشمن کی اسٹریٹجک فکر کا تقاضا ہے کہ مصر کمزور رہے، چاہے مصر کا حاکم اس کا حلیف یا دوست ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حکام تو بدلتے رہتے ہیں، جبکہ مصر اپنی کثیر

[فلسطینی الاصل ڈاکٹر تقیم البر غوثی معروف ادیب اور انقلابی شاعر ہیں۔ استبداد مخالفت اور انقلاب حمایت آپ کی ادبیات اور اشعار کا خاصہ ہے۔ یہاں غزہ پر اسرائیلی جارحیت اور اس میں مصر کے کردار کے حوالے سے مصری عوام کے نام ایک پیغام کا اردو ترجمہ نشر کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)]

اے ہمارے مصر کے لوگو! میں یہ پیغام جنگ کے چھٹے ہفتے میں ریکارڈ کر رہا ہوں جبکہ غزہ میں ہمارے شہداء کی تعداد گیارہ ہزار سے تجاوز کر چکی ہے۔ پچھلے پیغامات کی طرح، ریکارڈنگ اور نشر کے درمیان یہ تعداد تبدیل ہو سکتی ہے۔

اے ہمارے مصر کے لوگو! مصر اسرائیل امن معاہدہ مصری فوج کو مشرقی سیناء میں بھاری ہتھیاروں سے لیس افواج تعینات کرنے سے روکتا ہے، اس طرح یہ مصری آئین سے بھی متصادم ہے، کیونکہ یہ فوج کو اپنے ملک کے ہر انچ کی حفاظت کرنے کی اپنی دستوری ذمہ داری سے روکتا ہے۔ یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جو نہ کسی عوامی طور پر منتخب شخص نے کیا تھا، نہ کسی آزادانہ طور پر منتخب ادارے نے اس کی توثیق کی تھی، اور نہ ہی مصری عوام سے اس بارے میں پوچھا گیا تھا۔ تاہم اس کے باوجود یہ معاہدہ بھی غزہ یا اس کی کرائسٹ پر اسرائیل کے کسی حق کو تسلیم نہیں کرتا، اور غزہ کو مقبوضہ عرب علاقہ سمجھتا ہے، اور قبضہ جرم ہے اور جرم پر کوئی حق ثابت نہیں ہوتا۔ پس سیناء اور غزہ کے درمیان کرائسٹ دونوں طرف سے ہی عرب کرائسٹ ہے، پھر کیسے اسرائیل مصر کو پابند کر سکتا ہے کہ اس سے کیا چیز گزرے اور کیا نہ گزرے؟ مصری حکومت کیسے اپنے لیے روا کرتی ہے کہ وہ اس معاملے میں اسرائیل سے اجازت لے اور اپنی حدود پر اپنی خود مختاری پر سوال قائم کرے؟

اے ہمارے مصر کے لوگو! مصری حکومت نے سترہ سال سے غزہ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ مصری حکومت خود اس بات کا سبب ہے کہ غزہ فضائی دفاع کے ہتھیاروں سے خالی ہے، کہ گھروں، ہسپتالوں، گر جاگھروں، اسکولوں اور مساجد پر دشمن کی بمباری سے اپنی حفاظت کر سکے۔ مصری حکومت خود اس بات کا سبب ہے کہ فلسطینی مزاحمت کار کے پاس صرف اپنی شجاعت ہے، یا مقامی طور پر تیار یا سہیل کردہ ہتھیار ہے، جسے وہ اپنے ہاتھ میں لے کر دشمن کے ٹینک پر مارتا ہے، تاکہ اسے پسپا کر سکے۔ نہ کوئی قانون، نہ منطق، نہ مصر کا قومی مفاد اور نہ ہی خمیس امن معاہدہ مصر سے کہتا ہے کہ وہ غزہ کا محاصرہ کرے اور وہاں اسلحہ کی ترسیل روکے۔ اسلحہ تو چھوڑیے، خوراک، ادویات، ایندھن اور ہر وہ چیز جو عام شہریوں کے زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے، وہ بھی اتنی داخل ہوتی ہے جتنی بس تصویر میں دکھادی جائے اور امداد کے داخلے کا نام لگ جائے۔ اور بس اسی قدر چیز داخل ہوتی ہے جتنی اسرائیل داخل ہونے کی اجازت دیتا

آبادی، وسائل کی فراوانی اور لوگوں کی فیاضی کے ساتھ باقی ہے، اور وہ اپنے حجم، تعداد اور وسائل کے ساتھ دشمن کے لیے حقیقی خطرہ ہے۔ دیکھو! مصر کے حکام نے اسرائیل کے ساتھ امن معاہدہ کیا اور پچھلے پینتالیس سال سے اس کے حلیف ہیں، اور جس وقت امن معاہدہ کیا گیا تو کرنے والے نے گمان کیا تھا کہ یہ مصر کے لیے خوشحالی لائے گا اور خطے میں امن و سلامتی کا باعث ہوگا، مگر کیا اس وقت سے اب تک مصر مزید غریب اور کمزور نہیں ہوا؟ اور کیا فلسطینیوں کی موت ہی میں اضافہ نہیں ہوا؟ مصر سے امن معاہدے کے بعد سے دشمن نے غزہ، مغربی کنارے، لبنان، شام، عراق، سوڈان اور تیونس میں بمباری کی، اور سیناء میں کئی مرتبہ مصری فوجیوں کو قتل کیا، اور آج وہ نیل اور نہر سویز کے لیے خطرہ بن کر مصر کے پانی اور خوراک کو کنٹرول کرنے کی کوشش میں ہے۔ یہ ایک طرف امن معاہدہ ہے، اور پچھلے پینتالیس سال سے تل ابیب، بغیر کسی روک ٹوک اور جوابی کارروائی کے، تمہارے خلاف لڑ رہا ہے اور تمہیں تقسیم کر رہا ہے۔

اے ہمارے مصر کے لوگو! بے شک غزہ ایک قلعہ ہے جو دشمن کے مقابلے میں سیناء کی حفاظت کر رہا ہے۔ اور غزہ کا مسلح ہونا سیناء ہی کی حفاظت ہے، جبکہ غزہ کا کمزور ہونا سیناء کو دشمن کے ہاتھ میں نہتایر غمال بنانا ہے، کہ جب چاہے دشمن اسے ہتھیالے۔ لہذا رنج کر اسنگ کھولو اور امن معاہدے کو اٹھا کر پھینک دو۔ صرف ان عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے نہیں جو تمہارے سامنے مارے جا رہے ہیں، بلکہ خود مصر کی آزادی کے لیے، اور نیل، سیناء اور نہر سویز کے دفاع کے لیے اور آنے والے کل اپنے آپ کو بھوک اور پیاس سے بچانے کے لیے۔ آج دشمن کا مقابلہ کر لو، بجائے اس کے کہ کل دشمن تم پر حملہ آور ہو، جب غزہ کے بغیر سیناء اور نیل کے بغیر مصر ہوگا۔

اے ہمارے مصر کے لوگو! دیکھو کہ غزہ کے لوگوں نے اپنے ہتھیاروں کا رخ کس کی طرف کر رکھا ہے، پھر اپنی گلیوں میں چلو اور ان لوگوں کے سینوں کو دیکھو جو تمہاری اس حکومت کو ہدایت دیتے ہیں جس نے اہل غزہ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور اسلحہ کی ترسیل کو روکنے کے لیے ان کی طرف کر اسنگ کو بند کر رکھا ہے۔

اے ہمارے مصر کے لوگو! تمہاری اس حکومت کی سیاست مصر کو بھی اسی قدر خطرے میں ڈال رہی ہے، جتنا کہ غزہ کو ڈال رہی ہے۔ اے ہمارے لوگو! میں ماں، پیدائش اور عمر کے لحاظ سے مصری ہوں، ہمارا خون ایک ہے۔ جو دشمن اس خون کو غزہ میں بہا رہا ہے، وہ اسے سیناء میں بھی بہائے گا، بلکہ قاہرہ میں بھی بہائے گا۔ تمہاری یہ حکومت لوگوں کو بھوکا اور پیاسا کر رہی ہے اور انہیں دشمن کے حوالے کر رہی ہے تاکہ وہ انہیں تمہارے نام پر قتل کر دے اور تم سے اس جنگ کی اجازت مانگتی ہے۔ اگر تو یہ حکومت اسرائیل کے ساتھ امن معاہدہ توڑ دے تو پھر تو تم اسے جنگ کا اختیار سونپو کہ وہ جا کر لڑے، لیکن اب جبکہ اس نے اسرائیل کے ساتھ امن معاہدہ کر رکھا ہے، تو ایسے میں اسے جنگ کا اختیار دینے کا مطلب کیا ہے؟ تمہارے خیال میں وہ

کس کے خلاف لڑے گی؟ پس انہیں جنگ کا اختیار نہ دو، تم تو بہتر جانتے ہو کہ پہلے بھی اس قسم کے اختیار سے کتنا خون بہا ہے۔ پس تم انہیں اتنا اختیار نہ دو کہ وہ ہمیں بھوک و پیاس پر مجبور کریں اور ہم پر بمباری کریں، اور یہ سب کچھ تمہارے نام پر ہو۔

اے مصر والو! اللہ سے ایسے حال میں نہ ملنا کہ تمہارے ہاتھ ہمارے خون، اپنے بیٹوں اور اپنی بیٹیوں کے خون سے رنگین ہوں اور نہ ہی تاریخ میں یوں اپنا نام لکھوانا۔ پس اس روز کسی کو ندامت کا مہ نہ آئے گی جب وہ اپنے ہاتھوں پر خون دیکھے گا، جب وہ دن کے چوتھے پہر میں مرنے والوں کی تفصیل دیکھے گا، ان کے ناموں اور ان کے چہروں کے ساتھ۔ پس یقین جانو کہ پورے فلسطین کی آزادی ممکن ہے اور یقین جانو کہ دونوں (فلسطین اور مصر) کی آزادی ممکن ہے۔ اور اللہ کی رضائی میری بات کا مقصود ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: سقوط ڈھاکہ سے آج تک..... ہم اپنا دشمن نہ پہچان سکے!

کاروبار کی اسی مخدوش صورت حال کے سبب پاکستان سے گارمنٹ اور ٹیکسٹائل کی بہت سی فیکٹریاں بند ہوئیں اور صنعتکار یہاں سے بنگلہ دیش چلے گئے۔ انہیں بنگلہ دیشی حکومت نے بہت سی مراعات دیں جس سے دوسروں کو بھی اپنی فیکٹریاں وہاں شفٹ کرنے کی رغبت ملی۔

گزشتہ مالی سال کے اختتام پر پاکستان کی برآمدات میں تقریباً ۱۲ فیصد کمی واقع ہوئی اور یہ ۲۸ ارب ڈالر بھی نہ ہو سکیں۔ جبکہ اسی دوران بنگلہ دیش کی برآمدات چھ فیصد اضافے کے ساتھ ۵۵ ارب ڈالر تک پہنچ چکی ہیں۔ ان برآمدات میں اہم کردار ریڈی میڈ گارمنٹس کا ہے جو ۴۶ ارب ڈالر سے زائد کی بنتی ہیں۔

چند دن قبل چیف آف آرمی سٹاف جنرل عاصم منیر نے ملک بھر سے علماء کو بلا کر ان سے خطاب کیا اور اپنے خطاب میں پاک افغان معاملے پر تفصیلی گفتگو کی۔ شاید اس کا مقصد یہ تاثر دینا تھا کہ فوج افغان مجاہدین کے ساتھ جو کچھ کر رہی ہے اس میں اسے علماء کی مکمل حمایت حاصل ہے۔

سقوط ڈھاکہ کو ۵۲ برس بیت چکے ہیں۔ یہ بات تو طے ہے کہ جو اس سانحے کے اصل ذمہ دار تھے انہوں نے نہ کبھی اپنی غلطی تسلیم کی اور نہ کریں گے۔ ایک کے بعد ایک صوبہ ان کی ہوس کی بدولت آج انہی بدانتظامیوں کا شکار ہے جس کا حل ان کے پاس سابقہ مشرقی پاکستان کی طرح گولی چلانے اور کچلنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم لاکھوں مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو کی قربانیوں سے حاصل کیے گئے ملک کے ساتھ ان جرنیلوں کا کھلوڑا صرف تماشائی بن کر دیکھیں گے؟

☆☆☆☆☆

حماس! آخر تم نے کیوں طوفان الاقصیٰ برپا کیا.....؟

شیخ مصلح العلیانی

مغرب اس جنگ میں صہیونیوں کے ساتھ کھڑا ہے، امت مسلمہ فلسطین کے ساتھ متحد ہو گئی ہے، وحشی درندے غزہ پر حملہ آور ہیں۔ یہاں تک کہ امریکہ کے درندے بائینڈن نے کہا: 'اگر اسرائیل نہ ہو تا تو ہم اسے بناتے اور قائم رکھتے'۔ اس نے انہیں تباہ کن ہتھیاروں کی کھیپ بھیجی۔ اس نے اسرائیل کی حمایت کے لیے ایک ہزار فوجی بھیجنے کی تیاری کی ہے۔

اسی طرح مغربی ممالک برطانیہ، جرمنی اور فرانس اسرائیل کی عسکری، سیاسی، معاشی اور ابلاغی مدد کرنے کے لیے تیار ہیں، انہوں نے متاثرین یعنی بچوں، عورتوں اور بیماروں کی بھی پروا نہیں کی اور معمدانی ہسپتال کا حادثہ دور کی بات نہیں ہے۔ انہوں نے انسانیت کی پروا بھی نہیں کی، جس کا وہ ڈھول پیٹتے چلے آ رہے ہیں، اور تمام مغربی درندے اکٹھے ہو کر تل ابیب میں جمع ہو گئے۔ یورپی حکومتیں تصادم کی حقیقت کو جان گئی ہیں اور تصادم کے لیے تیار ہیں۔ یہ تو ان مغربی ملکوں کی حکومتیں ہیں اور یہ ان کے حکمرانوں کے کر توت ہیں۔

ہماری ریاستوں، حکمرانوں، لیڈروں اور ہماری ملکی افواج نے اس تصادم میں کیا کردار کیا؟ ان میں سب سے دلیر وہ ہیں جو اسرائیل کی مذمت کرتے ہوئے ایک بیان میں سامنے آئے بس۔ اس بہادر نے بیان جاری کر دیا، اس کا کہنا تھا کہ ہم اس معاملے پر بات کرنے کے لیے ایک کانفرنس منعقد کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

کس کانفرنس کی بات کرتے ہو؟ اس کانفرنس کی جس نے بشار کو عرب لیگ میں واپس شامل کر دیا؟ یا اس کانفرنس کی جس نے شامی شام اور خاص طور پر ادلب میں ہمارے لوگوں کا محاصرہ کیا؟

غزہ اور اس سے پہلے شام میں مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑنے والوں کو صرف اپنے مفادات کی فکر ہے۔ آئندہ بھی مسلمانوں پر حادثات کی پچی گھومتی رہے گی اور انہیں مصیبت کے وقت (ان کانفرنسوں سے) کوئی سہارا نہیں ملے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”ما من امرئ مسلم یخذل امرأ مسلماً فی موضع ینتھک فیہ حرمتہ وینتقص فیہ من عرضہ إلا خذله اللہ تعالیٰ فی موطن یحب فیہ نصرته۔“ (مشکوٰۃ)

”جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی اس موقع پر مدد کرے اور غیبت کرنے والے کو غیبت سے نہ روکے جہاں اس کی بے حرمتی کی جاتی ہو اور اس کی

حماس! تم نے غزہ میں یہودیوں سے کیوں جنگ کی اور انہیں غزہ کے خلاف کیوں بھڑکایا کہ وہ اسے نیست و نابود کر دیں؟

حماس! کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ تم محاصرے میں اور یہودیوں کے تابع رہتے تاکہ غزہ کے عام لوگ بمباری سے بچ جاتے؟

کیا یہ تمہارے لیے بہتر نہیں تھا کہ تم یہودیوں کو اپنی سر زمین پر حکومت کرنے دیتے اور انہیں اپنی عزت پامال کرنے دیتے، تاکہ وہ ملک اور عوام پر بمباری نہ کریں؟

یہ ان چند مسلمانوں کا سوال ہے جو فلسطین کے تنازع کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اور جو یہ نہیں جانتے کہ یہودی چاہتے ہیں کہ مسلمان ہتھیار ڈال دیں، یہودی ان پر حکومت کریں اور ان کی تبدیل کریں جیسا کہ انہوں نے فلسطین کے دوسرے خطوں میں کیا۔ اور اگر مجاہدین نے ہماری سر زمین کو یہودیوں سے آزاد کروانے کیلئے جہاد شروع نہ کیا ہو تا تو یہودی سرکشی میں اور اضافہ ہو جاتا۔

یہ نادان آپ کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ جنگ حماس اور اسرائیل کے درمیان ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ کو یقین دلایا جائے کہ یہ ان کا زمین کے ایک ٹکڑے پر آجی جھگڑا ہے، اور دونوں فریقوں کا اس میں حق ہے۔

جیسا کہ انہوں نے اس سے قبل آپ کو قائل کیا، کہ شام کا مسئلہ ان کے حکمران اور اس کے لوگوں کے درمیان تنازع ہے، جس سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ جیسا کہ انہوں نے عراق کے حوالے سے آپ کو پہلے باور کرایا کہ یہ عراق کا ایک داخلی فرقہ وارانہ مسئلہ ہے، کفار کا وحشیانہ حملہ نہیں۔ جیسا کہ وہ آپ کو لیبیا کے حوالے سے پہلے بھی قائل کر چکے ہیں کہ یہ لیبیا کے قبائل کے درمیان ایک مسئلہ ہے۔ انہوں نے آپ کو تیونس کے حوالے سے باور کرایا کہ یہ تیونس کا مسئلہ ہے، اس لیے اس میں مداخلت نہ کریں۔ اور وہ اس ایجنڈے پر لگے ہیں کہ مسلم معاشرے اور جماعتیں اسی طرح ملک در ملک تقسیم ہو جائیں۔

آپ اپنے ملک میں رہنے اور دوسروں سے کوئی تعلق نہ رکھنے کی دلیل کے تحت کچھ بھی کرنے کے قابل نہ رہیں گے۔ وہ نہیں چاہتے کہ آپ یہ سمجھیں کہ یہ ایک نظریاتی اور بقا کی جنگ ہے۔

عزت و آبرو کو نقصان پہنچایا جاتا ہو تو اللہ بھی اس موقع پر اس شخص کی مدد

نہیں کرے گا جہاں وہ اللہ کی مدد کو پسند کرتا ہے۔“

جب تم ڈرتے ہو اور غزہ کے بھائیوں کی مدد نہیں کر سکتے، تو پھر ان لوگوں کے لیے راہ ہموار کر دو جو ان کی حمایت کرنا چاہتے ہیں، اگر تمہاری طاقت ناکام ہو چکی ہے اور تمہیں اپنے حکومتی مناصب کے ضیاع کا خوف ہے، تو امت مسلمہ میں ایسے لوگ ہیں جو اپنی جان ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں، انہیں جانے دو۔ یہ ہماری اسلامی، انسانی اور فکری جنگ ہے۔ یہ امت مسلمہ کی جنگ ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ وہ ہمیں اس معرکے سے الگ کر دے۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ امت مسلمہ سے کہے کہ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں یا تمہیں روکتا ہوں۔

ہم مردوں اور عورتوں کو دیکھتے ہیں، جو مدد کے لیے ہمیں پکار رہے ہیں۔ ہم ہسپتالوں کو بمباری کا نشانہ بنا دیکھتے ہیں، اور ہم ایک بچے کے جسم کے کٹے اعضا دیکھتے ہیں۔

آج کا دن خون بہانے کا دن ہے جس میں مجرموں پر کوئی رحم یا ترس نہیں۔

ہم اس رب کائنات کی قسم کھاتے ہیں جس نے انسانیت پیدا کی، کہ ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے اور سستی نہیں دکھائیں گے، جب تک کہ ہم بدلہ نہ لے لیں۔

جنگوں کی آگ نے ہمارے دلوں کو بھڑکایا اور دہلا کے رکھ دیا ہے۔ منافق ممالک ہمارے خلاف جنگ میں جمع ہوئے، اور ان کی زبان کہتی ہے: ”ہماری قوت کو دبایا نہیں جاسکتا۔“ انہوں نے تمام متکبر کافروں سے اپنا اسلحہ اور سامان حرب اکٹھا کیا۔ انہوں نے عورتوں کی حرمت کا احترام کیے بغیر انہیں قتل کیا۔ انہوں نے بچوں کو قتل کیا، اور یہ قابل مذمت کام ہے۔

اے اربوں افراد پر مشتمل امت! اے اربوں کی امت! ہم پر کتنے مصائب آئے؟ ان میں ہمارے لیے سامان نصرت کی عملاً منصوبہ سازی کرو۔ ہتھیار لے آؤ، متکبرین کے سامنے کوئی بیان یا تقریر کام نہیں آئے گی۔

جناتِ عدن کے باغوں میں میدانِ جہاد کے راستے سے ہو کر جاؤ، کیونکہ وہ کھولے گئے ہیں اور عنبر سے مزین ہیں۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ آیات کی معافی نہیں جانتے؟ جس نے اللہ کے ساتھ اپنی جان کا سودا کیا اللہ نے اسے خرید لیا۔

ہم وہ ہیں جنہوں نے خاک اڑائی زمین پر جہاد کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ ہم نے روضیں بچھ دیں۔ ہم نے اپنے دین کی حمایت کے لیے اپنی جانیں بیچ دیں۔

جن لوگوں نے میدانِ جنگ میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا وہ کبھی ناکام نہیں ہوئے۔

آج صیہونیوں کے درمیان داخلی کشش بہت زیادہ ہے۔ ان کے درمیان اختلاف بہت بڑا ہے۔ آپ کو لگتا ہے کہ وہ سب اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل بکھرے ہوئے ہیں۔ یہاں سڑکوں پر ان کے مرنے والوں کی لاشیں بھری ہوئی ہیں۔ یہاں ان کے زخمی ہیں، جو عورتوں کی طرح رو رہے ہیں، یہاں ان کے سپاہی ہیں، جو جانوروں کی طرح ٹھو کریں کھا رہے ہیں۔

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

”اور تم ان لوگوں (یعنی کافر دشمن) کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ، اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو ان کو بھی اسی طرح تکلیف پہنچی ہے جیسے تمہیں پہنچی ہے۔ اور تم اللہ سے اس بات کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں۔ اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔“

آج اہل فلسطین میں ہر صاحب استطاعت پر خاص طور پر فرض ہے کہ وہ خدا کے لیے راہ جہاد میں نکلے، اور غاصب دشمن کو پسپا کرے۔ فلسطین سے باہر ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی جس قدر ہوسکے مدد کرے، اور ان کو تنہا نہ چھوڑے ان کی دادرسی کرے، خود ان کی حمایت کرے، اگر وہ اپنے مال سے ایسا نہ کر سکے تو اپنی زبان سے کرے، اگر نہیں کر سکتے تو اپنے قلم اور بیان سے، اگر وہ نہ کر سکے تو دعا کرے اور مسئلہ فلسطین کو اجاگر کرے۔

مظاہروں کو بھی ہلکامت جانیں۔ بڑی مجرمانہ طاقتوں اور کمزور مسلم ممالک، جو نصرت سے پیچھے ہٹے ہیں، کے لیے یہ مظاہرے ایک پیغام ہیں کہ امت مسلمہ کے عوام معزز و مکرم ہیں ذلت قبول نہیں کرتے۔

غزہ..... ارض مقدس کا یہ مضبوط مورچہ کیوں کامیاب ہے؟

غزہ..... چٹان کی طرح مضبوط یہ چھوٹا سا شہر بھی ہم سب کے لئے ایک مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شہر والوں کی مدد فرمائے! غزہ نے یہودیوں کو عاجز کر کے رکھ دیا ہے اور ان کی بے بسی اور کمزوری سب پر عیاں کر دی ہے۔ گویا یورپ اور امریکہ میں بسنے والے صلیبی، یہودیوں کی بھرپور مدد کر رہے ہیں مگر اس کے باوجود غزہ اور اس کے مجاہدین یہودیوں کو خون میں نہلا رہے ہیں اور انہیں ہر طرح سے موت کا مزہ پکھا رہے ہیں۔ غزہ اس لیے کامیاب ہے کہ یہاں کے باسیوں نے جہاد اور مذہمت کا راستہ اختیار کیا اور ان لوگوں کے پیچھے چلنے سے انکار کیا جو مصائب سے بچنے، انتظار کرنے، کفار سے رعایتیں لینے اور امن و سلامتی تلاش کرنے کا درس دیتے ہیں۔

(فضیلۃ الشیخ ابو محمد امین الظواہری)

منافقوں کی دوڑ دھوپ!

نفر [ادارہ السحاب (مرکزی)]

کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور نبی ﷺ کی عدالت میں پیش ہونے پر راضی ہو گئے۔ اس دن بھی یہود کو اپنے دوستوں اور حلیفوں (منافقوں) سے تعلق داری کا بڑا مان تھا۔ جن کا سرخیل طواغیت عرب کا جد امجد ابن ابی السلول تھا۔ پس ان منافقوں اور یہودیوں کے آپس کے سیاسی رشتے اور تعلق داریاں کام آئیں اور بنو قینقاع اس دن ذبح ہونے سے بچ گئے۔ ابن السلول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہود کی سفارش میں منت ساجت شروع کر دی اور آپ ﷺ کو گریبان سے پکڑ لیا کہ میری ان سے دوستی ہے اس لیے ان کو چھوڑ دیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ غضب میں آئے لیکن آپ نے نہ چاہتے ہوئے ان کو چھوڑ دیا مگر غیر مسلح کر کے مدینہ سے جلا وطن کر دیا۔ پس اپنے منافق آباء کی تاریخ ان کی نسل آج پھر سے ڈہرا رہی ہے۔ لیکن ہم مسلمانوں سے جو کام آج مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان صہیونیوں کا قلع قمع کر دیں اور جو کوئی ان میں سے بچے اسے یورپ و امریکہ کی طرف جلا وطن کر دیں جہاں سے یہ آئے تھے۔

آج اسرائیل نے ہماری امت کے شہسواروں کے خلاف اعلان جنگ کر رکھا ہے۔ لہذا ہم پوری دنیا کے مسلمانوں کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں اور ہم خود بھی اس میں شامل ہیں کہ ہم یہود اور صہیونیوں سے اپنے تعلقات اُس بنیاد پر استوار کریں جیسا اللہ کو پسند ہو اور جس کا اس نے اپنی کتاب میں ہمیں حکم دیا ہے: فَإِنَّمَا تَغَفُّنَهُمْ فِي الْحَرْبِ فَفَرِّدْ بِهِمْ مِّنْ خَلْفُهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنذَرُونَ (لہذا اگر کبھی یہ لوگ جنگ میں تمہارے ہاتھ لگ جائیں تو، ان کو سامانِ عبرت بنا کر ان لوگوں کو بھی تتر بتر کر ڈالو جو ان کے پیچھے ہیں، تاکہ وہ یاد رکھیں)۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کہا کہ: وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ (اور یاد کرو وہ وقت) جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ وہ ان (یہود) پر قیامت کے دن تک کوئی نہ کوئی ایسا شخص مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سخت تکلیفیں پہنچائے گا۔ پس اسرائیل سے قیامت تک کے لیے کوئی صلح نہیں... اور صہیونیوں سے اگر ہم نے تعلقات برقرار رکھنے ہیں تو اس کی بہترین صورت وہی ہے جو معرکہ طوفان الاقصیٰ کے ابطال نے کر کے دکھائی ہے انہوں نے اسرائیل سے آگ و خون کی ہولی کھیل کر تعلقات بنائے ہیں۔ پس یہ وہ درست طرزِ عمل ہے جو ہمارے رب نے ہماری اور یہود کی حیثیت دیکھ کر ٹھیک ٹھیک مقرر کیا ہے۔

دلوں میں روگ کے مریض... عبد اللہ بن ابی منافق کی اولادوں کا بنی صہیون کی جانوں اور ان کے نظام کی حفاظت کی خاطر دوڑ دھوپ کرنے کا مشاہدہ آج ہم پھر سے کر رہے ہیں۔ گوزبانِ حال سے ان کے یہ جاری ہوئے اُنْ تُصِيبَنَّآذَانَهُمْ (ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت کا چکر آپڑے گا)۔ یقیناً یہ وہی ردت و نفاق و خیانت کی بیماری ہے جو غزوہ بنی قینقاع کے موقع پر ان کے آباء و اجداد کو لگی ہوئی تھی۔ ان خائن و البیٹ حکومتوں کا نفاق، تذبذب اور تردد، آج ہر شخص پر عیاں ہو چکا ہے۔

ہر زمانے اور ہر جگہ منافقین کا طرزِ عمل یہی ہوتا ہے۔ ان کے اندر اتنی ہمت تو ہوتی نہیں کہ وہ حق و باطل کے معرکے میں اپنی امت کی صف میں کھڑے ہوں اس لیے وہ دونوں اطراف کی جانب متذبذب رہتے ہیں۔ اور کسی بھی طرف کا ساتھ دیتے ہوئے بہت ڈر کر کوئی قدم اٹھاتے ہیں۔ بھلا اللہ سے بڑھ کر ان کے حال سے اور کون واقف ہو سکتا ہے... مُذَبِّذِينَ بَيْنَ يَدَيْنِكَ لَا إِلَى هُوَ لَا إِلَى هُوَ لَا (یہ کفر و ایمان کے درمیان ڈانوا ڈول ہیں۔ نہ پورے طور پر ان (مسلمانوں) کی طرف ہیں، نہ ان (کافروں) کی طرف)۔

عرب کے صہیونی حکمرانوں کے امریکی صہیونی وزیر خارجہ بلنکن سے گلے لگنے اور اس سے تعزیت کرنے کے انداز کا ساری دنیا نے مشاہدہ کیا۔ بلنکن کی آمد کا مقصد جہاں ایک طرف ان غلاموں کی زجر و توبیخ تھا جو اپنی پھریداری اور خبرداری کے فرائض انجام دینے میں بری طرح ناکام ہوئے تھے وہیں مسلمانوں کے وسائل اور ان کے اموال کا حصول بھی اس کا ایک اہم مقصد تھا تاکہ ان اموال کو صہیونی صلیبی جنگ میں غزہ کے مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جاسکے۔

صہیونیوں کے غزہ پر مظالم، ستر سالہ امریکی بوڑھے کے ہاتھوں چھ سالہ معصوم فلسطینی بچے پر چھریوں کے چھیس وار کر کے قتل اور معمدانی ہسپتال پر ہولناک بمباری کا واقعہ کہ جس میں سینکڑوں مسلمان بچے اور عورتیں شہید ہوئے... یہ تمام مناظر ہمیں یہ سمجھانے کے لیے کافی ہیں کہ آج ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اسے جو بھی صہیونی کسی راستے میں چلتا ہوا نظر آئے اسے قتل کر ڈالے۔ جیسا کہ غزوہ بدر کے بیس دن بعد مدینہ کے بازار میں بنو نضیر کے ایک یہودی کے مسلمان عورت پر دست درازی کے جرم میں ایک صحابی رسول ﷺ نے اس یہودی کو فوراً قتل کر دیا تھا۔ پھر یہود نے جمع ہو کر اس صحابی کو شہید کر دیا۔ اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے معاہدہ ختم کر کے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں تک

آج تمام مسلمانوں کے لیے فرض عین ہے کہ وہ صہیونی غاصبین کے خلاف جہاد و قتال کے لیے نکلیں۔ اور ان کے اُن حلیفوں کے خلاف جہاد کریں جو مسلمانوں کے حکمران کہلائے جاتے ہیں۔ آج ہم ہر طرح سے واضح ہو گیا ہے کہ حکام اور محکوم نامی کسی چیز کا کوئی فرق نہیں بچا۔ تمام حکمران، وزراء اور عوام... صہیونی کافروں اور فاجروں کی اس قدر غلامی کا شکار ہیں کہ تمام مسلمان اپنے خائن حکمرانوں، لیڈروں اور ان کی بزدل افواج کے باوجود، ایک قطرہ پانی، ایک گولی دوائی اور ایک ٹکڑا روٹی بھی غزہ کے مسلمانوں کو پہنچانے پر قادر نہیں!!! کیا اس مسئلے کو سمجھنے کی اس سے واضح صورت حال بھی کوئی ہو سکتی ہے!!!

یہ سارے مرتد حکمران اسرائیل اور امریکہ کے غلام ہیں اور ملت مغضوب علیہم والضلالم کے پیرو ہیں۔ ان کو یہود و نصاریٰ کی مکمل رضامندی حاصل ہے۔ ان کی حیثیت ان کے لیے حفاظتی کتوں اور نوکروں کی ہے۔ ان کی طرف یہ دوڑے چلے جاتے ہیں کیونکہ یہ انہیں میں سے اور ان کے ساتھ ہیں نہ کہ یہ ہم میں سے ہیں اور نہ ہی یہ ہمارے ساتھ ہیں۔ پس مسجد اقصیٰ اور غزہ کے بھائیوں کی نصرت اور ان کی مشکلات میں کمی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ایسا طوفان برپا کیا جائے جو طواغیت اور ایجنٹ عرب صہیونی حکمرانوں کے تحت و تاج اکھاڑ پھینکے۔ ان میں سر فہرست فلسطین کے ہمسایہ ممالک ہیں۔ جیسے سعودیہ، اردن، سوريا، مصر اور لبنان! اور ان سے بھی بڑھ کر رام اللہ کے علاقے کا مجرم حاکم محمود عباس ہے جس کی خواہش ہے کہ وہ امریکی ٹینکوں پر بیٹھ کر غزہ کو روندتے ہوئے کرزائی کا کردار ادا کرے۔ اور ہم ہرگز ابن سلول کے یہودی پوتے (بن سلمان) اور عصر حاضر کے شیطان العرب ابن زائد سے غافل نہیں رہ سکتے۔ دھوکے باز غدار... اُردگان سے بھی ہم کیسے غافل رہیں؟ اس کو ہم کہتے ہیں کہ صومالیہ اور مالی کے مسلمانوں پر بمباریوں میں مصروف اپنے ’میرق دار‘ نامی ڈرون طیاروں کو فوراً واپس بلا کر ان کا رخ سرزمین عزت غزہ کو تباہ کرنے والے ان صہیونیوں کی طرف کرو جنہیں تم ’وحشی دہشتگرد‘ کہتے ہو، نہ یہ کہ ہمارے غزہ کے بھائیوں پر صہیونی قیدیوں کو آزاد کرنے کے لیے تم دباؤ ڈالو۔ اس کے علاوہ عرب و عجم کے دیگر طواغیت سے بھی ہم غافل نہیں رہ سکتے جن کے ناموں کی فہرست سے ان کے جرائم کی فہرست بہت طویل ہے۔ اور واللہ! جو لوگ آج ہم پر حاکم بنے بیٹھے ہیں یہ اس امت میں جنم لینے والی تاریخ کی سب سے بدترین نسل ہے۔ امت کے بیٹے جب تک ان حکمرانوں کے تحت الٹ نہیں دیتے تب تک وہ لہورنگ فلسطینی بھائیوں کی مدد نہیں کر سکتے۔ اسی کے ذریعے سے یہ اپنے قیدی بھائیوں کو، مسجد اقصیٰ کو اور تمام بلاد اسلامیہ کو آزاد کروا سکیں گے۔ واللہ یہ امت کے لیے بہت نادر موقع ہے کہ وہ سبسی اور ابن سلمان کے زندانوں میں جکڑے ہوئے اپنے بھائیوں کو آزاد کروائے۔ پس نیکی کے کام میں دیر

مت کریں۔ اسی طرح اپنے پاکستانی بھائیوں کو ہم جہاد کے لیے بلاتے ہیں۔ اے قبائل و سندھ و پنجاب و بلوچستان کے غیر تمند بیڑ... مسجد اقصیٰ کے بھائیوں کی حمایت میں کھڑے ہونے اور ان کے لیے مظاہرات کرنے پر اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ لیکن امت آپ سے مزید کی توقع رکھے ہوئے ہے۔ آپ لوگ ہمیشہ سے اہل جہاد و استشہاد ہیں۔ یہ آپ کے لیے ایک سنہرے موقع ہے کہ آپ اُن سے انتقام لیں جنہوں نے آپ کو بے گھر کیا، آپ کے بیٹوں کو قتل کیا اور آپ کے علماء اور بہترین مجاہدین کو قید کیا اور سب سے بڑھ کر اُن سے انتقام لیں جن کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا... یقیناً وہ امریکی ہیں۔ جو کل آپ کے خلاف جنگ کی کمان سنبھالے ہوئے تھے، اور آج وہ اقصیٰ مسریٰ نبی ﷺ میں آپ کے بھائیوں کے خلاف اس معرکے کی زمام سنبھالے ہوئے ہیں۔ پس اٹھیے! اپنے بھائیوں اور اپنے دین کا بدلہ لیں۔ امریکی سفیر اور اس کی حفاظت کے لیے آنے والوں کو چوکوں چوراہوں پر لٹکا دیں۔ اور پاکستانی فوج سے تعلق رکھنے والے ان افراد کے نام ہمارا پیغام ہے کہ جن میں ذرہ برابر جرأت و مردانگی موجود ہے کہ یہ آپ کے لیے بہترین موقع ہے کہ آپ اپنے دین کی طرف رجوع کریں۔ اپنے خالق کے سامنے توبہ کریں اور اپنی امت سے معافی مانگیں۔ اپنے اسلحوں کا رخ امت و ملت کے دشمنوں... امریکیوں، صہیونیوں اور ان کے حلیفوں کی جانب موڑ دیں۔

پس اگر آج امت نے فلسطینی بھائیوں کی حفاظت اور خود اپنی حفاظت کے لیے جہاد نہ کیا تو کیا ایک ارب مسلمان ذبح خانے میں قطار در قطار کھڑے ہو کر اپنے فلسطینی بھائیوں کے ذبح کو خاموشی سے دیکھنا چاہتے ہیں؟ یقیناً یہ ذلت و عار اور بے وفائی کی انتہا ہوگی۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنّیْ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں)۔

”میں تمام مجاہدین سے کہتا ہوں کہ کشمیر میں موجود اپنے بھائیوں کے لیے دعا کیجیے جو کہ الحمد للہ ایک مشکل ترین جہاد میں برسرِ پیکار ہیں۔ کشمیری مسلمان بھی دنیا بھر کے مجاہدین کی فتح و نصرت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ میں مجاہدین سے کہتا ہوں کہ اسلام کے ساتھ مخلص اور سچے رہیے۔ امت کا اور تمام دنیا کے مسلمانوں کا درد محسوس کیجیے۔ ظاہری ناکامیوں پر دل شکستہ نہ ہوں اور چھوٹی چھوٹی سی کامیابیوں پر اپنا ”مقصد“ نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ صبر و استقامت اختیار کریں اور حکیم قائدین جہاد کی حکمت سے بھرپور الفاظ و حکمت سے بھرپور نصیحتیں پوری توجہ سے سنیں۔“ (ذاکر موسیٰ شہید رحمہ اللہ)

خدا کا شکر کہ اب جاگ اٹھا میرا ایمان!

قاضی ابوالاحمد

اس منظر میں ایک مسخ شدہ چہرے والی خاتون اپنے نوجوان بیٹے سے مل رہی ہے، مسکرا رہی ہے۔ قیدیوں کے تبادلے میں یہ خاتون گیارہ سال بعد اسرائیل کی قید سے رہا ہوئی ہے۔ اسرائیلیوں نے اسے ایک کارروائی میں اس حالت میں گرفتار کیا تھا کہ اس کا جسم جھلس چکا تھا..... اتنے برس اس کا کوئی علاج نہیں کروایا گیا..... خاتون کی نوجوانی کی حسین صورت والی تصویر بھی موجود ہے اور آج مسخ شدہ خدوخال سے مزین چہرے اور ہاتھوں والی بھی..... مگر یہ خاتون اس قدر باحوصلہ ہے کہ کہتی ہے کہ مجھے شرم آرہی ہے کہ میں (اپنی رہائی اور انہوں سے ملنے پر) خوش ہوں جبکہ فلسطین زخمی ہے۔ جب پوچھا جاتا ہے کہ قید میں کیا بیٹی؟ تو منانت سے کہتی ہے کہ ان حالات میں گزرے دور کا کیا ذکر؟ صبر و استقامت کا پیکر ہے مسخ شدہ چہرے اور خوبصورت دل والی یہ عورت.....!

اگلے منظر میں کچھوی داڑھی والے ایک صاحب ہیں..... سر پر فلسطینی رواج کے مطابق سلیقے سے رومال باندھا ہوا ہے..... گود میں غالباً دو برس کی یا اس سے بھی کم عمر بچی ہے..... گلابی لباس پہنے ہوئے وہ گریسی دو پونیوں والی بچی ان کی بیٹی یا پوتی ہے..... وہ محبت پاش نگاہوں سے اسے دیکھ رہے ہیں، اس کا چہرہ اپنے چہرے سے مس کرتے ہیں، اسے چومتے ہیں..... اس کی آنکھیں اپنی انگلیوں سے کھول کر انہیں بھی چومتے ہیں..... اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہیں..... اسے سینے سے لگا کر بھینچتے ہیں اور کہتے ہیں..... 'روح چلی گئی!.....' ہاں ان کی آنکھوں کی اس ٹھنڈک کا چہرہ خون سے لت پت ہے، اس کا گلابی لباس بھی خون سے رنگین ہے، پونیوں میں جکڑے اس کے سیاہ گھنگھریالے بال گرد مٹی سے اٹے ہوئے ہیں..... ان کی جیب میں وہ مالٹا رکھا ہے جو وہ اس معصوم پری کی فرمائش پر بہت مہنگے داموں خرید کر لائے تھے کیونکہ بچی نے چالیس روز سے کوئی پھل نہیں چکھا تھا..... مگر جب ان سے ان کے تاثرات پوچھے جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں..... میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں..... اور یہ سب جو ہوا یہ قدر ہے اور میں اللہ کی رضا پر اس کی قدر پہ راضی ہوں۔

ہاں! وہ باپردہ باحجاب نوجوان خاتون..... چار بچوں کی ماں..... وہ مصطفیٰ کی بیوہ ہے..... مصطفیٰ شہید کی میت سامنے رکھی ہے اور وہ کہہ رہی ہے کہ ہماری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، ہمارا دل دکھ سے چھلپی ہے مگر ہم زبان سے وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو..... بے شک اے مصطفیٰ! ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں۔ اسے اپنے محبوب شوہر سے بس یہی گلہ ہے کہ وہ اس سے سبقت لے گیا..... مگر محبوب شوہر کی جدائی اس باحوصلہ بیوہ کو مایوس نہیں کرتی بلکہ اس کے اس عزم کو پختہ تر کر دیتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ضرور مجاہد بنائے گی۔

غالباً ہسپتال کا منظر ہے۔ کاریڈور لوگوں سے، سسکیوں اور آہوں سے بھرا ہوا ہے..... ایسے میں ایک مسکراتے چہرے والا باپ اپنی ننھی سی معصوم، پریوں جیسے حسین چہرے والی صاف ستھری بچی کو گود میں اٹھائے ہوئے ہے، اسے بھینچتا ہے، چومتا ہے، مسکرا کر اسے دیکھتا ہے اور پھر اسے اپنی گود میں بٹھا کر مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ سیلفی لیتا ہے..... اور پھر کہتا ہے..... "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام کہنا"..... وہ بچی، اس کی آنکھوں کی وہ ٹھنڈک پیشانی پر زخم کھا کر شہید ہو چکی ہے.....

سلام کی گونج دھیمی پڑتی جاتی ہے اور ایک تحریر واضح ہوتی ہے:

اسرائیل میں قید ایک فلسطینی قیدی کا خط بعنوان "عالم برزخ میں ۵۰۰۰ دن"۔

لگ بھگ چودہ سال سے اسرائیل میں قید تنہائی کی سزا بھگتتے والا یہ فلسطینی بھائی یاس و حسرت سے امت سے سوال پوچھتا ہے کہ کیا اب بھی سورج روز طلع ہوتا ہے؟ کیا اب بھی امت دو عیدیں ہی مناتی ہے؟..... پھر کہتا ہے کہ میں بھی ہر سال عید مناتا ہوں..... عید کی صبح وضو کر کے اپنی اس قبر کے دروازے کے سامنے دو رکعت نماز ادا کرتا ہوں..... اور بس میری عید ختم ہو جاتی ہے۔ قیدی کی خواہش ہے کہ کم از کم وہ سکون سے سو سکیں کہ اسرائیلی درندے ہر گھنٹے بعد اس قبر نما سبیل کی کھڑکی دھڑ دھڑاتے ہیں، آنکھوں پر تیز روشنی ڈالتے ہیں اور زور زور سے آوازیں دیتے ہیں۔ قید تنہائی، مظالم اور نیند سے محرومی کے باعث بہت سے قیدی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ آپ سب کی مصروف زندگی میں میری چٹا سننے کا وقت کس کے پاس ہے..... مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں آپ سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں..... اگر کبھی آپ کو فرصت ملے..... کبھی اس قیدی کی یاد آئے..... کبھی اگر..... تو مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد کر لیجیے گا۔

پھر منظر بدلتا ہے.....

اسرائیلی بمباری سے تباہ شدہ ہسپتال ہے۔ جہاں پانی بجلی اور خوراک تک نہیں ہے وہاں دوائیں اور انسٹھیز یا ایک ایسی آسائش ہے جس سے اہل غرہ محروم ہیں۔ اسرائیلی تاک تاک کر ہسپتالوں کو نشانہ بناتے ہیں، ان پر چھاپے مارتے ہیں، زخمیوں کو اٹھا کر ہسپتال سے باہر پھینک دیتے ہیں اور ڈاکٹروں کو گرفتار کر کے لے جاتے ہیں..... ایسے ہی ایک ہسپتال میں ایک سرجن اپنے نوجوان بیٹے کی بغیر انسٹھیز یا کے سرجری کر رہا ہے..... اس کا بیٹا اس کے ہاتھوں میں دم توڑ دیتا ہے اور سرجن دکھ سے شق کلیجہ لیے سہارے کے لیے دیوار سے سر ٹیک دیتا ہے.....

خوابیدہ امت یہ مناظر دیکھ کر، آہوں سسکیوں کو سن کر کسمپاسی ہے، کروٹ بدلتی ہے.....
’مگر..... مگر ہمیں کیا؟ یہ سب تو فلسطینی ہیں اور فلسطین..... وہ بہت دور ہے‘!!!، یہ سوچ کر
مطمئن ہونے کی کوشش کرتی ہے مگر.....

ارے! تو میرا چھ سالہ معصوم بیٹا ہے جسے امریکہ میں اس یہودی نے گھر میں گھس کر چاقوؤں
کے وار کر کر کے چھلنی کر دیا..... ارے تم غلط سمجھے ہو..... وہ تو فلسطینی نہیں تھا..... اور یہ تم نے
کیا کیا؟ اس کی ماں پر بھی خنجر کے وار کیے..... کیوں؟ یہ سب فلسطینی نہیں ہیں..... مگر یہ ندا
یہودی کے قہقہے میں دب جاتی ہے..... ہاں تم فلسطینی نہیں ہو مگر تم سب ایک ہی امت ہو۔

کیا یہ جنگ اب محض فلسطین تک محدود نہیں رہے گی؟ کیا ہمارے بچے بھی غزہ کے بچوں کی
طرح محصور اور شہید ہوں گے.....؟ کیا ہمیں بھی اپنے والدین کی قبریں اپنے ہی ملبہ شدہ گھر
کے آگن میں اپنے برہنہ ہاتھوں سے بنائی پڑیں گی.....؟ بے گور لاشیں..... ماؤں کو ڈھونڈتے
بچے اور بچوں کو دفناتے والدین..... کیا یہ سب ہمارے ساتھ بھی ہو گا.....؟ مگر کیوں؟ ہم تو
فلسطینی نہیں.....!!!

ضمیر چیخ اٹھتا ہے..... کیونکہ ہم ایک امت ہیں اور ہم جسد واحد ہیں، ہم محض فلسطینی، ترکستانی،
ہندوستانی، کشمیری، شامی، روہنگیا..... نہیں ہیں..... ہم امت ہیں..... امت محمد (صلی اللہ علیہ
وسلم)..... اور ہم تب تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے جب تک ہم امریکیوں اور یہودیوں اور ان
کے حلیفوں کی نیندیں نہیں اڑا دیتے، ہم تب تک چین نہیں پائیں گے جب تک انہیں بے چین
نہ کر دیں اور ہم تب تک لڑتے رہیں گے جب تک ہماری رگوں میں خون کا آخری قطرہ تک
موجود ہے..... ہم اپنے فلسطینی مسلمان بھائیوں کے لیے بھی لڑیں گے، ایغور مسلمانوں کے لیے
بھی، روہنگیا کے حق کے لیے بھی آواز اٹھائیں گے اور کشمیری و ہندوستانی مسلمانوں کا حق ادا
کرنے کی بھی کوشش کریں گے..... کسی مائی کے لعل میں جرأت ہے تو ہمارے سامنے آکر ہم
سے مقابلہ کرے۔ یہ شیر سورا تھا اور تم نے اسے بے خبر سمجھ کر خوب غدر بپا کیا..... اب یہ
بیدار ہو گیا ہے، اب یہ ہوشیار ہو گیا ہے، اس کی نیند اڑ گئی ہے اور اب یہ تم سے مقابلہ کرنے
کے لیے پرتول رہا ہے۔

مجلہ ہذا کے خصوصی شمارے ’طوفان الاقصیٰ‘ میں بعض فلسطینی مسلمانوں کے شہادت سے پہلے
آخری اسٹیٹس نشر ہوئے۔ ایک بہن جو بعد ازاں اپنے بچوں سمیت شہید ہو گئیں نے لکھا تھا:

”اے رب! میں ایک عرصہ اس جنگ کے بارے میں سوچتی رہی، اور میں نے یہ تصور کر لیا کہ
غزہ وہ قربانی ہے جس کے سبب یہ امت بیدار ہوگی۔ مگر اپنی پوری زندگی میں مجھے کبھی یہ خیال
نہ آیا کہ یہ قربانی دی جائے گی مگر امت پھر بھی بیدار نہ ہوگی! اپنی پوری زندگی میں مجھے یہ خیال
نہ آیا کہ امت تو کہیں بھی نہ تھی!“

ہم اپنی شہیدہ بہن سے یہ کہنا چاہیں گے کہ آپ نے درست سوچا تھا کہ غزہ کی قربانی امت کو
بیدار کرے گی..... اور آپ اور آپ جیسے شہد اکا خون رائیگاں نہیں گیا..... اتنا ضرور ہے کہ یہ
امت سورہی تھی..... یہ تب بھی خواب غفلت میں تھی جب صلاح الدین ایوبی القدس کی
بازیابی و حفاظت کے لیے تنہا اپنے چند ہزار سپاہیوں کے ساتھ ایک سے دوسری رزم گاہ کی
جانب جھپٹتے تھے..... امت تب بھی سورہی تھی جب ایوبی کا جانشین دیوانہ وار ’یالاسلام‘ کی
صدالگاتاتھکے ماندے، سالہا سال سے جنگوں کی صعوبت میں مبتلا مجاہدین کی صفوں میں بجلیاں
بھر رہا تھا اور اس وقت اس کا حال یہ تھا کہ پورا جسم پھوڑوں کی تکلیف سے دکھ رہا تھا..... اس
وقت تو عباسی خلافت قائم تھی مگر عباسی خلیفہ کی گل فکر کا محور بس یہ بات تھی کہ میرے نام کا
خطبہ کہاں کہاں پڑھا جاتا ہے اور صلاح الدین نے خلیفہ کے لیے فلاں اور فلاں القاب استعمال
کیوں نہ کیے..... اس وقت بھی مسلم حکمران اقتدار کی کشاکش میں محو تھے..... ہوس اقتدار اور
ہوس زرو زمین نے اس وقت بھی ان کے قدم زمین سے جکڑ رکھے تھے..... مگر تنہا صلاح الدین
کی زندگی کا مرکز و محور القدس کی بازیابی اور حفاظت تھی..... اور جب وہ اپنے اس مقصد کو پا گئے
تو عمر عزیز کے محض چھ ماہ ہی باقی تھے۔ جب وہ تنہا اس فرض کو ادا کر رہے تھے تب بھی امت
زندہ تھی اور اب بھی زندہ ہے..... جسد واحد تھی اور ہے..... مگر اس جسد کا ایک حصہ تب بھی
ن تھا اور آج بھی بے حس ہے..... اور جو حصہ جاگ رہا ہے اس کے وسائل پر بھی وہ ظالم
حکمران قابض ہیں جن کے پیٹ اور بینک اکاؤنٹ کبھی سیر نہیں ہوتے..... لہذا امت، من
حيث امت چاہنے کے باوجود بھی کچھ کر نہیں پاتی۔

مگر اب امت میں بیداری کی لہر اٹھی ہے..... اب یہ خاموش نہیں رہے گی..... اب اس کو دبانا
آسان نہ ہو گا..... اور یہ سب اہل غزہ کی قربانی کے سبب ہے..... یہ سب القدس کی بازیابی اور
حفاظت کے لیے ہے، یہ سب جسد واحد کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے ہے، یہ سب امام
مہدی کے ظہور اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی آمد کی تیاری کے لیے ہے، یہ فتنہ دجال سے
مقابلے کے لیے ہے اور یہ عند اللہ سرخرو ہونے کے لیے ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ
وہ پوری دنیا میں بسنے والے مومنین صادقین کی دعاؤں میں اور مجاہدین کی کوششوں میں برکت
ڈالے، جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے تڑپنے والے نوجوانان امت کو درست راہ
سُجھائے اور اہل ایمان کو اہل کفر پر کاری ضربیں لگانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

عذراً يا اقصیٰ!

ام عیسیٰ

خوشیوں کے چراغ جلا دیے۔ سلام ہے ان مرابطین اور مجاہدین کو جنہوں نے اپنی امت سے کئے وعدے نبھائے اور دہائیوں سے جیلوں کے پیچھے سے چیختی اور بلبکتی بہنوں کے آنسو آخر پونچھ دیے۔ سلام ہے غزہ کے ان بایسوں پر جو سب کچھ لٹ جانے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ”سب کچھ مسجد اقصیٰ کے لیے فدا ہے“ اور ”اے اللہ جتنی قربانی تو ہم سے مانگنا چاہتا ہے مانگ لے“ عظیم ہے وہ باپ کہ جس کے گھر ۱۴ سال کے بعد بچی پیدا ہوئی اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے اسرائیلی طیاروں نے اس کو ایک لاش میں تبدیل کر دیا۔ مگر وہ باپ کس حوصلے سے کہہ رہا تھا کہ ”سب کچھ اقصیٰ کے لیے فدا ہے“..... سلام ہے اس صنف نازک پر جو اپنا گھر بار لٹا کر بھی کہتی ہے کہ ”الحمد للہ! الحمد للہ! علی کل حال.....!“

جدید تاریخ نے شاید ہی کسی قوم کو اتنا باہمت اور باعزم دیکھا ہو گا۔ کیا ایمان ہو گا ان لوگوں کا جو دن اور رات زمین اور آسمان کی تھر تھراہٹ، جنگ کی گھن گرج اور بمباریوں کے کان پھاڑ دینے والے دھماکوں میں کھڑے بھی کہہ رہے ہوں کہ ”اے اللہ اگر تو ہمارے ساتھ ہے تو ہمیں کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے“۔ بمباریوں سے زخمی ہو کر نکلنے والے، اپنے پورے گھر والوں کی شہادت کی خبر پا کر بھی ”الحمد للہ!..... اے اللہ ہم تیری رضا میں راضی ہیں“ کہنے والے صبر کے کیسے مظاہر اس امت کو دکھا رہے ہیں۔ بچے بھوک سے بلک رہے ہیں۔ پینے کو پانی نہیں ہے..... مگر پھر بھی بیبی دوہرا رہے ہیں کہ ”ہم یہاں سے نہیں ہٹیں گے! ہم یہاں سے نہیں جائیں گے!“ بمباری سے زخمی حالت میں نکلنے والے بچے بھی یہی دہرا رہے ہیں کہ ”مجھے بتاؤ ابو عبیدہ کیسے ہیں؟ اگر وہ ٹھیک ہیں تو ہم بھی ٹھیک ہیں“ ہسپتالوں میں زخموں کے علاج کرتے اور دنیا کی ردیل ترین قوم کی دھکیوں کے باوجود انسانیت کے میٹھا ڈاکٹر اور ہسپتال کا عملہ یہ کہتا ہوا ڈٹا رہا کہ ”ہم اپنے مریضوں کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے..... ہم آخری سانس تک یہیں رہیں گے..... ہم ان کے ساتھ ہی جنیں گے اور مریں گے۔“

اللہ کی قسم غزہ کے مسلمانوں کا ایمان اور استقامت پوری دنیا میں بسنے والے ہم سب مسلمانوں کو بھی قوت دیتا ہے۔ بھوک پیاس برداشت کر کے اللہ کا شکر ادا کرنا نہ صرف ہمیں بلکہ یورپ اور امریکہ میں بسنے والے غیر مسلموں کو بھی حیران کر رہا ہے۔ نجانے کتنے لوگوں نے صرف غزہ کے مسلمانوں کے صبر کاراز جاننے کی خاطر پہلی دفعہ قرآن کھول کر پڑھا۔ اور کتنے ہی ایسے ہیں جنہوں نے طوفان الاقصیٰ کے بعد اسلام بھی قبول کر لیا۔ آج ہی ایک مغربی کنارے کی ایک عظیم ماں کا کلپ دیکھا جن کو ان کے بیٹے کی شہادت کی اطلاع ملتی ہے۔ ماں کے دل نے نجانے کیسے صبر کیا ہو گا۔ لیکن ان کی بات نے مجھے اندر تک جھنجھوڑ دیا۔ ”کہا کہ میرا بیٹا بطل“

اکیسویں صدی میں پیدا ہونے والے ہر مسلمان نے ایک ایسے دور میں آنکھ کھولی، جہاں اس کا دین مظلومیت کی حالت میں اور اس کا دینی تشخص پامال تھا۔ جس طرف بھی نظر اٹھتی، اس کے مسلمان بھائی ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔ کفر پوری دنیا پر حکمران بنا بیٹھا تھا۔ مسلمانوں کی حکومتیں چھن گئیں۔ ان کے وسائل ہڑپ کر لیے گئے۔ ان کو اپنے دین پر آزادی سے عمل کرنے کی آزادی نہیں تھی۔ ان کی جان، مال و آبرو محفوظ نہ تھے۔ مسلمان کی جان اتنی ہلکی تھی گویا مسلمان پیدا ہی مرنے اور ذلت کی چکی میں پسے کے لیے ہوئے ہیں۔ غلامی کی گھنکھور گھٹاؤں میں کسی کو سورج نکلنے کی امید ہی نہ تھی۔ حالت ایسی تھی کہ مسلمانوں نے اس آفت سے نجات پانے کا ذریعہ ڈھونڈنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ ہر طرف مایوسی چھائی ہوئی تھی۔

مگر جیسا کہ یہ اصول ہے کہ: خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!

مسلمانوں کے بہتے خون نے اثر دکھایا اور بیسویں صدی کے نصف آخر میں مسلمانوں میں بیداری کی لہریں اٹھنے لگیں۔ مسلمان اس ذلت بھری زندگی سے باہر نکلنے کے لیے راستہ تلاش کرنے لگے۔ اللہ نے مسلمانوں کو توفیق دی اور پوری امت مسلمہ میں اس وقت اپنا حق واپس لینے کی جو تحریکیں شروع ہو گئی ہیں ان سے دنیا کفر کانپ رہی ہے۔

اے اللہ تیرا شکر ہے کہ زخموں سے چور اپنے بندوں کو اس دور میں بھی دوبارہ اسلام کی عظمت کے مناظر دکھا دیے دیے۔ اجنبیت کی حالت میں گزرنے والے دن بدل کر پوری دنیا میں اسلام کا نام دوبارہ روشن کر دیا ہے۔ اے رب تیرا احسان ہے کہ تو نے اس امت کو پہلے طالبان کی فتح، اسلام کو متمکن ہوتا اور پھر فلسطین میں اس امت کے سب سے بڑے اور خبیث دشمن کو ذلیل و رسوا ہوتا دکھا دیا۔

طوفان الاقصیٰ نے نہ صرف فلسطین میں، بلکہ پوری دنیا میں ایک عجیب طوفان برپا کر دیا ہے۔ مسلمان ہوں یا کافر کوئی بھی اس طوفان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اللہ فلسطین کی مقاومت (مذاہمتی تحریک) جہادی تحریکوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ غزہ کے مسلمانوں کو بہترین اجر عظیم عطا فرمائے کہ جن کے خون سے پوری دنیا میں اسلام کے احیاء کی صدائیں بلند ہونے لگی ہیں۔ جنہوں نے اپنی جانوں، اپنے پیاروں اور اپنے گھروں کی قربانی دینا قبول کر لی مگر اپنے دین اور اپنے شرعی حق اور فرض سے متزل اختیار نہ کیا۔ سلام ہے فلسطین کے خصوصاً غزہ کے مسلمانوں پر جنہوں نے اپنے خون کی لو سے اس امت کے کتنے گھروں میں دوبارہ سے

ہے... یقیناً بطل ہے اور مجھے اس پر فخر ہے۔ لیکن غزہ کے شہداء بھی سب ابطال ہیں۔ میں غزہ کے مسلمانوں کو کیا منہ دکھاؤں کے ان کے پورے کے پورے خاندان اس راہ میں کام آگئے اور میرا صرف ایک بیٹا قربان ہوا ہے۔ اس پر بھی میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں۔ اے لوگو! جان لو کہ میں خوش ہوں مجھے مبارک باد دو۔“ سبحان اللہ اے غزہ کے شہیدو! تمہاری داستانوں نے پوری امت کو صبر سکھا دیا!

حقیقت یہ ہے کہ جب غزہ کی کوئی مظلوم عورت ہمیں چیخ چیخ کر پکارتی ہے اور پھر آخر میں کہتی ہے کہ ”حسبنا اللہ علی کل من خذلنا!“ تو دل کانپ کر رہ جاتا ہے۔ گود میں اپنے بچے کا بے جان لاشہ اٹھائے جب جوان جہان مرد بھی رو پڑتا ہے اور کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے ”اے مسلمانو! ہم قیامت والے دن تمہارے گریبان پکڑیں گے!“ تو رو ٹکٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے مایوسی درمابوسی دیکھ کر یہ مظلوم شخص کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ”ہمیں باہر سے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنی آزادی خود ہی حاصل کر لیں گے! ہم مسجد اقصیٰ کو خود چھڑوا لیں گے! مگر بس ایک بات سن لو... کہ جب ہم مسجد اقصیٰ کو آزاد کروالیں تو یہاں نماز پڑھنے نہ آنا!“، یہ سن کر تو الفاظ زبان کا ساتھ ہی نہیں دیتے۔ پوری دنیا کی بے بسی دیکھ کر وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ”آج ہمیں پتہ چلا ہے کہ مسلمان ہمارے ہیں ہی نہیں!... حسبنا اللہ و نعم الوکیل!“

وہ ہم سے شکوہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اربوں کی تعداد میں موجود ہم نے بحیثیت مسلم امت ان کو مایوس کر دیا ہے۔ بے وفائی اور جفا کی بھی حد ہوتی ہے۔ ہم سب اپنے آرام دہ کمروں میں سکریٹوں کے پیچھے سے ان کو ذبح ہوتے دیکھ کر بس روتے ہی رہتے ہیں۔ اور ان کا دشمن مسلمانوں کی خاموشی دیکھ کر مزید شیر ہو تا جاتا ہے۔ یہ مسلمان کا خذلان ہی ہے کہ ہمارے عین قلب میں اسرائیل جیسی ذلیل ریاست مزے سے حکومت کر رہی ہے۔ یہ کیسی بے بسی ہے کہ ۲۴ گھنٹے ٹی وی، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر خبریں دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں کہ غزہ کے اندر کھانا پانی بند ہے، ان کے بچے مر رہے ہیں، ان کی عورتیں بیوہ ہو رہی ہیں، اور حد تو یہ کہ ان کے ہسپتال محصور ہیں... ان کے ڈاکٹروں کو نشان عبرت بنایا جا رہا ہے۔

در حقیقت ہم مسلمان خوفزدہ ہیں کہ اگر ہم بھی جنگ کا حصہ بن گئے تو جو حالت اس غزہ کی ہے وہی ہماری ہو جائے گی۔ ہم فلسطین کی حالت دیکھ کر مطمئن ہیں کہ ہم محفوظ ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ آزمائش صرف ایک خطے کے مسلمانوں تک محدود رہے۔ اور یہی کفر بھی چاہتا ہے۔ وہ جہاد اور مجاہدین سے وابستہ ہر علاقے کو نشان عبرت بنانا چاہتا ہے۔ اس سے پہلے وہ افغانستان، عراق، شام اور یمن کے ذریعے ہم مسلمانوں کو یہ سبق اچھی طرح اذہر کر چکے ہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم نے طاغوت کے خلاف اٹھنے کی کوشش کی تو تمہارا بھی وہی حشر ہو گا جو افغانستان کا ہوا تھا... جو یمن کا ہو رہا ہے... جو آج شام کا حال ہے... جو عراق کا ہوا تھا... اور جو اب غزہ کا ہو رہا ہے! اس لیے اگر تم امن سے رہ رہے ہو تو اس کو غنیمت جانو اور طاغوت کے خلاف اٹھنے کی

ہمت نہ کرنا! اور ہم یہ سبق نجانے کتنی دہائیوں سے یاد کر رہے ہیں اور بار بار دوہرا رہے ہیں۔ ہم بار بار اپنے حکمرانوں کو پکارتے ہیں کہ ”تم بارڈر کھولو تاکہ ہم فلسطین میں مسلمانوں کے شانہ بشانہ لڑ سکیں!“ مگر آخر ہم کیوں بھول جاتے ہیں کہ یہ حکمران تو اسرائیل کی حفاظت کے لیے ہی تو ہم مسلمانوں پر مسلط کیے گئے ہیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارے لیے اسرائیل کے خلاف لڑنا آسان بنائیں؟! واللہ جب تک ہم اس سوچ میں رہیں گے اپنا اور اپنی امت کا برابر نقصان ہی کرتے رہیں گے۔ ہمیں سوچنا ہو گا... سمجھنا ہو گا! مصر میں اخوان کی حکومت کے حشر کو دیکھنا ہو گا۔ الجزائر میں اسلام پسندوں کے ساتھ فوج نے کیا کیا؟ پاکستان میں ان بیس سالوں میں کیا ہوا بلکہ ستر سال سے کیا ہوا تارباہ ہے؟ کیا یہ سب کچھ کافی نہیں کہ ہم یہ بنیادی بات سمجھ جائیں کہ یہ فوجیں اور حکومتیں ہماری نہیں۔ بلکہ ہمارے قتل کے لیے تشکیل دی گئی ہیں۔ واللہ ان کی اسلام سے ادنیٰ سی وفا بھی نہیں ہے۔ یہ امریکہ اور عالمی نظام کفر کے نوکر چاکر ہیں۔ جو حکم ان کو ان کا آقا دے گا یہ اسی کی تعمیل کریں گے۔

اے اللہ تو ہم مسلمانوں کی بے چارگی، بے بسی اور بے وفائی کو معاف کر دے! اے اللہ تو ہمیں اپنے عذاب سے بچا!... اے غزہ! تو ہمیں معاف کر دے! اے مسجد اقصیٰ! ہم تجھ سے شرمندہ ہیں! ہم اربوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود کمزور ہیں! ہم اپنے اپنے ملکوں میں آرام سے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں! ہم پر مسلط طواغیت نہیں چاہتے کہ ہم تجھے آزاد کروائیں! اس لیے ہم بے بس اور مجبور ہیں! اے غزہ کی ماں! تیرا بیٹا شہید ہو گیا مگر تو ہمیں معاف کر دے! قیامت والے دن تو ہمیں گریبان سے پکڑ کر اللہ کے سامنے نہ لے جانا! بس تو ہمیں معاف کر دے! ”فلسطین کے اے بوڑھے باپ! جس کو اپنے پوتے پوتیوں کے جنازے اٹھانے پڑ رہے ہوں... ہمیں معاف کر دو! ہم تو تجھ سے بھی زیادہ بے کس ہیں! تم تو پھر بھی آزاد ہو... ہم تو اپنے ملکوں میں قید ہیں!... اے ننھے سے بچے جس کے ماں باپ اس کے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی اس کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں... ہمیں معاف کر دو! ہم تم تک پہنچنے کی استطاعت نہیں رکھتے!... ہم تیری آنکھوں میں آئے آنسو نہیں پونچھ سکتے کیونکہ ہمارے بھی تمہارے جیسے بچے ہیں اور ہم ڈرتے ہیں کہ ہمارے بچوں کا بھی وہی حشر نہ ہو جائے جو تیرا ہو رہا ہے! غزہ کے بھوکے پیاسے باسیو! ہمیں معاف کر دینا!... ہم تجھ تک کھانا نہیں پہنچا سکے کیوں کہ ہم پر سرحدیں بند تھیں!... غزہ کے ڈاکٹر و اور مریضو! ہمارا عذر قبول کر لو!... ہمیں قیامت والے دن رسوا نہ کرنا! مگر یقین کرو... لاکھوں کی تعداد میں ہنرمند ترین ڈاکٹر رکھنے کے باوجود بھی یہ امت تمہیں انسٹینڈینس یا تک نہ بھجوا سکی!... ہم تمہیں کفن تو بھیج سکتے تھے مگر دوائیں نہ بھجوا سکے!

مگر یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ ان سب حالات میں ہم مسلمان جتنے بھی کمزور ہو جائیں مگر ہر دور میں ایسے سر پھرے پھر بھی پیدا ہوتے رہیں گے جو اپنی امت کا حق ادا کرنے والے بنیں

گے۔ جو اپنی ماؤں، بہنوں اور اپنے باپوں کو روتا دیکھ کر چین سے گھر میں بیٹھ سکیں گے۔ جن کے لیے امت کے کسی بھی کونے میں روتا بچہ ان کا اپنا ہی بچہ ہو گا۔

اور دوسری جانب دنیا کے طواغیت، چاہے وہ امریکہ، یورپ اور اسرائیل ہوں یا ہمارے اپنے ملکوں پر مسلط حکمران ہوں... جہاد کو نشان عبرت بناتے ہی رہیں گے۔ دجال کے پیر و کار بھوک اور پیاس کے ذریعے مسلمانوں کو ڈراتے رہیں گے۔ زخموں اور پیاروں کے مجھڑنے سے ڈراتے رہیں گے مگر مسلمانوں کی ایک جماعت دجال کے ان پیر و کاروں کے خلاف اللہ کے دین پر ڈٹی رہے گی۔ جس کو کسی چیز کی پرواہ نہ ہوگی سوائے اللہ کی رضا کے۔ جو اللہ کے راستے پر ڈٹی رہے گی۔ اور آخر کار انجام ان شاء اللہ انہی مسلمانوں کے حق میں ہو گا۔

منافقین اور کفر سے مرعوب لوگوں کا صدیوں سے ایک ہی وطیرہ ہے،

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

وہ ہمیشہ ایمان والوں کو ڈراتے ہی ہیں۔ کفر کے ہتھیاروں سے، موت سے، قید سے، تعذیب سے، بھوک اور پیاس سے۔ مگر مومنین کا جواب بھی ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے، وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

اللہ فلسطین کے مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے، ان کے زخموں کو شفا کے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے اور ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ اس عظیم الشان معرکے میں حصہ ڈالنے والے بنیں۔ اللہ کا مسلمانوں سے نصرت کا وعدہ ہے۔ فتح کا وعدہ ہے۔ اللہ اور اس کے دین کو ہماری ضرورت نہیں ہے۔ اللہ اپنے دین کو غالب کرے گا۔ چاہے ہم اس میں اپنا حصہ ڈالیں یا نہ ڈالیں۔ اللہ بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھوں فتح کروائے گا چاہے کفار اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم اس جہاد میں شریک ہو کر مسجد اقصیٰ کو آزاد کروانے والوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں تاکہ ایک دن ہم بھی مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کر سکیں؟... یا پھر ہم سکریٹوں کے پیچھے بیٹھے صرف آنسو ہی بہانا چاہتے ہیں؟

جنگ دو دن کا کھیل نہیں ہوتی۔ یہ پوری دنیا جانتی ہے۔ اس لیے اس وقت پوری دنیا میں جو جہاد کی لہریں زندہ ہوئی ہیں، دنیا کے ہر ہر کونے میں مسلمان اور مجاہدین اپنا خون اللہ کے سامنے پیش کر رہے ہیں، اس محاذ جنگ کا مرکز مسجد اقصیٰ اور فلسطین ہی ہے۔ فلسطین کی آزادی تک یہ جنگ مسلسل جاری رہے گی۔ یہ معرکہ چاہے جتنا بھی طول پکڑے اور چاہے جتنی بھی قربانی ہم سے مانگ لے مسلمان اب اس سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ سوال اس وقت زندہ ہر مسلمان سے کیا جائے گا کہ اے مسلمانو! جب غزہ کے مسلمان اپنے دین کی خاطر قربانیاں دے رہے تھے، تم نے اس وقت کیا کیا؟ کیا تم اتنے مجبور تھے کہ تمہارے ملکوں میں یہودی اور ان کے پشتی بان امریکی اور یورپی دندناتے پھر رہے ہوں اور تم

میں سے کوئی بھی ایسا باغیرت انسان نہ ہو جو ان کو نشانہ بنا سکے۔ اگر تم غزہ نہیں پہنچ سکتے تھے تو کیا اپنے ملکوں کو یہودیوں، امریکیوں اور یورپیوں کے لیے جہنم نہیں بنا سکتے تھے؟ تم دوسروں کا انتظار کیوں کرتے رہے؟ تم قیادت کے انتظار میں کیوں رہے؟ تم موت سے ڈر گئے جبکہ وہاں چھوٹے چھوٹے بچے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑے تھے۔ تم گھر بار لٹنے سے خوفزدہ تھے جبکہ وہاں لمبے کے ڈھیروں پر شہداء اپنے خون سے رقم کر گئے کہ ”ہم اپنے مقصد سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے!“

اس وقت امت ایک دوراہے پر کھڑی ہے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم پر بہت بھاری ذمہ داریاں آپڑی ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو بحیثیت ایک امت کے اس آزمائش میں کامیابی عطا فرمائے۔ ہم سے اپنے دین کا کماحقہ کام لے۔ ہماری ناقص کوششوں میں برکت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری امت کے نوجوانوں کو مسجد اقصیٰ کو رہا کروانے کا شرف عطا فرمائے۔ ہمارا بھی اس جد جہد میں حصہ لکھ دے! اللہ ہماری امت کی ماؤں کو توفیق عطا فرمائے کہ ان کی گودوں میں پلنے والے بچے باغیرت و باہمیت مسلمان بنیں۔ اللہ ہمیں بھی غزہ اور فلسطین میں اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے جہاد میں ہاتھ بٹانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں ایک دن مسجد اقصیٰ میں ہمارے فلسطینی بھائیوں اور بہنوں سے جاملائے! جہاں ہم ایک صف میں کھڑے ہو کر مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کر سکیں! آمین

☆☆☆☆☆

سروری و جہاں بانی کی تعلیم

اسلام کی تعلیم سروری و جہاں بانی کی تعلیم ہے، اس کی ایک اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ دین اپنے ماننے والوں میں بغیر کسی شائبہ تکبر کے خود داری، بغیر کسی فریب نفس کے اعتماد و یقین، اور بغیر دوسرے پر اعتماد اور ضعف کے یقین و توکل کی روح پھونکتا ہے، یہ عقیدہ انہیں متنبہ کرتا ہے کہ ان کے کاندھوں پر پوری انسانیت کے ذمہ داری ہے، روئے زمین پر بسنے والی انسانی جماعت کی تولیت (TRUSTEESHIP) ان کے سپرد ہے، اور ان کا فرض منصبی ہے کہ وہ بھٹکے ہوئے انسانی گلہ کی پاسبانی کریں اور انسانوں کو دین محکم اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کا فرض انجام دیں، اور اس روشنی اور ہدایت کے ذریعہ جو ان کو خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہے، تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں۔

(سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ)

تم کو ضرورت ہے محاذوں کی!

امامہ طارق

جی چاہتا ہے ماؤں کی جگر کو چھلنی کرتی چیخیں، کہ جن کو سن کر آسمان کا سینہ بھی شق ہوا جاتا ہے، وہ تمہیں سنواؤں۔ اپنی کل متاع کو چند لمحوں میں بلبے کا ڈھیر بننے دیکھنے کا غم، کسی طرح دکھاؤں تم کو۔ اپنے بچوں کے فاسفورس سے جلے جسموں، بموں سے اڑے چھتڑوں، ٹکڑا ٹکڑا جسم اکٹھا کر کے، پلاسٹک کے تھیلوں میں اپنے ننھے مٹے بچے کو ہسپتال لے جانے والے باپ کا صدمہ..... کسی طرح تمہارے دلوں تک بھی پہنچاؤں..... شاید کہ تمہیں خیال آئے..... شاید کہ لمحہ بھر کو رک کر تم کبھی سوچو..... یہ مرتے، کلتے اور جلتے ہوئے جسم..... تمہارے ہی بھائی بہنوں کے ہیں۔

عرصہ ہوا مسلمان بھائیوں کو جیلوں کی کال کو ٹھڑپوں سے بہنیں آواز دیتی ہیں۔ ہند تا امریکہ، یہ بہنیں اپنے زخم دکھا کر، اپنے غم سنا کر، چیخ چیخ کر اپنے بھائیوں کو مدد کے لیے بلاتی ہیں۔ مگر غزہ..... غزہ وہ جگہ ہے کہ جہاں ۸/۹ سال کی معصوم بچیاں..... بلکہ نابالغ بچے تک..... قوم سدوم کے درندوں کی حیوانیت کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ ایک ۱۱ سالہ بچی ہے۔ جس کو اسرائیلی فوج کے درندوں نے پہلے اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا۔ پھر اسے یہ دھمکی دیتے ہوئے کہ اگر اس نے اپنے اوپر بیٹنے والے مظالم کا ذکر کسی سے بھی کیا تو اس کی چھوٹی ۸ سالہ بہن کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا، اسے نیم مردہ حالت میں ایک عوامی مقام پر پھینک دیا، جہاں سے لوگوں نے اسے اٹھا کر ہسپتال پہنچایا..... اس کی معصوم نگاہیں اور فرشتوں سے پاکیزہ چہرے کے گرد لپٹا دوپٹہ..... کیا ان سے بھی تم نظریں چراہ کر سکتے ہو؟

یہ وہ ماں ہے جو اسرائیل کے قید خانے میں ہر لمحہ روتی ہے، سسکتی ہے۔ کہ غزہ سے نکلے ہوئے، اسرائیلی فوج کے ہتھے چڑھتے ہوئے، اور ان کے ہاتھوں قید ہونے تک، اس دوران اس سے اس کا ننھا شیر خوار بچہ بچھڑ گیا ہے۔ آرام آئے تو کیسے؟ چین آئے تو کیسے؟ کیا سڑک پر گر جانے والا وہ ننھا سا بچہ کسی کو ملا ہو گا؟ کیا اسرائیلی فوج کی بربریت سے وہ بچا ہو گا؟ یا اگر بچ گیا تو..... کہیں کسی جانور کا شکار نہ بن گیا ہو؟ کیا کوئی ہو گا جو اس لاوارث بچے کو شفقت بھری بانہوں میں سمیٹ لے؟ جو اس قیامت سی قیامت میں، اپنے بچوں کے ساتھ اسے بھی اپنی پناہ میں لے لے؟ کیا کسی ماں کے لیے، اس سے بڑا بھی کوئی غم ہے کہ اس کا ننھا بے سہارا بچہ، اس سے یوں بچھڑ جائے؟ اور وہ دوبارہ کبھی اسے دیکھ بھی نہ پائے؟!

یہ چار چھوٹے چھوٹے نومولود بچے، جن کے والدین کا بھی کوئی اتہ پتہ معلوم نہیں تھا، غزہ کے ہسپتال الشفا میں اس وقت اکیلے چھوڑ دینے پڑے جب اسرائیل نے وہاں کے عملے کو فوری طور

اگر میرا مرنا ہے ٹھہرا..... تم کو مگر جینا ہو گا
میری کہانی سننے کے لیے
میری چیزیں بکوانے کے لیے
کپڑے کا ایک ٹکڑا، خریدنے کے لیے
اور چند ڈوریاں.....
سفید رنگ لینا..... اور سر المبا چھوڑنا
تاکہ غزہ کا کوئی بچہ.....

آسمان کی طرف نظر اٹھائے تو.....
اپنے بابا کو ڈھونڈتی نگاہیں
(..... جو بھڑکتے شعلوں میں بجھ کر گئے اس سے
الوداع تک نہ کہہ سکے کسی کو
نہ اپنے ہی خون کو..... نہ ہی خود کو.....)
پتنگ کو دیکھیں، میری پتنگ.....
جو تم نے بنائی، آسمان پر اڑتی ہوئی.....
تو اک لمحے کو سمجھے کہ وہاں کوئی فرشتہ
لے کر آتا ہے محبت کا مژدہ.....
اگر مجھے مرنا ہی ہے تو.....
(میری موت کو) امید بننے دو
مجھے ایک قصہ، اک نوید بننے دو.....

اشعار: شہید رفعت الحریر، غزہ

(نومبر، ۲۰۲۳ء)

سوچتی ہوں ایک تحریر لکھوں..... دلوں کو جھنجھوڑنے والی، آنکھوں کو رلانے والی، بے حسی میں لپٹے، اپنے معمول میں روبوٹس کی مانند چلتے پھرتے، اپنی زندگی بنانے کی سعی میں مصروف مسلمانوں کو..... چونکانے والی، بتانے والی، احساس دلانے والی..... کہ غزہ جل رہا ہے۔ وہاں کی گلیاں انسانی لاشوں سے اٹی ہوئی، وہاں کی سڑکیں معصوموں کے خون سے رنگین، وہاں کی فضا بارود کی بو اور دھوئیں سے آلودہ..... اور وہاں ہر عمارت فقط بلبے کا ایک ڈھیر ہے۔



پر ہسپتال خالی کرنے کا حکم دیا۔ وقت سے پہلے پیدا ہونے والے یہ بچے انکیوبیٹرز کے سہارے اس دنیا میں لکھا وقت گزار رہے تھے۔ مگر اسرائیلی فوج کے چھاپے کے سبب ان کی نگرانی پر مامور نرس (male-nurse) کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ وہ ان میں سے صرف ایک بچہ، جس کا انکیوبیٹر کے بغیر کچھ وقت زندہ رہ پانے کا کچھ امکان تھا، کو ساتھ لے جاسکتا تھا۔ وہ اس بچے کو لے کر دیگر عملے کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور اسرائیل سے بار بار گزارش و یاد دہانی کی گئی کہ بخدا ہسپتال میں موجود معصوم و بے گناہ بچوں کا خیال رکھا جائے۔ وہ بچے جنہوں نے اس دنیا میں آ کر ابھی صحیح سے آنکھیں بھی نہیں کھولیں، کوئی جرم نہیں کیا، جو آکسیجن ماسک کے ذریعے سانس لیتے ہیں، ان کی معصوم جانوں کی مراعات کی جائے۔

مگر لغت قاصر ہے کہ ایسوں کو کن الفاظ سے بیان کرے، کہ جن کے اندر انسانیت کی اتنی بھی رmq نہیں کہ وہ معصوم بچوں ہی کی زندگی کا خیال کریں۔ جو حیوانوں سے بدتر ہیں، جنہیں دیکھ کر دردے بھی شرماتے ہیں۔

غزہ کے مسلمان الشفاء پر اسرائیلی چھاپے کے بعد جب واپس آئے تو ان بچوں کو اپنے انکیوبیٹرز میں اس حال میں مردہ پایا، کہ آکسیجن کی سپلائی ختم ہو جانے کے بعد ان کے انکیوبیٹرز کھلے پڑے تھے، ان کے مردہ جسم گل سڑ چکے تھے اور آوارہ کتوں نے ان کے جسم بھنبھوڑ کھائے تھے۔

سوچتی ہوں..... یہ کوئی من گھڑت قصہ نہیں، یہ کسی فلم یا کہانی کا سکرپٹ نہیں..... یہ تو غزہ میں بتینے والے حقیقی مناظر ہیں..... کیا یہ واقعہ کافی ہو گا؟ کسی نوجوان مسلم کے دل کو جھنجھوڑنے کے لیے؟ کرکٹ سے نظریں ہٹا کر غزہ کے بارے میں سوچنے کے لیے؟ کیا کوئی ہاتھ ایسے ہوں گے، جو بے اختیار اپنے بھائیوں کی نصرت کے لیے شمشیر و کلاشن کوف لیے اٹھ جائیں؟ کیا کوئی آنکھ ایسی ہوگی جو رب کی بارگاہ میں فریاد کے آنسو لیے بہہ پڑے؟

سوچتی ہوں..... میری امت کے نوجوان صاحبِ فہم و تدبیر ہیں..... علم کی طلب میں آگے، تعلیم و تحقیق کے میدانوں میں جھنڈے گاڑتے، کیرئیر بنانے کی جستجو میں ہمہ وقت مصروف..... کیا کبھی، اپنے پیارے صحت مند بچوں کو، سکول چھوڑ کر آتے ہوئے، ہر دم ان کی جسمانی و ذہنی نشوونما کی فکر میں ہلکان ہوتے ہوئے، ان کے لیے ایک محفوظ مستقبل تعمیر کرتے ہوئے..... کیا کبھی..... اچانک کسی لمحے..... تم ٹھک کر رہ گئے؟ کیا کبھی خیال آتا ہو گا..... غزہ کی اس چار پانچ سالہ معصوم بچی کا، جو ہاتھ میں خالی پلیٹ لیے، بھوکے لوگوں کی قطار میں کھڑی روتی ہے، بھوک سے ہلکان جسم اور بڑی بڑی سہمی ہوئی آنکھوں سے ٹپکتے آنسو..... سوچتی ہوں..... کیا پھر بھی تمہارے نوالے حلق سے اتر جاتے ہوں گے؟

یہ وہ بچے ہیں مسلمانو! جو رات کو بھوک کی شدت سے اٹھ جاتے ہیں۔ کچھ کھانے کو نہیں ملتا تو اپنی بے بسی، اور اپنی قوم و امت کی بے حسی پر حلق میں پھنسی چیتوں اور آنسوؤں کو چھپانے کے لیے جسم پر اوڑھی چادریں منہ میں ٹھونس لیتے ہیں، مبادا ان کی سسکیوں سے پاس لیٹے والدین کو یہ معلوم ہو کر دکھ نہ ہو..... کہ وہ بھوکے ہیں۔ کہ سردی کی شدت سونے نہیں دیتی۔ کہ ان کے نیچے ان کا بستر بارش کے پانی سے نم ہو چکا ہے۔

یہ فلسطینی قیدی ہیں بھائیو!..... یہ اسرائیل کے قید خانے ہیں۔ یہاں کا کیا حال سناؤں کہ قوتِ بیان ساتھ چھوڑ چھوڑ جاتی ہے۔ یہ وہ جیل ہے بھائیو! جہاں بند قیدیوں کا جرم کسی کو بھی معلوم نہیں..... نہ قیدی کو، نہ قید کرنے والوں کو اور نہ قید کا حکم سنانے والوں کو! مگر پھر بھی یہاں کے قیدی دنیا کے بدترین مظالم سے گزرتے ہیں۔



کبھی انہیں دنوں کے حساب سے بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے، کھانے کو دیا بھی جائے تو بس چند نوالے..... جو کسی چوہے یا چڑیا کو بھی کفایت نہ کریں۔ کبھی انہیں بے تشاشا مار پیٹ کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اس قدر کہ آلات تشدد بھی بالآخر چھین جاتے ہیں، ٹوٹ جاتے ہیں۔ قیدیوں کے ہاتھ



اور انگلیاں توڑ دی جاتی ہیں، حتیٰ کہ کبھی مسلسل تشدد ہی بالآخر موت پر منتج ہوتا ہے۔ یہاں کے قیدیوں کو علاج کی سہولت میسر نہیں، گھر والوں سے کوئی رابطہ نہیں، کوئی انسانی حق میسر نہیں۔ اسرائیل کے یہ قید خانے دنیا کے قید خانوں میں اس اعتبار سے یکتا و بے مثال ہیں، کہ یہاں قیدی بہر صورت اپنی مدت قید پوری کرنے کا پابند ہوتا ہے، چاہے اس دوران وہ مر ہی کیوں نہ جائے۔ مرنے کے بعد بھی اس کے مردہ جسم کو سرد خانے میں اپنی سزا پوری کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے، تاکہ اس کا انتظار کرتے ہوئے والدین، یا اس کی راہ نکلنے بیوی بچے..... اس کرب مسلسل میں رہیں کہ ان کے روح و جسم کا ایک ٹکڑا، مرنے کے بعد بھی اسرائیل کی قید میں اپنی سزا کاٹ رہا ہے۔ اسے دو گز زمین کا ٹکڑا حتیٰ نصیب ہو گا، جب وہ اپنی سزائے بے گناہی پوری کرے گا۔

اور ہاں..... صبح جب انہیں ہسپتال پہنچایا گیا، تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کے والد اور چھوٹی بہن اسرائیلی ٹینکوں تلے، کچل کر شہید ہو چکے ہیں۔

مگر کیا آمنہ کی کہانی..... یا اس جیسی سینکڑوں آمنہ، فاطمہ، عائشہ اور خدیجہ کی کہانی..... کچھ بھی کافی ہو گا..... تمہاری آنکھوں پر پڑے غفلت کے پردے کو سرکانے کے لیے؟!

یہ محمد الشہیر کی ۱۱/۱۰ سالہ بیٹی لیان الشہیر ہے۔ جو اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ جنوبی غزہ میں اکیلی ہے۔ جس وقت وہ اپنے والدین اور دو بھائیوں موسیٰ اور ماہر کے ساتھ وسط غزہ سے جنوب کی طرف سفر کر رہی تھیں، اسرائیلی فوج نے ان کے دیگر اہل خانہ کو وسط میں ہی روک لیا اور صرف ان دو چھوٹی بچیوں کو جانے کی اجازت ملی۔ انہوں نے ہفتوں سے اپنے گھر والوں کو نہیں دیکھا، ان کی آوازیں نہیں سنیں، اور وہ انہیں بے حد بے تحاشا یاد کرتی ہیں۔ وہ دنیا سے کیا چاہتی ہیں؟ صرف یہ کہ..... اپنے دلوں میں ہمارے لیے کچھ احساس پیدا کرو!



اور یہ ننھی بچیاں پھوٹ پھوٹ کر رو پڑتی ہیں۔

میرے لوگو! یہ اسرائیل ہے..... وہی اسرائیل جس کے میکڈونلڈز اور سٹار بکس نے ہمیں اپنا اسیر کر رکھا ہے، جس کے لوشنز، کریموں اور شیمپوؤں کے بغیر ہماری آرائش و زیبائش، بلکہ ہماری 'سیلف کئیر' ہی نامکمل و ادھوری ہے، یہ اسرائیل ہے جو فلسطین (غزہ و مغربی کنارہ دونوں) میں ہمارے مسلمان بہنوں اور بھائیوں کے مرے ہوئے، دفن شدہ لوگوں کو بھی نہیں بخشا۔ محض ۷ اکتوبر سے جاری اس معرکے کے دوران اسرائیلیوں نے اپنے غضب و بغض کو نکالنے کے لیے مسلمانوں کے کتنے ہی قبرستانوں میں بلڈ وزروں سے قبریں اکھاڑی ہیں۔ مسلمانوں کے کفن میں لپٹے لاشے روندے ہیں اور انہیں یونہی کھلے آسمان تلے چھوڑ دیا ہے۔

مسلمانو! سوچو..... کبھی تو ذرا دل سے سوچو!..... اگر غزہ کے مسلمان اپنے نہیں لگتے، بہت دور معلوم ہوتے ہیں..... 'فلسطینی' یا 'عرب' لگتے ہیں، یہ مسئلہ 'عربوں' کا مسئلہ لگتا ہے..... ان کا غم پر ایا لگتا ہے..... تو ذرا چند لمحوں کو انسان بن کر ہی سوچو! اپنے کسی پیارے کا جو اس دنیا میں بچھڑ کر منوں مٹی تلے سو گیا ہو۔ ذرا سوچو! وہ جس کی بس یادیں ہی تمہارے پاس رہ گئی ہوں..... اسے یوں اس کی آخری آرام گاہ سے اکھاڑ پھینکا جائے، اس کا بے جان لاشہ جانوروں اور پرندوں کی خوراک ہو..... اسے مرنے کے بعد بھی آرام نہ نصیب ہو..... کیا بحیثیت انسان کوئی یہ تصور کر بھی سکتا ہے؟!

یہ ۱۳ سالہ بچی آمنہ غنم ہے۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح سرخ ہیں۔ اس قدر سرخ کے معلوم ہوتا ہے اگر ان میں سے کوئی آنسو ٹپکا، تو وہ بھی خون کا آنسو ہو گا۔ آمنہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ٹین کی چھت والے ایک شیلٹر میں رہ رہی تھی۔ جنوری ۲۰۲۲ء کی کوئی سردرات جب وہ سب گھر والے سو رہے تھے، اسرائیلی ٹینکوں کی آواز سے ان کی آنکھ کھلی، یہ ٹینک انہیں روندتے ہوئے ان کی چھت کے اوپر چڑھ گئے جس کے نتیجے میں وہ سب ان کے نیچے پھنس گئے اور بری طرح کچلے جانے لگے۔ تمام رات یہ ٹینک انہیں پیستے رہے اور بالآخر صبح کہیں جا کر رخصت ہوئے۔ اس دوران بری طرح کچلے جانے کے سبب آمنہ کی آنکھوں میں خون کی رگیں پھٹ گئیں، اور تمام سفیدی خون کی سرخی میں ڈوب گئی۔

یہ غزہ کے بچے ہیں۔ جو سردی کے موسم میں اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کر دیے گئے ہیں، کھانے کو کچھ نہیں، پہننے کو کچھ نہیں، رہنے کے لیے کچھ نہیں۔ سردی کی شدت سے بچنے کے لیے یہ دنیا کی جانب سے خیرات میں آنے والے سفید 'کفن' پہن کر پھرتے ہیں۔ [ذیل کی تصویر میں ایک بچی 'باڈی بیگ' پہنے ہوئے ہے!]



یہ غزہ کے بچے ہیں۔ بمباریوں نے جن سے ان کے والدین، بہن بھائی، گھر اور زندگیاں چھین لی ہیں۔ یہ بھوک برداشت کرتے ہوئے، خالی برتن اور خالی ہاتھ اپنے گھر والوں کے پاس کسی پناہ گزین کیمپ میں جاتے ہوئے بھی صبر سے مسکراتے ہیں، اور ہنس کر کہتے ہیں: 'حالات ذرا مشکل ہیں!'۔

یہ غزہ کے بچے ہیں۔ ہسپتالوں میں جب انیسٹھیزیا کے بغیر ان کے کٹے پھٹے جسم سے جاتے ہیں، تو یہ درد برداشت کرنے کے لیے اپنے رب کی اتاری کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اسی میں پناہ لیتے ہیں، اسی میں جائے قرار پاتے ہیں۔

یہ غزہ کے بچے ہیں، جو جلے ہوئے جسم لیے، جاہجاز خموں سے چور، خون تھوکتے ہوئے، پھر بھی کہتے ہیں: حسبنا اللہ و نعم الوکیل!!

یہ اہل غزہ ہیں، دنیا کی وہ واحد جگہ کہ جہاں کے اہل اسلام روزانہ گروہ درگروہ قافلہ شہداء میں شامل ہوتے ہیں۔ رب کے چنیدہ و محبوب ترین بندوں میں جن کے نام لکھے جاتے ہیں۔ یہ لوگ

خوش قسمت ہیں۔ رب تعالیٰ کی قسم! یہ لوگ خوش قسمت ہیں۔ جو امتحان زندگی سے سرخرو ہو کر نکلتے ہیں اور سبز پرندوں کے روپ میں اڑ کر آسمان کی وسعتوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ سوچتی ہوں۔ ایک تحریر لکھوں۔ نوجوانانِ امت کو جگانے والی!۔۔۔۔۔ جھنجھوڑنے والی!۔۔۔۔۔ ان پر طاری دنیا کا نشانہ توڑنے والی!۔۔۔۔۔ سوچتی ہوں، کسی طرح ان کو بتاؤں۔۔۔۔۔ اے میری امت کے بے حس، لاچار و بیمار جوانو! تم کو ضرورت ہے محاذوں کی!

☆☆☆☆☆

بقیہ: اعزاز سید کا القاعدہ پر تبصرہ اور دیگر پہلو

لیکن فرض کریں ایسا ہو بھی جائے کہ القاعدہ امت کے بنیادی دشمنوں سے لڑتے لڑتے کمزور ہو جائے تو کیا یہ کوئی بری بات ہے؟ بالکل نہیں۔ بلکہ اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا يَبَيِّنُ النَّاسُ

یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں۔

تو میدانِ عمل میں اتار چڑھاؤ کا ہونا فطری عمل ہے۔ ناکامی اور برائی اس میں ہے کہ کوئی اپنی دعوت و فکر سے پیچھے ہٹ جائے اور اس حوالے سے القاعدہ الحمد للہ آج بھی میدان میں ہے، بلکہ پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ میدان میں ہے۔ آج اللہ ہی کے فضل کے ساتھ امریکہ افغانستان سے ذلیل و خوار ہوتا ہوا نکل چکا ہے۔ یونی پور دنیا آج امریکہ کے ضعف کے ساتھ ملٹی پور ہے۔ اس کے مقابل امتِ مسلمہ میں ہر طرف بیداری کا عمل رواں دواں ہے۔ عوام اپنے مقامی حکمرانوں کی اصلیت جان چکی ہے۔ مقامی افواج کے بارے میں عوام کی رائے دیکھنے کے لیے سوشل میڈیا ملاحظہ ہو (ایسی حالت ہے کہ عوام کو سمجھ میں نہیں آرہی کہ کس قسم کی گالیوں سے اپنا دل ٹھنڈا کریں)۔

اس کے مقابل افغانستان میں پوری طرح سے مجاہدین کی حکومت ہے اور دن بہ دن ملک ترقی کر رہا ہے۔ صومالیہ میں مجاہدین (القاعدہ) اس کے قریب ہیں کہ ملک پر قبضہ کر لیا جائے۔ مالی میں مجاہدین (القاعدہ) کے پاس بڑا علاقہ ہے جس پر ان کی حکومت ہے۔ شام و یمن میں القاعدہ کے مجاہدین جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہاں تک ہندو بنگال میں القاعدہ کی دعوت پھیل رہی ہے۔ القاعدہ کی دعوت کہ یہود و امریکہ پر ضربیں لگائی جائیں آج اتنی پھیل چکی ہے کہ آج بحر و بر میں یہود و امریکہ کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اگر القاعدہ کا مشن امریکہ و یہود کو کمزور کرنا تھا تو حقائق سے تو روز روشن کی طرح عیاں ہو رہا ہے کہ القاعدہ کامیاب رہی۔

☆☆☆☆☆

پامردی مومن

مختصرہ عامرہ احسان صاحبہ

۷ اکتوبر سے سال کے خاتمے تک دنیا بھر میں غزہ کے حق میں سات ہزار مظاہرے تین ماہ کے عرصے میں ہوئے۔ نیا سال اس طرح طلوع ہوا کہ ناچ گانا شراب کے خم لٹھا کر یہ دن منانے والی قومیں غزہ کے غم میں ڈوبی، اپنے حکمرانوں سے یکسر جدا، جنگ بندی کے نعرے لگاتی رہیں۔ ۲۰۲۴ء کی پہلی پکار یہ تھی کہ فلسطین کی آزادی تک دنیا میں کوئی خوشی نہیں منائی جا سکتی! Celebration..... جس کے لوگ مواقع تلاش کر کے ہمارے ہاں بھی کمر بستہ رہتے ہیں، حرف ممنوعہ قرار دے دیا! بیروت سے بوسٹن تک اسرائیل کو بمباری روکنے کی چیخ و پکار جاری رہی۔ حتیٰ کہ ہالی وڈ کے اوپر آسمان پر لکھ رکھا تھا۔ 'امریکی ٹیکسوں کے ڈالروں نے غزہ میں بچے مار ڈالے۔' یہودی امریکی سیکریٹری آف سیٹٹ بلنکن کے گھر کے باہر بھی امریکی، اس کی گاڑی کے پیچھے ہنگامہ کھڑا کرتے لال رنگ (لہو کا استعارہ) کا چھڑکاؤ اور نعرے لگاتے دیکھے گئے۔ جنگی مجرم، غزہ میں بمباری بند کرو، بلنکن تم قتل عام کے مجرم ہو۔ یہی منظر برطانیہ میں، برسٹل کا میز جو پیدل چلتا نعرہ زن جوم میں گھر گیا۔ شرمناک! تم قتل عام کے پشت پناہ ہو! برطانوی وزیر اعظم پرمانچسٹر میں مطالبہ برس رہا ہے۔ 'استغنی دو۔ چلے جاؤ۔' یہ سب جاری و ساری ہے۔ دنیا دو حصوں میں بٹی دیکھی جاسکتی ہے۔ عوام کی اکثریت غزہ کے غم میں گھٹی احتجاج کنٹاں۔ حکمران، اسرائیل نواز ہیں:

نسل کوئی بھی ہونیتیں ایک سی	رنگ کچھ بھی خصلتیں ایک سی...
زرد و سرخ و سفید و سیاہ حکمراں	سرمنی گندمی تاج و رہیڑے...
بے بسوں اور نہتوں پہ یلغار کو	غول در غول ہیں آخری وار کو...
باخبر، معتبر، دیدہ و جانور	صاحب درد، صاحب نظر بھیڑیے!

امریکن نرس ایملی کیلہان (Emily Callahan) غزہ میں تھی۔ 'ایکس (سابقہ ٹوئٹر) پر وہ ۷۰ لاکھ مرتبہ دیکھی گئی۔ یہ 'ڈاکٹر بلا حدود' (Doctors Without Borders) تنظیم کا حصہ تھی۔ (فلاجی تنظیم جو جنگوں میں طبی امداد دیتی ہے۔) غزہ میں انڈونیشیا ہسپتال سے ۲۶ دن کی جنگ کے بعد نکالی گئی۔ سی این این سے انٹرویو میں اس نے پوچھا گیا: کیا تم غزہ واپس جاؤ گی؟ کہنے لگی:

میرا دل اب بھی وہیں اٹکا ہوا ہے جن کے ساتھ میں کام کرتی تھی۔ میں اپنی زندگی میں اس سے زیادہ حیرت انگیز ناقابل یقین افراد سے نہیں ملی۔ جب سب کچھ ختم ہو گیا۔ ہم ایک ساتھی نرس بھی ایسولینس پر حملے میں کھو چکے تھے۔ اسرائیلی فوج کی طرف سے جنوب کی طرف جانے کا حکم ملا۔ میں نے اپنے ساتھیوں (فلسطینی ڈاکٹر، نرس) سے پوچھا، کیا تم میں سے کوئی

جنوب جا رہا ہے؟ سب کا ایک ہی جواب تھا: یہ ہمارے لوگ، ہمارا خاندان، ہمارے احباب ہیں۔ اگر وہ (اسرائیلی) ہمیں قتل کرنا چاہتے ہیں تو ہم مر جائیں گے مگر ہمیں آخر تک اپنے لوگوں کو بچانا ہے۔ وہ ناقابل یقین لوگ تھے۔ وہ اپنے لوگوں کی مدد اور خدمت کی خاطر نہیں نکلے۔ جو ٹھہر گئے، وہ ہیرو ہیں۔ انہیں پتا ہے وہ مارے جائیں گے پھر بھی ٹھہرنا چاہتے تھے۔ یہ ہیرو وازم ہی اصل خطرہ ہے! (اسرائیل کے لیے۔)

بے خوف لوگ! موت سے ڈرتے نہیں ذرا۔ یہ نرس، اس تنظیم کا حصہ تھی جو دنیا بھر میں رنگ نسل قومیت سرحدوں سے ماوراء انسانی جذبے کے تحت کام کرتے ہیں۔ مگر صرف انسانی جذبہ بہت دور تک نہیں جاسکتا۔ ہسپتال میں ۶ دسمبر تک ۲۷۸ طبی عملے کے افراد شہید ہوئے جن میں اسرائیلی فوج نے ۱۰۴ ڈاکٹر، ۸۷ نرس اور ۸۷ دیگر طبی عملے کے کارکن قتل کیے۔ نیز ۶۰ دنوں میں ۱۴۱ افراد کو اغوا کیا گیا۔

جیسے بہادر نرس نے کہا کہ اگر میرے پاس ایک اونس بھی ویسا دل ہو تا جیسا تمہارا ہے تو میں خوشی خوشی تم لوگوں کے ساتھ مر جاتی۔ ساری کہانی اس ایک اونس دل ہی کی تو ہے۔ یہ عقیدے اور کلمے کا وزن ہے جو دل کو پہاڑوں سے قوی تر، گراں تر بنا دیتا ہے۔ اس دل نے جو قرآن کی امانت کلمہ پڑھ کر اٹھا رکھی ہے، اس کے آگے تو پہاڑ بھی دبا جاتا پھڑتا ہے۔ اہل غزہ کو غیر متزلزل بنانے والا کلمہ توحید اور قرآن ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کلمہ اتنا طاقتور ہے کہ اگر ایک پلڑے میں سات آسمان اور سات زمین رکھ دیے جائیں اور دوسرے پلڑے میں کلمہ لا الہ... رکھ دیا جائے تو کلمے والا پلڑا اچھک جائے گا۔ (مسند احمد، ترمذی) سات آسمان و زمین کے مادی وزن کا اندازہ لگانے کو یہ دیکھیے کہ نیوٹران ستارہ کائنات کا سب سے چھوٹا ستارہ ہے مگر مادی اعتبار سے نہایت کثیف ہے۔ اس ستارے کا چھپچھپ بھر مواد ایک ارب ٹن سے زیادہ وزنی ہے۔ مگر یہ زامادہ ہے۔ ہم معرکہ ایمان و مادیت سے گزر رہے ہیں۔

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا!

(باقی صفحہ نمبر 97 پر)

یروشلم، یروشلم

نعیم صدیقی رشتہ

لہو اگل رہا ہے آج، میرا پُر فنوں قلم
خیال پرزے پرزے ہیں، کروں میں کس طرح بہم
شکستِ آرزو کا کیا، فسانہ ہو سکے رقم
یروشلم، یروشلم، یروشلم!

یروشلم، یروشلم، تو اک حریم محترم
تجھے دیا ہے ہاتھ سے، بہ زخمِ دل بہ چشمِ نم
ترے ہی سنگِ در پہ آج، منہ کے بل گرے ہیں ہم
یروشلم، یروشلم، یروشلم!

جہاں کی ساری راحتیں، سپردِ سیلِ نار کیں
ترے وقار کے لیے، لہو دیا قدم قدم
کئی ہزار میتیں، گلی گلی نثار کیں
یروشلم، یروشلم، یروشلم!

یہیں سے ہو کے عرشِ کو، سواریِ نبی گئی
یہاں کی خاک پر نکلے، براقِ نور کے قدم
ابھی تک ان فضاؤں میں، ہے اک مہک بسی ہوئی
یروشلم، یروشلم، یروشلم!

نمازِ بے مثل یاں، وہ کی گئی ہے اک ادا
کھڑے تھے اک قطار میں ملا کے انبیاء قدم
بہ اقتدائے مصطفیٰ، حبیبِ خاص کبریا،
یروشلم، یروشلم، یروشلم!

تسلطِ یہود یاں، رہے؟ نہیں، کبھی نہیں
میں دیکھتا ہوں آج پھر ”صلاحِ دین“ کا علم
یہ ظلم ایسا ظلم ہے کہ جس کی تاب ہی نہیں
یروشلم، یروشلم، یروشلم!

بہ راہِ داستانِ دل، مہیب حادثوں کے موڑ
مثالِ زلفِ یار ہیں، سیاستوں کے پیچ و خم
صدارتوں کی سازشیں، سفارتوں کے جوڑ توڑ
یروشلم، یروشلم، یروشلم!

ہمارے ارد گرد ہیں، شکارِ یانِ حلقہ زن
اُدھر سے ناوکِ ستم، اُدھر سے ناوکِ ستم
اُدھر بھی دامِ مکرو فن، اُدھر بھی دامِ مکرو فن
یروشلم، یروشلم، یروشلم!

مؤحدینِ کعبہ کی صفیں بھٹی بھٹی ہوئی
کلیسیا، کنشت، دیر، صومعہ، سبھی بہم
محبّتوں کی ڈوریاں سبھی کٹی کٹی ہوئی
یروشلم، یروشلم، یروشلم!

بتانِ شرق و غرب کے، تمام سحر توڑ دو
یروشلم، یروشلم!

عرب کے پیارے بھائیو! نگہ کی باگ موڑ دو
فریب ”دین زرگراں“، طلسم ”مذہب شکم“

طویل اور عریض اک، دکانِ لحم آدمی
یروشلم، یروشلم!

قسانوں کے فیض سے، ہے ایشیائے مغربی
تمام ریگ زار میں رواں ہے ایک سیل دم

جکارتا سے انقرہ، فضائیں ہیں فغاں فغاں،
یروشلم، یروشلم!

مرے دیار پاک میں، قلوب سے اٹھا دھواں
دریدہ تن ہوا عرب، تپیدہ جان ہوا عجم

ہماری راہِ شوق میں ہزار غم ہوں، غم نہیں
یروشلم، یروشلم!

اگر خدا نصیر ہو، اگر خودی میں غم نہیں
ہیں خار رہ رفیق رہ! ہمارے سنگِ میل غم

ابھی طویل فاصلے، ابھی ہزار معرکے
یروشلم، یروشلم!

ابھی کثیر آفتیں، ابھی ہزار حادثے
دیارِ کاشمیر سے بہ مسجدِ یروشلم

شعورِ حق، جنونِ دیں، دلِ غمیں، لبِ دعا
یروشلم، یروشلم!

متاعِ شوق اور کیا، بس ایک نامِ مصطفیٰ
ہمارے پاس اور کیا! نہ تاجِ گے، نہ جامِ جم

اجل کے دوش پر سوار، شہسوار آئیں گے
یروشلم، یروشلم!

پھر ایک بار آئیں گے، یہ جاں نثار آئیں گے
بہ صد وقار آئیں گے، ترے وقار کی قسم!

☆☆☆☆☆

فلسطينی بھائیوں کی مدد کے چند طریقے!

محمد عبداللہ پنجابی

دنیا کے موجودہ حالات میں سب سے اہم مسئلہ جو ساری دنیا کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے وہ مسئلہ فلسطین ہے۔ غزہ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ساری دنیا دیکھ رہی ہے۔ اس وقت ساری دنیا کے میڈیا پر ایک ہی موضوع ہے کہ غزہ پر آج اسرائیل نے اتنے بم گرائے اور اتنے فلسطینی شہید ہو گئے اور اتنے زخمی ہو گئے۔ یہ ظلم کفار کا میڈیا بھی دکھا رہا ہے اور مسلم ممالک کا میڈیا بھی۔ ہر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ اسرائیل ظلم کر رہا ہے، سوائے چند لوگوں کے۔

ایسے حالات میں جب آپ کو بالیقین معلوم ہے کہ اسرائیل مسلمانوں پر ظلم کر رہا ہے، تو ان حالات میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے فلسطینی بھائیوں کی مدد کریں۔ اب ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ ہم ان کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں؟ ہم تو ان سے بہت دور بیٹھے ہیں اور تمام راستے ان یہود و نصاریٰ کے آلہ کاروں نے بند کر رکھے ہیں۔ اگر ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم ان (فلسطینی مجاہدین) کے ساتھ مل کر یہود کے خلاف جہاد کرتے ہیں تو یہود کے آلہ کار سامنے کھڑے نظر آتے ہیں کہ بھئی تم ان سے نہیں لڑ سکتے، یہود و نصاریٰ سے لڑنے سے پہلے تمہیں ہم سے لڑنا پڑے گا۔

غزہ کے ارد گرد جو نام نہاد مسلم ممالک ہیں، وہ کب مجاہدین کو راستہ دیتے ہیں کہ وہ غزہ میں جا کر اپنے بھائیوں کی مدد کر سکیں۔ ایسے میں مسلمان جن کے دل میں ایمان ہے اور ان کے دل اپنے فلسطینی بھائیوں کے دلوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں، کم از کم درج ذیل چند کام تو کر سکتے ہیں:

14. اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ فلسطین کے مظلوم بھائیوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ان کی مشکلات کو دور کرے۔ اس کے ساتھ دشمن اور اس کے سہولت کاروں کی بربادی کی دعائیں کریں۔

15. دشمن کے ساتھ جو لوگ کھڑے ہیں اور ان کا ساتھ دے رہے ہیں (مثلاً مصر، عرب امارت، اردن، شام وغیرہ)، ان کا چہرہ بے نقاب کریں۔ انہی ملکوں میں بیٹھ کر امریکہ جنگ لڑ رہا ہے اور غزہ میں بچوں اور عورتوں کو شہید کروا رہا ہے۔ امریکہ براہ راست اس جنگ میں شامل ہے۔

16. دشمن کی مصنوعات کا بھرپور بائیکاٹ کریں۔

17. فلسطینیوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کریں، ان کی خبریں اور حالات کو نشر کریں۔ مجاہدین کی بہادریوں کے قصے اور شہداءوں کا تذکرہ کریں۔ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیں، اس سے بڑا موقع ترغیب دینے کا اور کب آئے گا؟ مسلمان اگر اب جہاد نہیں سمجھیں

گے تو کب سمجھیں گے؟ مسلمانوں کو بتایا جائے کہ یہ حالات تمہارے اوپر بھی آسکتے ہیں۔ اگر آج نہیں سمجھو گے تو کل کفار اسی طرح تمہارے ساتھ بھی کر سکتے ہیں۔

18. مختلف تقریبات اور جلسوں وغیرہ کا انعقاد کیا جائے۔ مسلمانوں میں مسئلہ فلسطین اجاگر کیا جائے۔

19. موبائل پیغامات کے ذریعے مسلمانوں کو فلسطین سے متعلق ان کی ذمہ داریاں یاد دلانی جائیں کہ فلسطینی بھائیوں کے لیے کچھ نہ کچھ تو کریں۔

20. اپنے اہل خانہ، دوستوں اور پڑوسیوں کو فلسطین اور غزہ کے یتیم بچوں کی کفالت کرنے کی ترغیب دیں تاکہ وہ بھی اس نیک کام میں شرکت کریں اور ان کے لیے مالی مدد فراہم کریں۔ یاد رہے کہ نیکی کی طرف بلانے والا بھی نیکی کرنے والے کے اعزاز میں شامل ہے۔

21. تمام گھر والوں کو اکٹھا کر کے سورۃ الاسراء اور سورۃ الحشر کی تعلیم و تفہیم کریں۔ یہود کی تاریخ اور ان کی پستی، مسلمانوں کا ان پر غالب آنا، مسجد اقصیٰ کی تاریخ اور اس کی اہمیت و مقام بیان کریں۔ اسی طرح فلسطینی مزاحمت کی تاریخ، مجاہدین کی قربانیاں، غزہ کا محل وقوع، غزہ کے لوگوں کی داستانیں، ان کا صبر، بچوں کی شہادتیں، زخمیوں کے حالات، قیدیوں کی داستانیں، قیدیوں کا تبادلہ وغیرہ، یہ سب بیان کیے جائیں۔

22. خواتین کو اللہ اور اس کی محبت، مسجد اقصیٰ کی عظمت اور فلسطین سے محبت کی تعلیم دیں۔

23. صاحب حیثیت لوگوں کے کرنے کے کام یہ ہیں کہ وہ جن لوگوں کے مکانات منہدم ہو چکے ہیں، ان کی مدد کی جائے۔ فلسطین کی جو جامعات، ہسپتال اور مساجد وغیرہ شہید کیے گئے ہیں، ان کی دوبارہ تعمیرات کے لیے مدد کی جائے۔

24. مختلف پروگراموں میں اسلامی شخصیات کے کرداروں اور ارض اقصیٰ کے میدانوں میں پیش آنے والے والے بہادری پر مبنی معرکوں کو اجاگر کریں۔

25. ائمہ مساجد کا کرنے والا کام یہ ہے کہ وہ اپنے خطبات کے ذریعے القدس اور فلسطین کے مسائل کا ذکر کریں اور سورۃ الحشر کی تفسیر بیان کریں۔

26. ائمہ مساجد اپنے مقتدیوں کو دشمن کی مدد کرنے والی مصنوعات کے مسلسل و مستقل بائیکاٹ کی اہمیت کی یاد دہانی کرائیں۔ نماز فجر اور عشاء میں قنوت نازلہ اور خصوصی دعا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ امت کو دشمنوں اور ان کے سہولت کاروں سے نجات دے۔

(باقی صفحہ نمبر 64 پر)

اے خدا پھر سے ابابیلوں کو کنکر دے دے

عمران پر تاب گڑھی

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
تیرے محبوب نے جس سمت کیے تھے سجدے
سینکڑوں غم لیے سینے میں ہے غمگین کھڑا
کاش دنیا یہ سمجھ پاتی یہ جھگڑا کیا ہے
سن لے تو آج یہ فریاد خدایا میری
حکم سے تیرے وہ اصحابِ نبی کے سجدے
اب فقط تیرے سہارے ہے فلسطین کھڑا
آپ کے گھر پہ کسی غیر کا قبضہ کیا ہے
تو جو چاہے تو ہر اک بات کو بہتر کر دے
اک نظر ڈال کہ حالات کو بہتر کر دے

لب پہ آتی ہے دعا بن کہ تمنا میری
اب کہیں بھی نہیں سنوائی ہے میرے مولا
جو تیرے نام پہ لڑتے ہیں اگر ہارے تو
ان کی اجڑی ہوئی بستی کی صدائیں سن لے
سن لے تو آج یہ فریاد خدایا میری
ساری دنیا ہی تماشائی ہے میرے مولا
اس میں ہم سب کی بھی رسوائی ہے میرے مولا
اے خدا قبلہ اول کی دعائیں سن لے
تو جو چاہے تو برا وقت بھی ٹل جائے گا
رات کی کوکھ سے سورج بھی نکل آئے گا

لب پہ آتی ہے دعا بن کہ تمنا میری
دھ منہ بچوں کے بھی خواب ہوا کرتے ہیں
ہم نہیں کہتے ہمیں کوئی پیغمبر دے دے
لشکر فیل جہالت پہ اتر آیا ہے
سن لے تو آج یہ فریاد خدایا میری
جنگ کرنے کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں
جو فقط تیرے ہی آگے جھکے وہ سر دے دے
اے خدا پھر سے ابابیلوں کو کنکر دے دے

☆☆☆☆☆

اسرائیل کے ساتھ تعاون کرنے والی

مصنوعات کی فہرست

ان مصنوعات کا بھرپور بائیکاٹ کیجیے



Calvin Klein
CATERPILLAR



Booking.com



AXE

BRAUN

citibank



CLEAR
closeup



Barbie



Cadbury



اسرائیل کے ساتھ تعاون کرنے والی

مصنوعات کی فہرست

ان مصنوعات کا بھرپور بائیکاٹ کیجیے



Energizer



head & shoulders



HERSHEY
THE HERSHEY COMPANY



GARNIER



DIESEL

Gillette

HUGGIES

DIOR

GIORGIO ARMANI

HUGO BOSS



Google

IBM

DOLCE & GABBANA

GUCCI

Johnson & Johnson



Fair & Lovely



Dove



FedEx
Corporation



اسرائیل کے ساتھ تعاون کرنے والی

مصنوعات کی فہرست

ان مصنوعات کا بھرپور بائیکاٹ کیجیے



m&m's



Nestlé



MARKS &
SPENCER

MIRINDA



Marlboro



NOKIA



nutella



McDonald's



L'ORÉAL



Mercedes-Benz

NESCAFÉ

ORACLE



metacafe



Microsoft



NESPRESSO

PALMOLIVE



اسرائیل کے ساتھ تعاون کرنے والی

مصنوعات کی فہرست

ان مصنوعات کا بھرپور بائیکاٹ کیجیے



PANTENE



PARKER
EST. 1888



pepsi



STARBUCKS COFFEE



TOBLERONE

TOMMY HILFINGER



Unilever



WALL'S

The Walt Disney Company



بابری مسجد اور رام جنم بھومی تحریک کی تاریخ

نعمان حجازی

پہلی بار بابری مسجد پر تنازع ہندوستان میں برطانوی راج میں شروع ہوا جب ہندو قوم پرستی نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں نیا نیا سر اٹھانا شروع کیا تھا۔

۱۸۵۳ء میں بعض مسلح ہندو شدت پسندوں نے بابری مسجد پر قبضہ کر لیا، جس کے بعد یہ تنازع دو سال تک چلتا رہا۔ ان مسلح ہندو شدت پسندوں کا مطالبہ تھا کہ یہاں مندر تعمیر کیا جائے۔ ۱۸۵۵ء میں اسی حوالے سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جھڑپ ہوئی۔ برطانوی انتظامیہ نے مداخلت کی اور مزید تنازع سے بچنے کے لیے مسجد کے صحن کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اندرونی صحن مسجد کے حصے میں رہا، جبکہ بیرونی صحن ہندوؤں کو پوجا کے لیے دے دیا گیا۔ ہندوؤں نے بیرونی صحن میں پوجا کے لیے ایک چبوترہ بنایا جسے ”رام چبوترہ“ کا نام دیا گیا^۲۔

تقسیم ہند کے بعد تنازع میں شدت اور مسجد میں بتوں کی تنصیب

۱۸۵۳ء میں شروع ہونے والا یہ تنازع نزدیک ایک صدی تک ایک مقامی سطح کا تنازع ہی رہا اور اس نے ملکی سطح کی اہمیت اختیار نہیں کی۔ لیکن برطانوی راج کے اختتام پر جب ہندو قوم پرستوں نے اپنی پوری توجہ پورے ملک میں مسلمانوں کے خلاف دشمنی کو بھڑکانے پر لگادی تھی وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مقامی سطح کے ہندو مسلم تنازعات کو قومی سطح پر لانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اسی سلسلے میں دسمبر ۱۹۴۹ء میں ہندو قوم پرست تنظیم اکھل بھارتیہ رامائن مہاسبھانے مسجد کے باہر ۹ دن تک بلا تعطل بھجن گانا شروع کیا۔ اس کے اختتام پر ۲۲ اور ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کی درمیانی رات پچاس ساٹھ کے قریب ہندو مسجد میں داخل ہو گئے اور اس میں ’رام‘ اور ’نیتا‘ کی مورتیاں رکھ دیں۔ جبکہ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کی صبح تنظیم کے منتظمین نے لاؤڈ سپیکروں پر اعلان کروا دیا کہ رات مسجد میں رام اور نیتا کی مورتیوں کا کرشماتی طور پر ظہور ہو گیا ہے، اور ہندو یاتریوں کو دعوت دی کہ وہ مسجد میں ’درشن‘ کے لیے آنا شروع کریں۔ ہزاروں ہندوؤں نے مسجد میں آنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں حکومت نے مسجد کو متنازع جگہ قرار دے کر اسے تالا لگا دیا۔

بابری مسجد ریاست اتر پردیش کے علاقے فیض آباد^۱ میں (جسے ہندو ’یودھیا‘ کہتے ہیں)، مغل دور کی تعمیر شدہ ایک مسجد تھی۔ تقسیم ہند کے ساتھ ہی ملک گیر سطح پر ’رام جنم بھومی‘ تحریک شروع ہوئی اور یہ مطالبہ پیش کیا گیا کہ بابری مسجد رام جنم استھن (رام کی پیدائش کی جگہ) پر بنائی گئی ہے اور یہاں رام مندر بنایا جانا چاہیے۔ ہندو قوم پرستوں نے ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو اس مسجد کو (حکومتی سرپرستی میں) ایک بلوے میں شہید کر دیا۔ اس کے بعد معاملہ عدالت کے سپرد ہو گیا، ۲۷ سال تک یہ کیس لٹکا رہا اور سیاسی مفادات کی نظر ہو تا رہا۔ بالآخر ۲۰۱۹ء میں سپریم کورٹ نے فیصلہ ہندوؤں کے حق میں دیا اور بابری مسجد کی جگہ پر رام مندر کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا، تعمیر مکمل ہونے کے بعد ۲۲ جنوری ۲۰۲۴ء کو اس کا افتتاح ہو گیا۔

بابری مسجد کی تعمیر

بابری مسجد پر موجود ایک کتبے کے مطابق ۹۳۵ھ مطابق ۱۵۲۸ء میں مغلیہ سلطنت کے بانی ظہیر الدین بابر کے ایک کماندان میر باقی تاشقندی نے تعمیر کروائی، جو کہ اس وقت اودھ (موجودہ یودھیا) کا گورنر تھا۔ بعض محققین کی رائے میں اس مسجد کا سنگ بنیاد ابراہیم لودھی نے رکھا تھا لیکن اسے مکمل مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر نے کروایا۔

ہندو قوم پرست بابری مسجد کے سن تعمیر کے حوالے سے بھی شبہات پیدا کرتے رہے ہیں اور مختلف دلائل اور من گھڑت شواہد سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ یہ مسجد بابر نے نہیں بلکہ اورنگزیب نے بنوائی تھی اور بابر سے اورنگزیب کے زمانے تک اس مسجد کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ چونکہ اورنگزیب کو ہندو پہلے سے ہی ایک متشدد، ہندوؤں کا دشمن اور مندروں کو مسمار کرنے والا کہتے آئے ہیں تو اگر اس مسجد کی تعمیر کو بھی اورنگزیب کے ساتھ جوڑ دیا جائے تو ایک اور دلیل مل جائے گی کہ یہ مسجد مندر کو توڑ کر بنائی گئی ہے۔

تنازع کی ابتداء

مسجد کی تعمیر کے تین سو سال تک مسجد کے حوالے سے کوئی تنازع کھڑا نہیں ہوا اور نہ ہی ایسی کوئی بات سامنے آئی کہ مسجد کسی مندر کو منہدم کر کے بنائی گئی ہے، کجایہ کہ ہندوؤں کے اہم ترین دیوتا رام کی جائے پیدائش پر بنائی گئی ہو۔

Anatomy of a Confrontation: Ayodhya and the Rise of Communal Politics in India by Gopal Sarvepalli. (1993). pp. 64-77

۱ نومبر ۲۰۱۸ء میں فیض آباد کا نام سرکاری طور پر تبدیل کر کے یودھیا کر دیا گیا تھا۔

وزیر داخلہ ڈالابھائی ٹیل، اور وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ گووند بالہ پنت اور اتر پردیش کے وزیر داخلہ لال بہادر شاستری کو ان صورتوں کو مسجد سے ہٹانے کا کہا۔ اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ نے صورتیں ہٹانے کا حکم دیا لیکن فیض آباد (موجودہ ایودھیا) کے ڈپٹی کمشنر نے ہندو قوم پرستوں کے ڈر سے یا شاید اپنی قوم پرستی ہی کی وجہ سے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد یہ تنازع عشروں تک عدالتی کارروائی کی نظر ہو گیا۔ نہ تو مسجد کا تالا کھولا گیا اور نہ ہی اندر سے صورتیں ہٹائی گئیں۔ لیکن ایک ہندو پجاری کو مسجد میں صورتوں کی سال میں ایک بار پوجا کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ بالفاظ دیگر ڈاکوؤں نے گھر پر حملہ کیا، حکومت نے گھر کے مکینوں کو بے دخل کر کے گھر کو تالا لگا دیا اور ڈاکوؤں کو کہا کہ تم سال میں ایک بار گھر کا چکر لگا سکتے ہو۔

رام رتھ یا ترا اور بابری مسجد کی شہادت

۱۹۸۴ء میں 'ویشوا ہندو پریشاد' (وی ایچ پی) نے بابری مسجد میں ہندوؤں کے داخلے کی اجازت کے لیے عوامی حمایت حاصل کرنے کی مہم کا آغاز کیا اور اس مقصد کے لیے رتھ یا تراؤں کا اہتمام کیا۔ ۱۹۸۶ء میں آخر کار راجیو گاندھی کی حکومت نے بابری مسجد کے تالے کھولنے اور ہندوؤں کو اس میں داخلے کی اجازت دے دی، اس طرح بابری مسجد نے ایک طرح سے ہندو مندر کی شکل اختیار کر لی۔

نومبر ۱۹۸۹ء میں چنآؤ سے قبل وی ایچ پی نے مزید آگے بڑھتے ہوئے حکومتی آشیر باد کے ساتھ مسجد کی حدود میں شیلانیاس (بنیاد کا پتھر رکھنے کی رسم) کی تقریب منعقد کی۔ اور بابری مسجد کی حدود میں رام مندر کی علامتی بنیاد رکھ دی گئی۔

ستمبر ۱۹۹۰ء میں بی جے پی کے لیڈر ایل کے ایڈوانی نے جنوبی ہند میں سومناٹھ کے مندر سے ایودھیا تک دس ہزار کلومیٹر لمبی رتھ یا ترا کا آغاز کیا، جس کا مقصد بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے کے لیے حمایت اکٹھی کرنا تھا۔ اس رتھ یا ترا میں ہزاروں کی تعداد میں سنگھ پر یوار کے کار سیو کوں نے حصہ لیا۔

یہ رتھ یا ترا جہاں جہاں سے گزر رہی تھی وہاں کار سیوک مسلمانوں کے خلاف فسادات مچاتے جا رہے تھے۔ خاص طور پر شمالی ہند میں داخل ہونے کے بعد کار سیوکوں نے مسلمانوں کے خلاف بہت دنگا فساد مچایا۔ جس جس ریاست سے یہ رتھ یا ترا گزرتی رہی وہاں کی ریاستی حکومت اور سکیورٹی اداروں نے نہ صرف ان کار سیوکوں کا تحفظ کیا بلکہ دنگے فسادات میں بھی انہیں کھلی چھوٹ دیے رکھی۔ یہ رتھ یا ترا کئی دنوں تک دہلی میں رکی رہی اور وہاں بھی کار سیوک مسلمانوں کے خلاف دنگے کرتے رہے لیکن حکومت نے ان کے خلاف کوئی خاص اقدام نہیں

کیا۔ لیکن جب یہ بہار میں داخل ہوئی تو وہاں کے وزیر اعلیٰ 'لالو پرشاد یادو' نے ایل کے ایڈوانی کو روک لیا اور اسے ایک حکومتی پراسٹیشن مہمان خانے میں نظر بند کر دیا۔

ایڈوانی کی نظر بندی کے بعد بھی بڑی تعداد میں کار سیوک اتر پردیش میں داخل ہو گئے جہاں بہت سوں کو اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ یادو کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن پھر بھی ہزاروں کی تعداد میں کار سیوک ایودھیا پہنچ گئے۔ اگرچہ بابری مسجد کی حفاظت کے لیے بیس ہزار سکیورٹی افراد تعینات تھے لیکن انہیں سکیورٹی افراد کی مدد سے ہی کار سیوک بغیر کسی مذاحمت کے بابری مسجد پہنچ گئے۔ بابری مسجد پہنچ کر بلوائیوں نے مسجد کی چھت پر بھگوا جھنڈا لہرایا اور کلباڑیوں اور ہتھوڑوں کی مدد سے مسجد کو سہار کرنا شروع کر دیا۔ اتر پردیش کی حکومت کے حکم سے سکیورٹی اہلکاروں کو ان کار سیوکوں کے خلاف کارروائی کرنا پڑی جس سے سکیورٹی افراد اور کار سیوکوں کے درمیان جھڑپ شروع ہوئی جو تین دن تک جاری رہی جس میں وی ایچ پی کے بیس کار سیوک مارے گئے۔

اس رتھ یا ترا کے دوران مسلمانوں کے خلاف ۱۶۶ فسادات ہوئے جس میں ۵۶۳ لوگ مارے گئے جن میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ بابری مسجد کی جگہ پر سکیورٹی فورس کے ساتھ جھڑپ میں وی ایچ پی کار سیوکوں کے مارے جانے کے بعد سنگھ پر یوار نے ان کی موت کا بدلہ لینے کا اعلان کیا۔ حالانکہ انہیں مارا سکیورٹی اہلکاروں نے تھا لیکن بدلہ مسلمانوں سے لیا گیا اور پورے ہندوستان بالخصوص اتر پردیش میں مسلمانوں کے خلاف فسادات شروع ہو گئے۔ جن میں سینکڑوں مسلمان شہید ہوئے۔

بابری مسجد میں سکیورٹی اہلکاروں کے ساتھ جھڑپ کی وجہ سے بی جے پی نے مرکزی حکومت کے اتحاد سے خود کو احتجاجاً علیحدہ کر لیا جس کی وجہ سے حکومت تحلیل ہو گئی اور دوبارہ چنآؤ کروانے پڑے۔ ۱۹۹۱ء کے چنآؤ میں بی جے پی نے ایودھیا واقعہ سے خوب سیاسی فائدہ اٹھایا جس کی وجہ سے مرکزی حکومت میں بھی بی جے پی کی سطح مضبوط ہوئی جبکہ اتر پردیش کی ریاست میں بی جے پی کی اپنی حکومت آگئی جس نے بابری مسجد کو شہید کرنے کا راستہ ہموار کر دیا۔

۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کے دن سنگھ پر یوار نے بابری مسجد کے باہر ایک ریلی کا اہتمام کیا جس میں سنگھ پر یوار کے ڈیڑھ لاکھ کے قریب کار سیوکوں نے حصہ لیا۔ اس ریلی سے ایل کے ایڈوانی، مرلی منوہر جوشی اور اوما بھارتی نے خطاب کیا۔ ان کی اشتعال انگیز تقریروں سے مشتعل ہجوم میں سے ایک شخص نے دوپہر کے وقت مسجد کی چھت پر چڑھ کر وہاں بھگوا جھنڈا لہرایا۔ بھگوا جھنڈا لہراتا دیکھ کر پورا ہجوم مسجد پر پل پڑا اور ہتھوڑوں اور کلباڑیوں سے مسجد کو سہار کرنا شروع کر دیا۔ مسجد کی حفاظت پر مامور تمام سکیورٹی اہلکار وہاں سے فرار ہو گئے اور انہوں نے کوئی مزاحمت نہیں دکھائی۔ چند ہی گھنٹوں میں ان بلوائیوں نے پوری مسجد کو زمین بوس کر دیا۔

بابری مسجد کے انہدام کے بعد اس دن ان بلوائیوں نے ایودھیا کی دیگر کئی مسجدوں کو بھی شہید کیا۔

اس سانحہ سے شہ پکڑ کر پورے ملک میں ہندو قوم پرستوں نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے۔ بمبئی، سرت، احمد آباد، کانپور، دہلی، بھوپال سمیت ملک کے کئی شہروں میں مسلمانوں پر حملے ہوئے اور سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۲۰۰۰ افراد ہلاک ہوئے جن میں اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ شیو سینا نے بمبئی کے اندر مسلمانوں پر حملے کیے جس میں صرف بمبئی شہر میں ۹۰۰ مسلمان شہید ہوئے۔

انٹیلی جنس بیورو کے جوائنٹ ڈائریکٹر کے انکشافات

انڈیا کی خفیہ ایجنسی 'انٹیلی جنس بیورو' کے اس وقت کے جوائنٹ ڈائریکٹر 'مالوئے کرشن دھر' نے ۲۰۰۵ء میں اس حوالے سے اپنی کتاب 'میں انکشاف کیا کہ بابری مسجد کے انہدام کا واقعہ کسی جھوم کے وقتی اشتعال کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ اس پوری کارروائی کی منصوبہ بندی سنگھ پرپوار کی قیادت نے دس ماہ قبل کر لی تھی۔ کرشن دھر کے بقول اس نے سنگھ پرپوار کی قیادت کی ایک اہم میننگ کی گفتگو ریکارڈ کی تھی جس میں بابری مسجد کے انہدام کا پورا منصوبہ ترتیب دیا گیا تھا۔ کرشن دھر نے اس ریکارڈنگ کی ٹیپ آئی بی کے ڈائریکٹر کو دی جس نے اس ٹیپ کی معلومات اس وقت کے وزیر اعظم نرسمہا راؤ کو بھی بتائیں لیکن وزیر اعظم کی طرف سے اس پر کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ کرشن دھر کے بقول سنگھ پرپوار اور شیو سینا کی ساری قیادت اس بات پر متفق تھی کہ ایودھیا کا یہ معاملہ ہندو اکی لہر کو عروج پر لے جانے کے لیے ایک نادر موقع ہے جس سے بے پناہ سیاسی فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔⁴

لبرہن کمیشن رپورٹ

حکومت ہند نے بابری مسجد کے انہدام اور اس کے بعد ہونے والے فسادات کی تحقیقات کرنے کے لیے آندھرا پردیش ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس 'منموہن سنگھ لبرہن' کی سربراہی میں ایک کمیشن قائم کیا۔ اس کمیشن کو تین ماہ میں اپنی رپورٹ جمع کروانے کا کہا گیا تھا۔ لیکن اس مدت میں اڑتالیس بار توسیع کی گئی۔ سترہ سال پر محیط ۳۹ نشستوں کے بعد اس کمیشن نے اپنی رپورٹ ۳۰ جون ۲۰۰۹ء کو اس وقت کے وزیر اعظم من موہن سنگھ کے حوالے کی۔

رپورٹ میں 'ایل کے ایڈوائی'، 'مرلی منوہر جوشی'، 'اٹل بہاری واجپائی' اور خاص طور پر اتر پردیش کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ 'کلیمان سنگھ' سمیت ۱۶۸ افراد کو بابری مسجد کے انہدام اور اس کے ساتھ ہونے والے فسادات کا ذمہ دار قرار دیا، اور کہا کہ بابری مسجد کا انہدام کوئی

اچانک اور حادثاتی طور پر نہیں ہوا بلکہ پہلے سے طے شدہ منصوبہ تھا جس کی بنیادی منصوبہ ساز آرائس ایس تھی جو کہ پورے سنگھ پرپوار کی قیادت کرتی ہے۔

رپورٹ میں کہا گیا کہ اتر پردیش میں کلیمان سنگھ کی سربراہی میں قائم بی جے پی کی حکومت نے بابری مسجد کو منہدم کرنے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ کلیمان سنگھ نے جان بوجھ کر ایسے بیورو کریٹ اور سکیورٹی اہلکار تعینات کیے جو کہ مسجد پر حملے کے وقت خاموشی اختیار کریں۔ اور ایسے تمام بیورو کریٹس کو پہلے سے ہی اہم منصوبوں سے ہٹا دیا گیا جن کے متعلق احتمال تھا کہ وہ اس منصوبے کے راستے میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ اسی طرح سکیورٹی نظام میں بھی تبدیلیاں لائی گئیں اور اسے بھی اس منصوبے کے موافق کیا گیا۔

رپورٹ کے بقول کلیمان سنگھ اور اس کی کابینہ نے اپنی حکومت کے مکمل اختیارات آرائس ایس کے حوالے کر رکھے تھے اور آرائس ایس اتر پردیش کی حکومت کو براہ راست چلا رہی تھی۔ کلیمان سنگھ کی حکومت سنگھ پرپوار کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک اہم عنصر تھی اور کلیمان سنگھ، پرپوار کی توقعات پر پورا اترتا۔

رپورٹ کے بقول کلیمان سنگھ نے اس پورے فساد کے دوران مکمل خاموشی اختیار کی رکھی، اور کوئی ایک بھی ایسا قدم اٹھانے سے انکار کیا جو کہ ایودھیا مہم کو دبا سکے، مسجد کو منہدم کرنے کے عمل کو روک سکے یا اس کے بعد صحافیوں اور معصوم لوگوں کے قتل عام کو روک سکے۔

اس نے جان بوجھ کر بابری مسجد پر حملہ آوروں کے خلاف پولیس کو طاقت استعمال کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اور بابری مسجد کے مکمل تباہ ہونے کے بعد بھی جب بلوائی مسلمانوں کا قتل عام کر رہے تھے اور کلیمان سنگھ اس بات سے بخوبی آگاہ بھی تھا تب بھی اس نے پولیس کو ان کے خلاف طاقت استعمال کرنے کا نہیں کہا۔

لبرہن کمیشن رپورٹ پر سنگھ پرپوار کا رد عمل

لبرہن کمیشن رپورٹ کے منظر عام پر آنے کے بعد اس وقت کے آرائس ایس کے سربراہ کے سی سدرشن نے بیان دیا کہ مسجد کو منہدم کار سیوکوں نے نہیں بلکہ حکومتی لوگوں نے کیا تھا۔ لیکن اس نے یہ وضاحت نہیں کی کہ کون سی حکومت نے۔ کیونکہ وہاں کا سارا کنٹرول تو ریاستی حکومت کے پاس تھا اور ریاست میں ان کی اپنی جماعت بی جے پی کی حکومت تھی۔

اس نے مزید کہا کہ اس موقع پر وہ ایودھیا میں موجود تھا اور اس کی خواہش تھی کہ رام مندر کسی غیر متنازع جگہ پر تعمیر کیا جائے لیکن حکومتی افراد نے ایسا ہونے نہیں دیا اور مسجد کو منہدم کر دیا۔ اس کے بقول ویشواہندو پریشاد اور بھنگ دل جیسی ہندو تنظیموں کو بلاوجہ مسجد کے انہدام کا ذمہ دار ٹھہرایا جا رہا ہے۔ اس کے بقول یہ واقعہ پہلے سے طے شدہ نہیں تھا بلکہ

Babri Masjid demolition was planned 10 months in advance: Book". Outlook ⁴ India News. January 30, 2005

Open Secrets: India's Intelligence unveiled by Maloy Krishna Dhar (2005)³

حکومت کی لاپرواہی اور عدالت سے فیصلہ آنے میں تاخیر کی وجہ سے معاملات قابو سے باہر ہو گئے اور لاکھوں لوگ کارسیوا کے لیے اس جگہ پر جمع ہو گئے۔

اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ لوگ جو مسجد کی چھت پر چڑھے ہوئے تھے وہ مسجد کی چھت کو بھاری ہتھوڑوں اور سنبلوں سے توڑنے میں ناکام رہے تو وہاں موجود مسلح سکیورٹی اہلکاروں نے مسجد کی دیواروں کو بارود لگا کر پھاڑ دیا جس کی وجہ سے پوری عمارت منہدم ہو گئی۔

آر ایس ایس کے سربراہ سدھرشن کے اس بیان کے دو دن بعد آر ایس ایس کی طرف سے ایودھیا تحریک کی رسمی طور پر ذمہ داری قبول کر لی گئی لیکن ساتھ ہی مسجد کے انہدام اور اس کے ساتھ جو فسادات ہوئے اس پر معافی مانگنے سے صاف انکار کر دیا۔ آر ایس ایس کے ایک رہنما اور سنگھ پرپوار کے سابق ترجمان رام مادھو نے ایک ٹی وی چینل پر بیان دیتے ہوئے کہا:

”ہم اس تحریک کی مکمل ذمہ داری لیتے ہیں۔ ہم ہی نے لوگوں کو متحرک کیا۔ سب کو کروڑوں لوگوں کے جذبات کا احترام کرنا چاہیے۔ ہم معافی نہیں مانگیں گے۔“

اس رپورٹ پر دیشو ہندو پریشاد (وی ایچ پی) نے بیان دیا کہ بابر مسجد کا انہدام ہندوؤں کے لیے ایک فخریہ لمحہ تھا اور اسے اس جگہ رام مندر بنانے کے لیے ہی منہدم کیا گیا۔ وی ایچ پی کے سیکریٹری جنرل پُروین توگاڈیا (Praveen Togadia) نے کہا:

”لبرہن کشیشن جیسی رپورٹیں آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں۔ لیکن ہندو ثقافت جو اپنے ورثے پر فخر کرتی ہے اور اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت کرتی ہے، وہ اپنی جگہ پر ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی۔ اکنڈ بھارت میں حملہ آوروں کی چھوڑی ہوئی کوئی بھی علامتی تعمیر پوری قوم کے لیے شرم کا باعث ہے۔ بابر مسجد کا انہدام ہندوؤں کے لیے سب سے زیادہ فخریہ لمحہ تھا۔ اس مقام پر ایک عظیم الشان مندر تعمیر کیا جائے گا۔ یہ ہندوؤں کا معاشرتی، مذہبی، ثقافتی اور قانونی حق ہے۔“⁵

لبرہن رپورٹ میں مجرمین کی واضح نشاندہی اور اس کے بعد سنگھ تنظیموں کی طرف سے اتنے واضح اعتراف کے باوجود ملوث افراد کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ مارچ ۲۰۱۵ء میں سپریم کورٹ میں ایک درخواست دائر کی گئی جس میں دعویٰ کیا گیا کہ چونکہ بی جے پی حکومت میں ہے اس لیے سنٹرل بورڈ آف انوسٹی گیشن (سی بی آئی) ایل کے ایڈوانی اور راج ناتھ

سمیت دیگر بی جے پی رہنماؤں کے خلاف سازش کے الزامات کی پیروی نہیں کر رہی۔ عدالت نے سی بی آئی سے درخواست دائر کرنے میں تاخیر پر وضاحت طلب کر لی۔

اپریل ۲۰۱۷ء میں سی بی آئی کی ایک خصوصی عدالت نے ’ایل کے ایڈوانی‘، ’مرلی منوہر جوشی‘، ’ادما بھارتی‘ سمیت بتیس سنگھ پرپوار کے رہنماؤں کے خلاف مجرمانہ سازش کے الزامات پر کارروائی شروع کی۔

۳۰ ستمبر ۲۰۲۰ء کو اس عدالت نے تمام بتیس ملزمان کو ’غیر قطعی شواہد‘ کی وجہ سے بری کر دیا۔ خصوصی عدالت کے جج ’سریندر کمار یادو‘ نے فیصلہ دیا کہ بابر مسجد کا انہدام پہلے سے طے شدہ منصوبہ نہیں تھا۔

بابر مسجد کی شہادت کے بعد ”ویشنوہری“ کتبوں کی دریافت

بابر مسجد کی شہادت کے فوری بعد ہندو کارسیواکوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں بابر مسجد کی جگہ سے تین کتبے ملے ہیں جن میں سے ایک ویشنوہری کتبہ آثار قدیمی کے ماہرین کے بقول دسویں اور گیارہویں صدی کے ویشنو مندر کا تھا۔

اس موقع پر شور مچ گیا کہ یہ ثبوت ہے کہ بابر مسجد مندر کی جگہ پر بنی تھی۔ لیکن کسی نے بھی اس بات کے بعید از قیاس ہونے پر سوال نہیں اٹھایا۔ کتبہ کا بابر مسجد کی جگہ سے دریافت ہونے کا دعویٰ کئی طرح سے مضحکہ خیز ہے، مثلاً:

- یہ کتبہ دریافت کرنے کا دعویٰ کارسیواکوں نے کیا کسی ماہر آثار قدیمہ نے نہیں، کسی نے ان سے یہ پوچھنے کی زحمت نہیں کی کہ انہیں یہ کہاں سے ملا اور کیسے ملا۔ جس طرح ۱۹۴۹ء میں ہندوؤں نے چھپ کر رام لاکا کی مورتی مسجد میں رکھنے کے بعد اس کے خود سے نمودار ہو جانے کا دعویٰ کر دیا تھا، ان کے لیے بعید تو نہیں کہ وہ یہ کتبے میں باہر سے لا کر رکھ دیں جب کہ ان سے کوئی پوچھنے والا بھی نہیں۔
- کسی نے کتبہ دریافت کرنے والوں سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ مسجد کی تو عمارت مسمار کی گئی ہے وہاں کسی ماہر آثار قدیمہ نے کھدائی تو نہیں کی کہ زمین کے نیچے سے یہ کتبہ دریافت ہو جائے۔ تو پھر کیا یہ کتبہ مسجد کے اندر ہی پڑا تھا؟ اگر مسجد کے اندر ہی پڑا تھا تو آج سے پہلے جب مسجد موجود تھی تب دریافت کیسے نہیں ہوا؟
- جو کتبہ دریافت ہونے کا دعویٰ کیا گیا وہ ویشنو مندر کا کتبہ تھا۔ لیکن شروع سے اس جگہ کے حوالے سے دعویٰ تو یہ کیا جاتا رہا کہ یہ رام جنم بھومی ہے اور یہاں رام مندر تھا جسے مسمار کر کے مسجد بنائی گئی۔ تو اگر یہ رام جنم بھومی ہے تو اس پر ویشنو مندر کا کیا کام؟ تو یا تو

⁵ Mosque demolition proudest moment for Hindus: Togadia, India News – India Today. 24 November 2009

یہ ویشنو مندر کا کتبہ بابری مسجد کی جگہ سے نہیں ملایا پھر بابری مسجد کی جگہ رام جنم بھومی نہیں ہو سکتی۔

- ویشنو مندر کے جس کتبے کی بابری مسجد کی جگہ سے دریافت کا دعویٰ کیا گیا ویسا ہی ایک کتبہ ۱۹۸۰ء سے لکھنؤ کے ریاستی عجائب گھر سے غائب تھا۔ اس واقعہ سے پہلے تک یہی بات معلوم تھی کہ لکھنؤ کے ریاستی عجائب گھر سے ویشنو مندر کا قدیم کتبہ غائب ہے اس پر سوال اٹھنا شروع ہوئے کہ یہ تو وہی کتبہ ہو گا۔ اس کے کچھ دن بعد لکھنؤ عجائب گھر کے منتظم نے بیان دیا کہ کتبہ سرے سے غائب ہو اہی نہیں تھا بلکہ اسے عجائب گھر سے ہٹا دیا گیا تھا اور ثبوت کے لیے ایک کتبہ دکھا بھی دیا۔ لیکن کسی نے تصدیق کرنے کی کوشش نہیں کی کہ کیا یہ واقعی قدیم ویشنو مندر کا اصلی کتبہ ہی ہے جو ۱۹۸۰ء تک عجائب گھر میں موجود تھا یا جعلی ہے۔

”اے ایس آئی“ کی طرف سے بابری مسجد کی جگہ کی کھدائی

۲۰۰۳ء میں الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ براچ کے حکم پر ”آرکائیولوجیکل سروے آف انڈیا (Archaeological Survey of India) (اے ایس آئی) نے بابری مسجد کی جگہ کی کھدائی شروع کی۔ اے ایس آئی نے اگست ۲۰۰۳ء میں ۵۷ صفحات پر مشتمل رپورٹ الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ براچ کو جمع کروائی۔ اس رپورٹ میں کیے گئے دعووں کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

- بابری مسجد کے نیچے ایک بڑی تعمیر کے آثار ملے جس کا سن تعمیر بابری مسجد سے پرانا تھا۔
- اس تعمیر کے آثار میں مشرق سے مغرب کی جانب اور شمال سے جنوب کی جانب کئی اینٹوں کی دیواریں ملیں، رنگین آراستہ فرش، کئی ستونوں کی بنیادیں، ایک ڈیڑھ میٹر اونچا ٹونا ہو استون جس کے چاروں کونوں پر مورتیاں بنی تھیں اور اس کے علاوہ پتھر پر تحریر شدہ قرآنی آیات۔

اے ایس آئی کی رپورٹ کے مطابق وہاں تاریخ کے مختلف ادوار کے آثار ملے۔ مثلاً

- دوسو قبل مسیح کی مٹی کی مورتیاں، برتن اور اینٹوں اور پتھروں سے بنی ایک تعمیر
- ۱۰۰ء سے ۳۰۰ء کے دور کی مٹی کی مورتیاں، چوڑیوں اور کڑوں کے ٹکڑے اور برتن
- ۳۲۰ء سے ۶۰۰ء کے دور کی مٹی کی مورتیاں چندر گپتا دور کا تانبے کا سکہ اور اس کے علاوہ ایک اینٹوں کا بنا گول مزار جس میں داخلے کا دروازہ مشرق کی جانب تھا جبکہ شمالی دیوار پر پانی کا راستہ تھا۔
- گیارہویں اور بارہویں صدی کے دور کی ایک بڑی تعمیر جو شمالاً جنوباً پچاس میٹر لمبی تھی۔
- ابتدائی کھدائی سے جانوروں کی ہڈیاں اور انسانی باقیات بھی ملیں۔

- کھدائی کے دوران مسلمانوں کی دو قبریں بھی دریافت ہوئیں۔ اے ایس آئی کے سابق ماہر آثار قدیمہ کے بقول کھدائی کے دوران بعض قبریں، مٹی اور چونے کا بنا ہاون دستا اور سرخی بھی دریافت ہوئی جو کہ ایک مسلم جگہ کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اے ایس آئی نے اپنی رپورٹ میں مسلمانوں کے آثار کا ذکر تو ضرور کیا لیکن ان پر کوئی تحقیق یا تفصیلی مطالعہ نہیں کیا گیا تاکہ ان کی اصل تاریخ اور آثار قدیمہ کے حوالے سے دیگر تفصیل کا اندازہ لگایا جاسکے۔ آثار قدیمہ کی رپورٹ میں جو مسلم آثار نظر آئے ان سے چند سوال اٹھتے ہیں:

- جس تعمیر کو یہ بڑے مندر کی تعمیر کہہ رہے تھے جس کے ستون اور فرش اور دیواریں دریافت ہوئیں اگر وہ مندر ہی تھا تو اس میں موجود پتھروں پر قرآنی آیات کیوں لکھی ہوئی تھیں؟

- کھدائی کے دوران جو جانوروں کی ہڈیاں دریافت ہوئیں اس پر تاریخ دان عرفان حبیب نے کہا کہ ان کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ یہ کوئی رہائشی جگہ تھی جہاں گوشت کھانے والے لوگ رہتے تھے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد کو ایک مسلمان رہائشی زمین پر بنایا گیا۔ لیکن اے ایس آئی نے ان ہڈیوں کا رپورٹ میں صرف ذکر کیا لیکن اس سے زیادہ ان پر کوئی بات نہیں کی۔

- مسلمانوں کی قبروں کی وہاں موجودگی وہاں مندر کی موجودگی کے دعوے کی تردید کرتی ہے۔ لیکن اے ایس آئی نے ان کا تفصیلی جائزہ تک نہیں لیا۔ وہاں جو ڈھانچے نکلے انہیں کاربن ڈیٹنگ کے لیے بھی نہیں بھیجا گیا تاکہ ان کے دور کا اندازہ لگایا جاسکے نہ ہی ان قبروں کا پوری طرح معائنہ کیا گیا۔ اے ایس آئی کی سابق ماہر آثار قدیمہ انیرودھا شریواستو (Anirudha Srivastava) کے بقول بعض مقامات سے جو مسلم آثار دریافت ہوئے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بابری مسجد ایک ایسی زمین پر بنائی گئی جہاں مسلمان آباد تھے اور ممکن ہے کہ یہ مسجد یہاں پہلے سے موجود ایک مسجد کی جگہ پر بنائی گئی ہو۔

- شریواستو کے علاوہ بھی بہت سے ماہرین آثار قدیمہ نے اے ایس آئی کی دریافتوں اور کام کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ماہرین آثار قدیمہ سپریا ورما (Supriya Verma) اور جیا مینن (Jaya Menon) کے بقول اے ایس آئی پہلے سے طے شدہ مفروضے، کہ مسما شدہ مسجد کے نیچے ایک مندر موجود ہے، کو ذہن میں رکھ کر کام کر رہی تھی اور اسی لیے انہوں نے بہت سے شواہد کو اپنے مفروضے کو ثابت کرنے کے لیے تبدیل بھی کیا۔ ایک اور ماہر آثار قدیمہ سورج بھان، جس نے خود بھی اس جگہ کا جائزہ لیا، کے بقول اے ایس آئی نے گیارہویں صدی اور انیسویں صدی کے برتنوں میں کوئی فرق نہیں کیا اور انہیں ایک ساتھ ہی رکھا۔ اس نے اے ایس آئی کے اس نتیجے کو، کہ یہ وسیع اینٹوں

کی تعمیر اصل میں رام مندر تھی، تنقید کا نشانہ بنایا اور پوچھا کہ یہ نتیجہ کس بنیاد پر نکالا گیا ہے۔ اس کے بقول بابری مسجد ایک منظم اور منصوبہ بندی سے کی گئی تعمیر ہے نویں سے بارہویں صدی کے جس مندر کے یہاں ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اسے ستارے کی شکل میں ہونا چاہیے تھا جو کہ یہاں موجود نہیں۔

• اے ایس آئی کی رپورٹ پر اس لیے بھی سوال اٹھتے ہیں کیونکہ اے ایس آئی براہ راست ہیومن ریسورس ڈیولپمنٹ کی وزارت کے تحت کام کرتی ہے اور اس وقت یہ وزارت مرلی منوہر جوشی کے پاس تھی جو کہ خود بابری مسجد کو شہید کرنے میں شریک تھا۔

• ایک اور بات جو اس رپورٹ کی صداقت پر شدید شکوک و شبہات پیدا کر دیتی ہے وہ یہ کہ رپورٹ کے جمع کروائے جانے کے چوبیس گھنٹے کے اندر اے ایس آئی نے اس رپورٹ کو بنانے میں استعمال ہونے والے تمام نوٹس اور ابتدائی ڈرافٹ ضائع کر دیے۔

بابری مسجد، ایودھیا تنازع پر عدالتی کارروائی

”اتر پردیش سنی مرکزی وقف بورڈ“ بابری مسجد کی جگہ کے حق ملکیت کی خاطر عدالت میں درخواست دائر کی۔ الہ آباد ہائی کورٹ کے تین رکنی بنچ نے اپریل ۲۰۰۲ء میں اس درخواست پر سماعت کا آغاز کیا اور یہ کیس ۲۰۱۰ء تک چلتا رہا۔ ۳۰ ستمبر ۲۰۱۰ء کو الہ آباد ہائی کورٹ کے اس تین رکنی بنچ نے فیصلہ دیا کہ ۱۲.۷۷ ایکڑ متنازع زمین کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک تہائی حصہ جس میں وہ مقام شامل ہے جہاں ’رام لالا‘ (نصف رام) کی مورتی رکھی گئی تھی اسے ’رام لالا ورجمان‘ کی نمائندگی کرنے والے فریق کے حوالے کر دیا گیا، نمر وہی اکھاڑا کے حصے میں سیتا کی رسوائی اور ’رام چوترا‘ کے علاقے پر مشتمل ایک تہائی حصہ آیا جبکہ باقی کا ایک تہائی علاقہ اتر پردیش سنی مرکزی وقف بورڈ کے حوالے کر دیا گیا۔ لیکن تینوں فریقوں نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں درخواست دائر کر دی۔

سپریم کورٹ نے اس کیس پر حتمی سماعت ۱۶ اگست سے ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۹ء تک کی۔ ۹ نومبر ۲۰۱۹ء کو سپریم کورٹ نے اپنا آخری فیصلہ ہندو فریق کے حق میں سنایا۔ سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے یہ فیصلہ اکٹھے سنایا۔ مکمل فیصلے کا خلاصہ درج ذیل ہے:

• سپریم کورٹ نے حکومت ہند کو حکم دیا کہ تین ماہ کے اندر رام مندر کی تعمیر کے لیے ایک ٹرسٹ قائم کیا جائے اور ساتھ ایک بورڈ آف ٹرسٹیز بھی تشکیل دیا جائے۔ تمام متنازع علاقہ (بابری مسجد اور اس سے ملحقہ علاقہ) اس وقت تک حکومت ہند کی ملکیت ہوگا جبکہ ٹرسٹ کی تشکیل کے بعد اس کی ملکیت میں دے دیا جائے گا۔

۱۶ اگرچہ سپریم کورٹ نے بابری مسجد کو شہید کرنے اور ۱۹۴۹ء میں مسجد کی بے حرمتی کرنے کو قانون کی خلاف ورزی قرار دیا لیکن قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کی ساری معلومات ہونے کے باوجود ان کے خلاف کسی

• عدالت نے حکم دیا کہ ۱۲.۷۷ ایکڑ کے رقبے پر مشتمل تمام متنازع زمین مندر کی تعمیر کے لیے الاٹ کر دی جائے جبکہ ۱۵ ایکڑ کے رقبے پر مشتمل ایک متبادل زمین ایودھیا کے اندر کسی مناسب مقام پر مسجد کی تعمیر کے لیے اتر پردیش سنی مرکزی وقف بورڈ کو الاٹ کی جائے۔

• سپریم کورٹ نے ۲۰۱۰ء میں الہ آباد ہائی کورٹ کی طرف سے زمین کی تقسیم کے فیصلے کو کالعدم قرار دے دیا۔

• سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ بابری مسجد کا انہدام اور ۱۹۴۹ء میں کی جانے والی بابری مسجد کی بے حرمتی کا عمل قانون کی خلاف ورزی تھا۔^۶

• سپریم کورٹ نے اعلان کیا کہ ’آرکائیولوجیکل سروے آف انڈیا‘ (اے ایس آئی) کی جانب سے پیش کیے جانے والے آرکائیولوجیکل شواہد سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بابری مسجد ایک ’عمارت‘ کے اوپر تعمیر کی گئی تھی جس کا طرز تعمیر واضح طور پر مقامی اور غیر اسلامی تھا۔

• مسلمان فریق کی جانب سے ’اے ایس آئی‘ کے بہت سے سائنسی دعوؤں پر اعتراضات اٹھانے کے جواب میں سپریم کورٹ نے کہا کہ متعلقہ فریق یہ اعتراضات الہ آباد ہائی کورٹ کے سامنے بھی اٹھا سکتا تھا کیونکہ وہاں ان کے پاس اس مقصد کے لیے قانونی چارہ جوئی کا موقع موجود تھا۔ سپریم کورٹ نے یہ بھی کہا کہ ’اے ایس آئی‘ کی رپورٹ جو الہ آباد ہائی کورٹ کے واسطے سے جمع کروائی گئی ہے کوئی ’معمولی رائے‘ نہیں تھی۔ اس کے برعکس جو رپورٹ ’The Historians Report to the Nation‘ کے نام سے علی گڑھ کے تاریخ دانوں کی جانب سے بطور ثبوت جمع کروائی گئی تھی اس پر سپریم کورٹ نے جواب دیا کہ: ”زیادہ سے زیادہ اسے ایک رائے کے طور پر لیا جاسکتا ہے۔“

• سپریم کورٹ نے یہ بھی کہا کہ چاروں ’جہنم ساکیوں‘ (سکھوں کے پہلے گرو گرو نانک کی سوانح حیات) میں پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ گرو نانک نے ۱۵۱۰ء سے ۱۵۱۱ء میں ایودھیا کی یاترا کی اور رام مندر میں پوجا بھی کی۔ عدالت نے یہ بھی کہا کہ ۱۸۵۷ء میں نہانگ سکھوں کے ایک گروہ نے مسجد میں جاکر پوجا کی تھی۔

• سپریم کورٹ نے کہا کہ مسلم فریق، بشمول اتر پردیش سنی مرکزی وقف بورڈ، متنازع زمین پر خاص اپنا حق ملکیت ثابت کرنے میں ناکام رہے۔ عدالت نے مزید کہا کہ ہندو

بھی قسم کی قانونی کارروائی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ ان کے خلاف پہلے سے چلنے والے مقدمات میں چند ماہ بعد انہیں باعزت بری کر دیا گیا۔

بقیہ: سیرت رسول ﷺ کے سائے میں

جہاد ہی کا راستہ توحید کا بھی واضح راستہ ہے، رسول اللہ ﷺ کی زندگی [جس کا ایک نمایاں پہلو جہاد ہے] اسی توحید کا عملی نمونہ ہے، توحید مجموعوں سے کیے جانے والوں خطابوں اور درسگاہوں میں پڑھائی جانے والی کتابوں کا نام نہیں، بلکہ توحید تو یہ ہے کہ پوری زندگی اللہ جل جلالہ کے لیے ہو جائے، خواہ اس کی کوئی بھی قیمت چکانی پڑے۔ ارشاد باری ہے:

قُلْ لَّانْ صَلَّائِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

کہہ دو کہ: بیشک میری نماز، میری عبادت اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

[بقول شاعر:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے

یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے]

مقصد تحریر

ہم اپنے معزز قارئین کی خدمت میں گلستان سیرت کے چند پھول پیش کر رہے ہیں، درج بالا سطور مقدمہ و تمہید ہیں، اس تحریر میں ہماری کوشش یہ ہوگی کہ سیرت کا جو پہلو ہماری آج کی 'زمینی حقیقت' پر منطبق ہوتا ہو تو اس کی عملی تطبیق کریں، اپنی بساط کی حد تک شرعی اور تاریخی دلائل بھی ہم نے جمع کیے ہیں۔

ہمارا مقصود بندہ مومن کو سیرت رسول ﷺ سے روشناس کرانا ہے، تاکہ بلند اخلاقی قدروں سے وہ اپنے کردار کو اجلا کرے، زمینی حقائق اور اپنے گرد و پیش کفار کے ہتھکنڈوں سے واقف ہو اور ان سے نمٹنے کا طریقہ بھی سیکھ لے، نور سیرت سے اس کے سامنے راستہ روشن ہو جائے، دشمن کے دام میں پھنسنے اور ان کے کھودے گڑھے میں گرنے سے محفوظ ہو جائے۔

ان اوراق میں ہمارا مقصود سیرت کے تمام واقعات کا احاطہ کرنا نہیں، نہ یہ چند اوراق اس کے متحمل ہیں، بلکہ ہم سیرت کے انہی ابواب پر پڑاؤ ڈالیں گے جن کا تعلق ہماری زمینی صورتحال [یا بالفاظ دیگر یوں کہیے کہ ہمارے مبارک جہاد] سے ہے، سو ہم انہی سنگ میلوں پر ٹھہریں گے اور سیرت سے استفادے کی کوشش کریں گے۔

اللہ جل جلالہ ہمیں صحیح معنوں میں سنت و سیرت سے استفادہ کرنے والا بنادے [اور ہمارے بے جان الفاظ میں روح چھونک دے۔] آمین۔ (جاری ہے، ان شاء اللہ)

فریق نے یہ ثابت کرنے کے لیے زیادہ بہتر شواہد پیش کیے کہ ہندو اس جگہ کو ہندو دیتا رام کی جائے پیدائش کا اعتقاد رکھتے ہوئے مسجد میں مستقل عبادت کرتے رہے تھے۔ عدالت نے یہ بھی کہا کہ ۱۸۵۶ء میں لگایا گیا آہنی جنگلا مسجد کے اندرونی صحن کو بیرونی صحن سے علیحدہ کرتا ہے، اور بیرونی صحن پر ہندو فریق کو واضح حق ملکیت حاصل تھا۔ عدالت نے مزید کہا کہ اس سے بھی قبل ہندو فریق کو مسجد کے اندرونی صحن تک رسائی بھی حاصل تھی۔

- عدالت نے 'نمروہی اکھاڑہ' کی جانب سے دائر کیا گیا دعویٰ مسترد کر دیا اور کہا کہ اسے 'شی بیٹ' (Shebait) ۷ حقوق حاصل نہیں۔ لیکن عدالت نے ساتھ میں یہ بھی حکم دیا کہ نمروہی اکھاڑہ کو بورڈ آف ٹرسٹیر میں مناسب نمائندگی دی جائے۔
- عدالت نے بابری مسجد کی ملکیت کے حوالے سے شیعہ وقف بورڈ کا اتر پردیش سنی مرکزی وقف بورڈ کے خلاف دائر کیا گیا دعویٰ مسترد کر دیا۔

۱۲ دسمبر ۲۰۱۹ء کو سپریم کورٹ نے اس فیصلے پر نظر ثانی کرنے کی تمام ۱۸ درخواستیں مسترد کر دیں۔

رام مندر کی تعمیر

سپریم کورٹ کی ہدایات پر بھارتی حکومت نے فروری ۲۰۲۰ء میں ۱۵ ٹرسٹیز (trustees) پر مشتمل 'شری رام جنم بھومی تیرتھ کشیتز' نامی ٹرسٹ قائم کیا۔ جس نے مارچ ۲۰۲۰ء میں رام مندر کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ لیکن کووڈ ۱۹ کی وجہ سے کام روکنا پڑا۔ رام مندر کی تعمیر کا رسمی طور پر آغاز ۵ اگست ۲۰۲۰ء کو بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کی طرف سے 'بھومی پوجن' کی رسم کی ادائیگی سے ہوا۔ اس رسم میں ۴۰ کلوگرام وزنی چاندی کی اینٹ کو مندر کی بنیاد میں رکھا گیا۔

رام مندر کی تعمیر کے لیے بنائے گئے ٹرسٹ نے پورے ملک سے چندہ جمع کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔ اس مہم میں ویشوا ہندو پریشاد کے ڈیڑھ لاکھ رضاکاروں نے حصہ لیا۔ کئی جگہوں پر ایسے واقعات بھی سامنے آئے کہ جہاں وی ایچ پی کے 'رضاکاروں' نے لوگوں سے زبردستی بھی چندہ وصول کیا۔ اپریل ۲۰۲۱ء تک اس چندے کے نتیجے میں رام مندر کی تعمیر کے لیے پانچ کھرب روپے جمع ہو چکے تھے۔ رام مندر کی تعمیر مکمل ہونے پر افتتاحی تقریب ۲۲ جنوری ۲۰۲۴ء کو منعقد ہوئی جس کے بعد رام مندر کو عام لوگوں کے لیے کھول دیا گیا ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

۷ شی بیٹ شپ (Shebaitship) ہندوستانی قانون میں ایسی اراضی کو کہتے ہیں جو کسی ہندو دیوتا کی بطور قانونی فرد ملکیت ہو۔ وہ انسان جو اس دیوتا کے گھبران یا والی کے طور پر مقرر کیا گیا ہو اسے شی بیٹ (shebait) کہتے ہیں۔

سقوط ڈھاکہ سے آج تک..... ہم اپنا دشمن نہ پہچان سکے!

حذیفہ خالد

”یہ میں کیساں رہا ہوں کہ راشن کم پڑ گیا۔ کیا سب گائے بکریاں ختم ہو گئیں۔ یہ دشمن علاقہ ہے۔ جو چاہتے ہو لے لو۔ ہم برما میں ایسے ہی کرتے تھے۔“ میجر جنرل ابو بکر عثمان مٹھا جنہوں نے مشرقی پاکستان میں فرانکس سرانجام دیے، انہوں نے بھی اپنی کتاب ”بمبئی سے جی ایچ کیو تک“ میں لکھا ہے کہ ”ہمارے خفیہ ادارے مشرقی پاکستان میں جن کو غائب کر دیتے تھے، ان میں ۹۰ فیصد مسلمان ہوتے تھے۔ ان حرکتوں سے پاکستان کے حامی ہمارے مخالف بن گئے۔ جنرل مٹھا کے پاس لاپتہ افراد کے لواحقین آتے تھے لیکن کوئی بازیاں نہ ہوتا تھا۔“

آج پاکستان میں فوج کے ہاتھوں لاپتہ ہونے والوں میں صرف جہادی اور دیندار نہیں بلکہ ہر رنگ، نسل اور فکر کے لوگ شامل ہیں۔ کسی کی زمین قبضہ کرنی ہو، وہ تعاون نہیں کر رہا اسے لاپتہ کر دیا جاتا ہے۔ کوئی صحافی یا حتیٰ کہ کوئی سرکاری افسران کے کسی غیر قانونی اور ناجائز کاموں میں تعاون کرنے کو تیار نہیں یا اس پر خاموشی اختیار کرنے کو تیار نہیں، اسے لاپتہ کر دیا جاتا ہے۔ پھر سلسلہ یہیں تک نہیں رکتا بلکہ ظلم و استحصا کے اس غلیظ نظام کا ساتھ دینے والوں اور اسے مضبوطی فراہم کرنے والوں کو بھی فوج و خفیہ اداروں نے ایک طرح سے چھوٹ اور لائسنس دے رکھا ہے کہ وہ خود کو سیاسی اور معاشی لحاظ سے مستحکم اور مضبوط کرنے کے لیے، جتنے پالنے کے لیے اور کئی دوسرے غیر قانونی کاموں کے لیے لوگوں کو اغوا کریں، لاپتہ کریں یا مغوی افراد کے اہلخانہ سے تاوان وصول کریں..... انہیں کھلی چھوٹ ہے۔ یہ کام پولیس اور دوسرے سکیورٹی ادارے بھی کر رہے ہیں اور دیہی علاقوں میں خفیہ اداروں کے حمایت یافتہ چودھری، وڈیرے اور سردار بھی کر رہے ہیں۔

فوج جنہیں لاپتہ کرتی ہے اس میں پھر سویلین اور فوجی کی کوئی تخصیص بھی نہیں ہے۔ کرنل انعام الرحیم ایک وی لاگ (Vlog) میں این ایل سی کے ایک کیس کا تذکرہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ جس افسر نے فوج کے (تجارتی) ٹرانسپورٹ کے ادارے این ایل سی میں ایک آئل فیلڈ سے یومیہ دو کروڑ کے تیل کی چوری پکڑی، اسے لاپتہ کر کے تشدد کیا گیا اور مردہ سمجھ کر چھینک دیا گیا۔ اللہ کا کرنا ہوا کہ اس کی جان بچ گئی۔ جب اس افسر کی اہلیہ نے معاملے کی شکایت کو ریکمانڈ کر اچی احسن سلیم حیات تک پہنچائی تو اس نے اس افسر کو دوبارہ اٹھا کر لاپتہ کرنے کے احکامات جاری کر دیے کیونکہ کور کمانڈر خود بھی اس چوری کا حصہ تھا۔ یہ کور کمانڈر بعد میں وائس چیف آف آرمی سٹاف بنا کر ل انعام الرحیم جنہوں نے جبری طور پر گمشدہ افراد کے کیسز کی پیروی کرنے سے اپنی شناخت بنائی وہ خود کو بھی لاپتہ ہونے سے نہ بچا سکے۔ ان کی گرفتاری پر پاکستانی میڈیا نے فوج کی فراہم کردہ خبر من و عن چلائی کہ ان کے پاس ملک کے ایٹمی اثاثوں کے اہم راز تھے جسے انہوں نے دشمن ملک سے شیئر کیا اور وہ دشمن ملک کے

ایک شاعر ابو عزمہ مسلمانوں کے خلاف اشعار کہا کرتا تھا۔ غزوہ بدر کے موقع پر گرفتار ہو کر حضور اکرم ﷺ کے سامنے لایا گیا تو گڑ گڑانے لگا۔ آپ ﷺ نے اس شرط پر چھوڑ دیا کہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف اشعار نہیں کہے گا۔ لیکن یہ اپنے وعدے سے پھر گیا اور مسلمانوں کے خلاف اشعار کہتا رہا۔ ایک موقع پر یہ دوبارہ گرفتار ہوا۔ اب پھر اس نے رونا گڑ انا شروع کیا، لگا معافی مانگنے..... اس نے کہا ”اے محمد! مجھے چھوڑ دیجیے! مجھ پر احسان کیجیے! میری بیٹیوں کی خاطر رہا کر دیجیے۔ میں آپ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ میں آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔“

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”نہیں اب تو مسلمانوں کو دکھ نہیں پہنچا سکے گا..... اس کے بعد اس کو قتل کر دیا گیا۔“

حضور اکرم ﷺ نے اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا: ”مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاسکتا۔“ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت علماء نے یہ بھی لکھی ہے کہ مومن کو چاہیے کوئی اسے دھوکہ دے تو اس سے ہوشیار رہے اور پھر اس کے دھوکے میں نہ آئے۔

حال ہی میں یوم سقوط ڈھاکہ گزرا۔ موجودہ حالات میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہماری قوم اس دور کے بنگالیوں سے بھی بدتر حالت میں ہے کہ ہمیں اپنے دشمن اور دوست میں فرق تمیز کرنا بھی ناممکن لگتا ہے۔ ہم اُس وقت بھی انجان رہے، فوج کے پھیلانے گئے جھوٹ کو آنکھیں بند کر کے مانتے رہے؛ بنگالی غدار ہیں، ایجنٹ ہیں، سب کچھ بھارت کو دار ہے۔ بنگالیوں یا عالمی ابلاغ کی خبروں پر یقین کرنے یا اس متعلق تحقیق کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہم نے تو ان گواہیوں کو اہمیت دینا بھی مناسب نہ سمجھا جو پاکستانی فوج ہی کے افسران نے وہاں ہونے والے ظلم کے متعلق دیں۔ آج بھی ہم میں سے اکثریت یہی سمجھتے ہیں کہ لاپتہ افراد کا مسئلہ نائن الیون کے بعد اور بلوچستان میں قوم پرست آزادی کی مزاحمت پنپنے کے بعد شروع ہوا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ماورائے عدالت قتل اور جبری گمشدگی جیسے واقعات کی ابتدا فوج نے بنگلہ دیش سے ہی شروع کی۔

میجر جنرل راؤ فرمان علی اپنی کتاب ”How Pakistan got divided“ میں لکھتے ہیں کہ فوج نے (مشرقی پاکستان میں) اپنے قید خانے اور عدالتیں بنا رکھی تھیں اور سویلینز کو بغیر وجہ اٹھالیا جاتا تھا۔ کئی دانشوروں کو میری مداخلت پر رہا کیا گیا۔ میجر جنرل راؤ فرمان علی نے حمود الرحمان کمیشن کے سامنے گواہی دیتے ہوئے جنرل نیازی سے یہ فقرے بھی منسوب کیے کہ

جاسوس ہیں۔ بعد ازاں وفاقی حکومت کی جانب سے سپریم کورٹ میں یہ تمام الزامات واپس لیے گئے اور اس عمل پر ندامت کا اظہار کیا گیا۔

۱۹۷۱ء میں میجر جنرل خادم حسین راجہ جنرل آفیسر کمانڈ ڈھاکہ تھے۔ اپنی کتاب ”A stranger in my own country“ میں لکھتے ہیں کہ جنرل نیازی نے ہمیں کہا کہ میں اس حرامزادی قوم کی نسل بدل دوں گا، یہ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ نیازی کے یہ الفاظ سن کر پاکستانی فوج کا ایک بنگالی افسر میجر مشتاق ایسٹرن کمانڈ ہیڈ کوارٹر کے ہاتھ رو میں گیا اور اس نے اپنے سر میں گولی مار کر خود کشی کر لی۔

جنرل نیازی کی سنجیدگی کا اندازہ ان کے اس رویے سے لگایا جاسکتا ہے کہ مشرقی پاکستان کے محاذ پر بحیثیت چیف ان کمانڈ تعیناتی کے موقع پر جب جنرل خادم نے مشرقی پاکستان کی فوج کی کمانڈ جنرل نیازی کے سپرد کی تو جنرل نیازی نے جنرل خادم سے کہا کہ فوج کا چارج تو آپ نے مجھے دے دیا، اب یہ بتائیں کہ اپنی دانشوروں کا چارج کب مجھے دیں گے؟^۱

نہ ہم نے بنگالی خواتین کے خلاف آبروریزیوں کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کے الزام پر یقین کیا اور نہ ہی ہمیں تب یقین آیا کہ جب بلوچستان میں ڈاکٹر شازیہ کے ریپ کیس میں ایک فوجی کیپٹن کا نام سامنے آیا۔ اگرچہ پاکستانی فوجیوں پر ریپ کیس بنا، ان کا کورٹ مارشل ہونا، یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ فرق یہ تھا کہ ایسے کیسز کے متعلق کبھی بھی خبر نہیں بنتی، اسے ہمیشہ خفیہ رکھا جاتا ہے اور ایسے اہلکاروں کا کورٹ مارشل خفیہ انداز سے ہوتا۔ اب ڈاکٹر شازیہ کیس میڈیا میں آچکا تھا لہذا فوج نے کیپٹن کے دفاع کو اپنی انا کا مسئلہ بنایا اور پورے بلوچستان کو جنگ میں جھونکنا بھی قبول کیا۔

پاکستانی فوج نے جو کچھ بنگلہ دیش میں بنگالی مسلمانوں کے ساتھ کیا اس پر انہیں کبھی کوئی افسوس یا پشیمانی نہیں رہی۔ یہ کوئی انفرادی افعال بھی نہیں تھے جیسا کہ اکثر لوگ اسے چند جرنیلوں پر ڈال کر فوج کو ان جرائم سے بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج بھی بہت سے لوگ مشرف کو قصور وار ٹھہراتے ہیں مگر حاضر سروس جرنیلوں کی شان میں قصیدے پڑھنے لگتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں جو کچھ کیا گیا بنگالی عوام کو اس سبب پاکستانی فوج سے آج بھی بے انتہا نفرت ہے لیکن پاکستان کے ساتھ جو کچھ اس فوج نے کیا وہ کچھ کم نہیں ہے، بلکہ یوں کہیے کہ منظم اور ادارے کی سطح پر ہونے کے سبب بنگلہ دیش میں کیے گئے جرائم سے بڑھ کر ہے۔ یہ لفاظی اور مبالغہ آرائی نہیں ہے۔ یہاں ہم چند ایک کیسز کا تذکرہ کرتے ہیں، اس گندگی کو آج کوئی ماڈرن لبرل بھی برداشت کرنے کو تیار نہ ہو گا چہ جائیکہ دین کے نام لیواؤں کے لیے یہ حقائق نظر انداز کیے جانے کے قابل ہوں۔

ابصار عالم نے اپنے ایک کالم میں تین واقعات کا ذکر کیا ہے۔ اسی سے آپ اس فوج کی موجودہ اخلاقیات کا اندازہ لگائیے۔ ایک جگہ انہوں نے جنرل باجوہ کا ذکر کیا ہے جو اس وقت کے چیف جسٹس ثاقب نثار کو کسی پاکستانی خاتون کی غیر ملکی سفارتکار کے ساتھ غیر اخلاقی حرکات کی ویڈیو دکھاتے ہوئے بتا رہے تھے کہ دیکھیے ملکی مفادات کے تحفظ کے لیے ہم کیا کیا کرتے ہیں۔ جنرل باجوہ نے اس کارنامے کا ذکر کئی سینئر صحافیوں کی موجودگی میں کیا۔ ابصار عالم جو چیئر مین پیمرا بھی رہ چکے ہیں، ایک اور واقعے کا ذکر کرتے ہیں کہ جن دنوں سلیم صافی فوج کی پی ٹی آئی کے لیے غیر معمولی حمایت کو تنقید کا نشانہ بنا رہے تھے، جو فوج کے لیے ناقابل برداشت تھا، ان دنوں بتول راجپوت نامی ایک اینکر جو ریٹائرڈ فوجی افسر کی بیٹی ہیں، آئی ایس آئی کے افسر کی جانب سے انہیں آفر کی گئی کہ وہ سلیم صافی کے ساتھ مراسم قائم کریں، ادارہ ویڈیو بنائے گا اور خاتون کی شناخت چھپائی جائے گی۔ اس طرح سلیم صافی کو بلیک میل کیا جاسکے گا۔ معاوضے میں خاتون کو اچھی خاصی رقم اور کیریئر میں ترقی کے لیے مدد ملے گی۔ خاتون نے اسے اپنی تذلیل سمجھا اور انہیں انکار کیا۔ ان صاحب نے پھر آفر کی اور یہ یقین دہانی کروائی کہ یہ آفر ادارے کی طرف سے ہے، خاتون نے انکار کیا۔ بعد ازاں ان خاتون کو نوکری سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ابصار عالم اسی کالم میں مزید انکشاف کرتے ہیں کہ اسلام آباد کے ایف ۶/۳ سیکٹر کی گلی نمبر ۱۶ میں جہانگیر ترین کے گھر کے بالکل ساتھ ایک چار کنال کا سرکاری ادارے کا گھر ہے۔ اس گھر کے اوپر والے فلور پر آئی ایس آئی اسلام آباد ڈائریکٹریٹ کا ایک سابق انچارج کرنل اپنا ’پرائیویٹ پراپرٹی آفس‘ بھی چلاتا رہا ہے۔ اس گھر کے گراؤنڈ فلور پر ایک سولیلن مکروہ، جرائم پیشہ شخص ایجنسیوں کی مدد سے پچھلے ۲۰ سال سے چھوٹے شہروں اور قصبوں سے تعلیم کی غرض سے اسلام آباد آنے والی معصوم، کم عمر لڑکیوں کو پھانسنے اور پھر بلیک میل کر کے، دھمکیاں دے کر ان سے ناقابل دید اور ناقابل داد کاموں کا گندہ ادا ہندہ چلاتا رہا۔ آئی ایس آئی اور آئی ایس پی آر کے سینئر افسران اکثر اوقات وہاں پائے جاتے تھے۔ وہ مکروہ شخص لڑکیوں کو نوکری یا یوٹیوب چینل پر پروگرام دینے کے بہانے پھانستا اور سینئر فوجی افسران کا نام اور شکل استعمال کر کے ان لڑکیوں کو خوفزدہ کرتا ہے۔ پہلے سگریٹ، چرس اور شراب کے نشے پر لگاتا ہے پھر ان کو مختلف مردوں کے ساتھ نہتی کر کے دوستی پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ وہی گھر ہے جہاں ۲۰۱۳ء کے دھرنے سے قبل اور دھرنے کے دوران آئی ایس آئی کے سینئر افسران جہانگیر ترین سے معاملات طے کرنے کے لیے آتے تھے اور جہانگیر ترین اپنے گھر کی پچھلی طرف سے اس گھر میں میڈیا کی نظروں میں آئے بغیر رازداری سے داخل ہو جاتا تھا۔ اگر آپ کو کچھ عرصہ قبل کا واقعہ یاد ہو جس میں بہاولپور یونیورسٹی کا سکیورٹی افسر کچھ اسی قسم کے دھندوں میں ملوث تھا۔ بلوچستان یونیورسٹی میں ایسا ہی ایک اسکیڈل سامنے آیا تھا جس میں خفیہ اداروں کے منظور نظر فرد کو میرٹھ سے ہٹ کر ترقی دلوائی گئی، اسے اختیارات دیے گئے

اور اس نے سکیورٹی کیمروں کے استعمال سے طالبات کو بلیک میل کیا اور پھر ان طالبات کا جنسی استحصال کیا جاتا رہا۔

سابق اداکار عاشر عظیم جو کراچی میں کسٹم محکمے میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا، بتاتا ہے کہ ایک روز اسے خفیہ ادارے کے اہلکار نے نجی محفل میں شرکت کی دعوت دی۔ عاشر ٹال دیتا ہے تو وہ اہلکار ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے دوبارہ آفر کرتا ہے۔ بالآخر عاشر مجبور ہو کر اس کی دعوت قبول کرتا ہے۔ جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تو شراب و شباب کی محفل ہے۔ عاشر سمجھ جاتا ہے کہ یہاں کے آرگنائزرز خفیہ ادارے ہیں تو یقیناً سب ریکارڈ بھی ہو رہا ہو گا۔ بقول عاشر اس قسم کے انتظامات ہماری ایجنسیوں نے ہر بڑے شہر میں بنائے ہوئے ہیں۔

ان جگہوں پر پہنچنے والے جج، صحافی، سیاستدان اور بیوروکریٹ کتنی ایمانداری سے اپنے فرائض سرانجام دیتے ہوں گے یا بس ایک واٹس ایپ میسج کی مار ہوں گے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس جگہ اس کسٹم افسر عاشر کو کیوں لایا گیا اور مطلب حاصل نہ ہونے یعنی ویڈیو نہ بننے پر کیا ہوا یہ بھی سن لیجیے۔ عاشر نے دوران ملازمت پتہ لگایا کہ افغان ٹرانزٹ ٹریڈ کے نام پر کنٹینرز بغیر کسٹم ڈیوٹی کراچی میں آف لوڈ ہو جاتے تھے۔ امپورٹرز بجائے حکومت کو ٹیکس دینے کے چند جرنیلوں کو سات سے دس لاکھ دیتے۔ اس طرح حکومت کو ٹیکس کی مد میں بھاری نقصان ہوتا رہا جبکہ چند جرنیل فی کنٹینر لاکھوں میں رشوت بٹور رہے تھے۔ یہ کیس عاشر نے جب اوپن کیا تو انہیں ملازمت سے برخاست کیا گیا، را اور امریکی سی آئی اے کا لیجنٹ قرار دے دیا گیا۔ یہ بھی واضح رہے کہ عاشر غیر مسلم ہے، اسے بھی فوج کی ان ویڈیوز کے دھندوں سے گھن آئی اور اس نے اس کے خلاف میڈیا میں بولا۔

انصاف سے فیصلہ کیجیے..... پاکستانی فوج کے بنگالی خواتین کے ریپ اور یہاں پاکستان میں سیاست، معیشت و مسائل و اقتدار پر کلی قبضے کے لیے ویڈیوز اور قحبہ خانوں کے دھندوں کے لیے اسی ملک کی بیٹیوں کا جنسی استحصال اور ان کو اس مکروہ کاروبار کا ایندھن بنانا، کیا فرق ہے ان دو ادوار میں.....؟ ان بنگالیوں کو تو معلوم تھا کہ ان پر ظلم کرنے والا کون ہے، کیا ہمیں اندازہ ہے کہ فوج نے جس پیمانے پر یہ ویڈیوز کا دھندہ شروع کیا اس کے معاشرے پر کیا اثرات ہیں۔ جہاں ایک طرف ان مکروہ افعال کے متعلق بے حسی بڑھی ہے وہیں اب سیاسی جماعتیں بھی مخالفین کے خلاف اسے بطور ہتھیار استعمال کر رہی ہیں۔

تحریک انصاف کے سپورٹرز تو اب کھل کر سوشل میڈیا پر اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ فوج چاہے عمران خان کی کیسی ہی غیر اخلاقی ویڈیو لیک کر دے، ہماری عمران خان سے محبت میں ذرا کمی نہیں آئے گی۔ کچھ یہی حال لیگ اور دوسری سیکولر جماعتوں کا ہے کہ ان میں سے بھی کسی کی ویڈیو خفیہ ادارے یا کوئی اور لیک کر دے تو چند دن سوشل میڈیا پر لوگ بات کریں گے اور پھر بھول جائیں گے جیسے کچھ مسئلہ ہی نہیں۔

اپنے اصل موضوع کی طرف واپس آتے ہیں۔ حمود الرحمان کمیشن جس میں لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ الطاف قادر سمیت چیف جسٹس حمود الرحمان، جسٹس انوار الحق، جسٹس طفیل علی عبدالرحمان شامل تھے، اس کمیشن کے سامنے ۳۰۰ سے زائد گواہوں نے بیانات قلم بند کروائے۔ کمیشن نے ۱۹ اعلیٰ فوجی افسران کے خلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے کی سفارش کی، ۶ افسران کے کورٹ مارشل کی سفارش کی، دو کے خلاف محکمہ جاتی کارروائی کی سفارش کی، جبکہ ۲۳ افسران کے بارے میں کہا کہ یہ مزید عسکری ذمہ داریوں کے قابل ہی نہیں۔ لیکن فوج نے اپنے طرز عمل سے مستقبل کے پاکستان کے لیے جیسے مستقل بنیادوں پر رہنما اصول متعین کر دیے کہ چاہے کتنا ہی بڑا اور سنگین جرم ہو اس ملک میں فوج اور فوجی جرنیلوں کا احتساب نہیں کیا جاسکے گا، انہیں کٹہرے میں نہیں لایا جاسکے گا، ان کے کسی فعل پر قدغن نہیں لگائی جاسکے گی، چاہے اس سے اس ملک و قوم کو کیسا ہی نقصان پہنچتا ہو۔ جنرل یحییٰ جن کے خلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے کی سفارش کی گئی تھی، اس پر عملدرآمد نہیں ہوا، انتقال ہو اتو فوجی اعزاز کے ساتھ دفنایا گیا۔

لیفٹیننٹ جنرل گل حسن پر بھی فوجی عدالت میں مقدمہ چلانے کی سفارش کی گئی تھی مگر بھٹو حکومت نے ان کی برطرفی کے بعد آسٹریا میں سفیر تعینات کیا۔ سقوط ڈھاکہ کا ایک اہم کردار میجر جنرل غلام عمر تھے (یہ اسد عمر کے والد ہیں)، ان پر الزام تھا کہ انہوں نے انتخابات پر اثر انداز ہونے کے لیے صنعتکاروں سے لگ بھگ دو کروڑ روپے جمع کیے جسے مختلف سیاسی شخصیات میں تقسیم کیا گیا۔ انہوں نے اپنے جرم کا اقرار کرتے ہوئے تحریری معافی مانگی تھی جس کے سبب ان کی قید بھٹو حکومت نے نظر بندی میں تبدیل کی۔

الیکشن اور سیاست پر کنٹرول کے لیے صنعتکاروں سے رقم اکٹھے کا سلسلہ جو اے سے پہلے شروع کیا گیا تھا وہ آج بھی جاری ہے جس نے پاکستانی معیشت کو تباہی سے دوچار کیا ہے۔ لیکن کوئی ان کی طرف انگلی نہ اٹھا سکے اس لیے کبھی کوئی وجہ گھڑ کر عوام کے ذہنوں میں ٹھونستے ہیں تو کبھی کوئی وجہ۔ جیسے آج کل افغان مہاجرین اور افغان بارڈر پر ہونے والی تجارت کو سگ لگ کا نام دے کر اسے پاکستانی معیشت کے زوال کا سبب بتایا جا رہا ہے۔ اپنے ایک ویلاگ میں میجر عادل راجہ اقرار کر چکا ہے کہ بارڈر پر تعینات ہونے والے فوجی افسران کو ہفتہ وار کروڑوں کا بھتہ اوپر فوجی افسران کو دینا ہوتا ہے۔ کراچی میں ایک عرصے تک ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی کو اقتدار میں رکھنے کے لیے انہیں کھلی چھوٹ دی گئی۔ دونوں جماعتوں کے جرائم پیشہ گروہ کراچی کی صنعتوں سے بھتہ خوری کرتے رہے اور یہ سب قانون نافذ کرنے والے اداروں کی معاونت اور ملی بھگت سے ہوتا رہا۔ بلدیہ کی ایک گارمنٹ فیکٹری میں ۲۰ کروڑ بھتہ نہ دینے پر جان بوجھ کر آگ لگائی گئی جس میں ۱۲۵۰ افراد زندہ جل گئے۔

(بقیہ صفحہ نمبر 30 پر)

فوج جس کو جتنا کے لہو کی چاٹ لگ گئی

قاری حذیفہ فاروقی

دہشت گردی کے اڈے ہوں..... آپ اس فوج اور ان کے متصل اداروں سے اخلاقیات اور اس جیسی چیزوں کی کیا امید رکھیں گے؟

ہم ایجنسی والوں کے گھبرے میں چل کر ان کی گاڑیوں تک پہنچ گئے۔ انہوں نے ہمیں گاڑیوں میں بٹھا کر آپس میں بات کرنے سے بھی منع کر دیا۔ فوج اور پولیس والے کچھ دیر آپس میں نجانے کیا کھسر پھسر کرتے رہے۔ اس کے بعد فوجیوں نے ہمیں مقامی پولیس کے حوالے کیا اور چلے گئے۔ مقامی تھانیدار نے آکر ہمیں تھانے کے لاک اپ میں بند کر دیا۔ نیند تو ان بد بختوں نے خراب کر ہی دی تھی، سو بقیہ رات آنکھوں میں کاٹی۔

اللہ اللہ کر کے صبح ہوئی۔ ہم تینوں نے نماز فجر لاک اپ میں ادا کی۔ اس کے بعد پولیس والوں نے ہمیں لاک اپ سے نکال کر ملاقاتیوں والے کمرے میں بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد خاندان اور گاؤں والے بھی اطلاع ملتے ہی تھانے پہنچ گئے۔ تھوڑی سی پوچھ گچھ کے بعد ایک فارم لایا گیا جس پر ہمارے انگوٹھے کے نشان لگوا کر ہمیں گھر واپس جانے کی اجازت مل گئی۔ الحمد للہ!

گھر میں بخیر وعافیت واپسی پر سبھی نے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کیونکہ عوام کے خون پسینے پر ملنے والے نظام کے یہ بھیڑیے جب تک بے گناہوں کا خون نہ چوس لیں ان کو آرام نہیں آتا۔ ہم تھانے سے جب واپس گھر پہنچے تو کمروں کے ٹوٹے ہوئے دروازے گھر میں باوردی ڈاکوؤں کے گھسنے کا اشارہ دے رہے تھے۔

اس واقعے کے اگلے روز ہماری والدہ محترمہ کافی دیر سے کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ چیز ڈھونڈے نہیں مل رہی تھی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ والدہ نے گھر کے صحن میں بڑے سائز کی کچھ کیلیں لوکاں تھیں جو اب نہیں مل رہی تھیں۔ چھوٹے بھائی نے کہا: جب فوج والے ہمیں نکال کر صحن میں لائے تو میں نے ایک فوجی کو وہی کیلیں اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے جاتے دیکھا تھا۔ یہ سن کر ہم سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔ جوں جوں دن گزرتے گئے، گھر میں گمشدہ چیزوں کی تعداد بھی بڑھنے لگی جو وطن کے ان سخیلے جوانوں نے تلاشی کے نام پر اپنی جیبوں میں ٹھونس لی تھیں۔ جن میں ہماری چھوٹی بہن کی آرٹیفشل جیولری بھی شامل تھی جو اس نے اپنے جیب خرچ سے لی تھی۔

جب بھی ان چیزوں کا تذکرہ آتا تو ہماری والدہ سادہ سے دیہاتی لہجے میں بولتیں یوں لگتا ہے کہ جیسے گھر میں چور گھسے ہوں۔ حقیقت بھی یہی تھی..... لیکن یہ چور باوردی تھے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپریشن سائلنس کو گزرے تھوڑا ہی وقت ہوا تھا۔ لال مسجد و جامعہ حفصہ کو اجاڑنے کے بعد یہ پیشہ ور قاتل دن رات پاکستان کے اسلام پسند عوام اور مجاہدین کی بوسو گھر رہے تھے اور ان کو پس زنداں دھکیل کر اس کے بدلے امریکیوں سے ڈالر وصول کرتے تھے۔ ایک دن میں اپنے مدرسے سے چھٹی لے کر کسی تقریب کے سلسلے میں گھر آیا ہوا تھا۔ اچانک تقریباً رات کے ۲ بجے شور شرابے سے میری آنکھ کھلی۔ پہلے تو مجھے سمجھ میں نہیں آئی کیا ہو رہا ہے، تھوڑے حواس بیدار ہوئے تو مجھے سمجھ آئی کہ پاکستانی فوج پولیس اور ایجنسی کے کارندے گھر میں چادر و چار دیواری کا تقدس پامال کرتے ہوئے گھس چکے ہیں۔ ابھی میں کچھ کہتا یا اپنی چارپائی سے اٹھتا، اتنے میں کچھ سپاہی رعوت سے بندوبست تانے میری چارپائی کی طرف بڑھے۔ جاگ تو میں پہلے ہی چکا تھا مگر اب سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، ایک فوجی نے رعوت بھرے انداز میں مجھے اپنی چارپائی سے اٹھنے کا اشارہ کیا اور مجھے چپل پہننے کا کہا۔ میں چپل پہن کر ابھی قیض پہننے ہی لگا تھا کہ اس نے مجھے اٹھ کر کھڑا ہونے اور چلنے کا کہا۔ اتنے میں دو سپاہیوں نے مجھے کار سے پکڑا اور گھر کے صحن میں لے آئے۔ میں جب صحن میں پہنچا تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں، گھر کے صحن میں چھتوں اور دیواروں پر بھی جاسا سپاہی بکھرے ہوئے تھے۔ ساتھ والے دیگر کمروں سے ایجنسی کے کارندے سفید ریش والد صاحب اور بڑے بھائی کو بھی نکال کر صحن میں لے آئے۔ انہوں نے ہم تینوں کو اپنی نگرانی میں گاڑیوں کی طرف چلنے کا اشارہ کیا، گاڑیاں قریب ہی تھیں۔ خیر کرنا کیا تھا، سو ہم خاموشی سے اذکار کرتے ہوئے چل پڑے۔

سردیوں کی راتیں تھیں۔ رات کی تاریکی میں سردی کی شدت ستار ہی تھی۔ چلتے ہوئے سب سے زیادہ غصہ اس بات پر آ رہا تھا کہ انہوں نے مجھے قیض بھی نہیں پہننے دی۔ دائیں بائیں ایجنسی والے ساتھ چلتے ہوئے سوالات بھی کر رہے تھے: فلاں کدھر ہے، وغیرہ وغیرہ۔ میرا جواب نفی میں سن کر ایک فوجی نے مجھے ٹھڈا مارا اور کہا تم لوگ سارے ہی دہشت گرد ہو، اگر تم نہیں بتاؤ گے تو بہت برا حال ہو گا۔ ہمیں سب کچھ علم ہے چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس وقت میری عمر بھی کم تھی اور انجانے خدشات بھی تھے کہ نجانے اب کیا ہو گا (تھوڑی بہت تو ان کی تاریخ سے واقفیت بھی تھی)۔ کیونکہ جنہوں نے اخلاقیات اور عسکری مہمات اپنے فرنگی آقاؤں سے سیکھی ہوں، جو اپنی ہی قوم کی بیٹیوں کو پکڑ کر امریکی کافروں کے حوالے کر دیں اور اس پر ذرا بھی نہ شرمائیں، جن کے نزدیک چادر و چار دیواری کا تقدس پامال کرنا روز کی بات ہو، جن کے قید خانوں میں احد احد کی صدائیں گونجتی ہوں اور مساجد و مدارس جن کے نزدیک

یہ ایک چھوٹی سی کہانی ہے جو ہمارے ساتھ پیش آئی۔ لیکن یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہی وہ فوج تھی کہ جب یہ بگلہ دیش میں بیرکوں سے نکل کر معاشرے میں آئی تو اس وقت کے جنرل نیازی نے اپنے سپاہیوں کو یہ حکم دیا کہ یہ دشمن کی سر زمین ہے، یہاں سے جو کچھ بھی ملتا ہے لو کیونکہ ہم برما میں بھی یہی کچھ کیا کرتے تھے۔ پھر تاریخ کے صفحات پر یہ بات درج ہو گئی۔ اس فوج نے وہاں کے مسلمانوں کے گھروں کی چار پائیاں تک نہ جھوڑیں اور اس فوج کے سپاہیوں نے وہاں کے بنگالی مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا، جس میں کھانا کا دھوبی گھاٹ قتل عام کا آج بھی عینی شاہد ہے۔

اسی فوج کے سیاہ کارناموں کی تاریخ یہاں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اس فوج کے سپہ سالار کبھی جنرل ضیاء الحق کی صورت میں فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کرتے دکھائی دیتے ہیں تو کبھی جنرل نیازی کی صورت میں بنگالی مسلمانوں کی عزتوں سے کھلوڑ کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی مشرف کی صورت میں مسجد و مدرسے پامال کرتے اور اپنی ہی بیٹیاں اغیار کے حوالے کرتے نظر آتے ہیں تو کبھی راجیل شریف کی صورت میں اپنے ہی ملک کی آبادیاں فتح کرتے دکھائی دیتے ہیں اور کبھی جنرل قمر جاوید باجوہ کی صورت میں مسلمانوں کی لاشیں ملک کے جنگلوں کھلیاؤں یا ملک کے مختلف بیراجوں میں ڈالتے نظر آتے ہیں۔ یہی وہ قاتلین ہیں جنہوں نے اپنے ہی ملک کے عوام کو پناہ گزین کیسپوں میں دھکیلا اور اس زمین کے چپے چپے پر دین اور اہل دین سے محبت رکھنے والے افراد پر اپنی شیطانی آنکھوں کو کڑے پہروں پر بٹھا دیا۔ یہی وہ قاتلین ہیں جو اوکاڑہ کی لہلاتی زمینوں کو اناج سمیت کھا گئے، اس کے بدلے مظلوم عوام کو کبھی نہ رکنے والی فاقوں کی چکیوں میں پیس دیے۔ اسی فوج نے اپنی آمد کے بعد سوات کے تمام تجارتی ٹھیکوں پر قبضہ کیا اور سوات میں امن میلے کے نام پر وہاں کی عوام کو فاشی و عریانی کے سیلاب میں دھکیل دیا۔ جس طرح کل برٹش آرمی نے بنگال کو لوٹ کر وہاں کی مقامی آبادی کو دانے دانے کا محتاج بنادیا تھا، اسی طرح اس فوج نے بھی شمالی وزیرستان پر قابض ہو کر چلغوزے اور مہنگی لکڑی کی تجارت کر کے کروڑوں روپے کمائے۔ ردالفساد آپریشن کے وقت جب ان درندوں کو تلاشی کے نام پر مسلمانوں کے گھروں میں دراندازیوں کا موقع ملا تو وطن کے ان بچیلے جوانوں کا چہرہ سبھی کے سامنے کھل کر سامنے آیا۔

اس کے برعکس اس فوج کو عسکری میدان میں جب بھی اپنی صلاحیتیں دکھانے کا موقع ملا تو اس نے ہمیشہ بے غیرتی والا یوٹرن لیا اور سرنڈر ہو گئی۔ اپنی ڈھٹائی کو مزید چار چاند لگانے کے لیے ’یہ کھیل کا حصہ ہے‘ (it is part of game) کہہ کر جان چھڑائی۔

جن دیندار جوانوں نے اس فوج کو اپنے خوابوں کی تعبیر سمجھ کر ان کا ساتھ دیا تھا، ان کے لیے ملتی باہنی کے خفیہ مارچر سیلوں اور اذیت خانوں میں چھپی جبر و اذیت کی المناک داستانیں گواہ ہیں کہ ان کے ساتھ کیا بنی۔ ان رضاکاروں کے گھروں کو جلا کر دشمن کی طرف سے ان کی املاک کو نیا لام کیا گیا۔ ستم ظریفی یہ بھی دیکھیے کہ دہلی میں تیار ہونے والی سرنڈر ہونے کی

دستاویز میں ان رضاکاروں کے تحفظ کی کوئی شق بھی شامل نہیں تھی۔ ان میں کتنے ہی رضاکار اپنی جان بچانے کے لیے شہروں اور جنگلوں میں گھومتے رہے اور کچھ بھارتی ریاستوں آسام، تریپورہ، مغربی بنگال کی سرحد پار کر کے انڈیا سے نیپال پہنچ گئے اور کچھ مختلف راستوں سے پاکستان جا پہنچے۔

ادھر ایک اور آزمائش ان کی منتظر تھی۔ پاکستانی حکام نے ان کا ساتھ دینا تو درکنار ان کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیا۔ جبکہ بگلہ دیش میں بچ جانے والے افراد کی تیسری نسل آج بھی پناہ گزین کیسپوں میں منتقل ہو کر وہاں کیسپری کی زندگی گزار رہی ہے۔

اے میرے مسلمان بھائیو! ان سب حقائق کو جان لینے کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ رائل انڈین آرمی کے وہ سپاہی ہیں جنہوں نے صلیبیوں کے لیے بیت المقدس کی فتح کی راہ ہموار کی تھی اور ان کے سپاہیوں کی قبریں آج بھی بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح میں موجود ہیں۔ اور آج کی پاکستانی فوج کی نظریاتی اساس بھی اسی رائل انڈین آرمی کی بنیادوں پر کھڑی ہے۔ بس فرق یہ ہے ملکہ برطانیہ کا بازوئے شمشیر زن آج دنیا میں پاکستانی فوج کے نام سے جانا جاتا ہے۔

نابینا جنم لیتی ہے اولاد بھی اس کی
جو قوم دیا کرتی ہے تاوان میں آنکھیں

مجھے تو عالم ربانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ کے کہے ہوئے الفاظ یاد آرہے ہیں جو انہوں نے کئی سال قبل کہے تھے کہ ”ہر سال منایا جانے والا جشن آزادی ہماری نہیں بلکہ ان کی آزادی کا جشن ہوتا ہے۔ ہمیں تو ایک اور تحریک آزادی سے گزرنا ہوگا، خون کا ایک اور دریا پار کرنا ہوگا۔“

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

بقیہ: فلسطینی بھائیوں کی مدد کے چند طریقے

27. اگر آپ اپنے فلسطینی بھائیوں کے ساتھ غزہ کی گلیوں میں یہودیوں کو مارنے میں شریک نہیں ہو سکتے تو آپ یہ دیکھیں کہ یہودیوں کے مفادات کہاں کہاں ہیں، ان کو نقصان پہنچائیں۔ اپنی بھرپور تیاری کریں، جہاں یہود و نصاریٰ کے مفادات کو نقصان پہنچانے کا موقع ملے ضرور ان کو نقصان پہنچائیں۔

28. اپنی حیثیت اور مقام کے مطابق جو بھی وسیلہ مناسب سمجھیں اسے اپنی استطاعت کے مطابق استعمال کریں۔

☆☆☆☆☆

اجنبی _____ کل اور آج

الشیخ المجاہد انجمن احسن عزیز شہید رحمہ اللہ

الشیخ المجاہد احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی آج سے بیس سال قبل تصنیف کردہ نابغہ تحریر 'اجنبی _____ کل اور آج'، آنکھوں کو رلائی، دلوں کو نرمائی، گرمائی، آسان و سہل انداز میں فرضیت جہاد اور اقامت دین سمجھانے کا ذریعہ ہے۔ جو فرضیت جہاد اور اقامت دین (گھرتا ایوان حکومت) کا منہج سمجھ جائیں تو یہ تحریر ان کو اس راہ میں جتے رہنے اور ڈلے رہنے کا عزم عطا کرتی ہے، یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہادت ان کو اپنے آغوش میں لے لے (اللہم ارزقنا شہادۃ فی سبیلک واجعل موتنا فی بلد رسولک صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ!)۔ ایمان کو جلا بخشتی یہ تحریر مجلہ 'نوائے غزوہ ہند' میں قسط وار شائع کی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

تمہاری زندگی کو اپنی موت جانتے ہیں وہ

لیکن جدید دجالی تہذیب دین کی اس ساری دعوت اور اس کے بنیادی تصورات کی دشمن ہے اور اس کو جڑ سے اکھٹا ناچاہتی ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس دعوت کی اساس ایمان بالغیب اور وحی کی بلا دستی پر مشتمل ہے۔ یہ انسان کو ”آزاد“ نہیں مانتی، بلکہ اس کو ”بندہ“ قرار دیتے ہوئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا دعویٰ کرتی ہے اور اب آخری آسمانی ہدایت کے طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو فیصلہ کن امر تسلیم کرتی ہے۔ یہ ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْآخِرُ﴾ (الاعراف ۵۴) ”یاد رکھو کہ اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا“ کا فیصلہ سناتی ہے، ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (یوسف ۴۰) ”حکم تو بس اللہ ہی کا ہے“ کا اعلان کرتی ہے اور اسلام کے سوا ہر فکر اور دعوت کو باطل قرار دیتی ہے۔ اپنے سوا کسی بھی دوسرے دین و ملت کے غلبے کو فتنہ کہتی ہے، اور پھر اس فتنے کے خاتمے اور دین کو ایک اللہ کے لیے خالص کرنے کا اعلان کرتی ہے: ﴿وَقَالُوا لَوْلَا جَاءَتْهُمْ حَقٌّ لَا تَكُونُ فِتْنَةً وَيَكُونُ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ (الأنفال ۸۰:۳۹) ”اور ان کافروں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے“۔

تہذیب کفر کے امام اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس دعوت کے پیروکار اپنے آپ کو ایک امت سمجھتے ہیں، اپنے تابناک ماضی سے وابستہ ہیں، اور اپنے روشن مستقبل کے بارے میں پر امید ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے بڑھ کر ”خطرناک“ بات بھی یہ ہے کہ اس امت کے پاس اپنے دین (اسلام) کے عالمگیر غلبے کے بارے میں مستقل پیشین گوئیاں موجود ہیں اور وحی (قرآن) اور صاحب وحی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی ان بشارتوں، اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کا _____ اس امت کا پختہ ارادہ ہے!

پس _____ وحی اور صاحب وحی کے اتباع کی طرف، بغیر کسی مداخلت کے دعوت دینے والے ہر شخص کو یہ تہذیب اپنا کھلا دشمن اور ہر وہ جگہ جو اس وحی کی دعوت کا منہج ہو سکتی ہے، اس کو اپنا کھلا ہدف سمجھتی ہے۔ چنانچہ حاملین قرآن و سنت ہوں یا مسجد و مدرسہ اور مراکز جہاد، ان کی ویرانی و تباہی اسے مقصود ہے۔

دین کی بربادی کا یہ عمل ان کی اس جنت کی بقا کے لیے ناگزیر ہے جو انھوں نے اپنے انسانوں کے لیے اس دنیا میں تیار کر رکھی ہے۔ یہ تباہی چاہے عملاً کروڑ، ڈیزنی کٹر اور یورانیئم لمبوں کے استعمال کے ذریعے کرنی پڑے، جیسے قندہار اور خوست کے مدارس یا قلعہ کی مساجد کے ساتھ ہوا، یا جیسے یورپ کی صلیبی اقوام نے مل کر یو سنیا کی ہزاروں زائد مساجد کو تباہ کر دیا، ان کے آئندہ کو شہید کیا، اور سربریت کی ایک سیاہ داستان تاریخ میں رقم کی _____ یا جہاں براہ راست ممکن نہ ہو (یا ابھی باری نہ آئی ہو) اور معنوی لحاظ سے اس دعوت کو تپت کرنا پڑے، تو ان کو کششوں کے لیے بھی ان کے پاس مفصل لائحہ عمل موجود ہوتا ہے، مثلاً تعلیمی نصاب و نظام کو نیا دارانہ اور سیکولر بنانا، اس میں سے ”خطرناک“ موضوعات کو خارج کرنا، یا سرکاری خطابات جمعہ کی تنفیذ کرنا وغیرہ۔ اسی طرح حق گو علماء اور دینی قیادت کو قید اور قتل کے ذریعے راستے سے ہٹانا اور جہاں مشکل ہو وہاں دباؤ، استہزاء، مراعات، باہم دوروں اور ملاقاتوں کے ذریعے ان کی ذہن سازی کرنا اور انھیں ”معتدل بنانا“ بھی یہود و نصاریٰ کی اس مہم کا حصہ ہے۔ یہ اہداف ناگزیر ہیں اور خود اُس تہذیب کے بقا کی ضمانت بھی۔

جہادی مراکز کا معاملہ تو کسی سے پوشیدہ نہیں تاہم مسجد کا معاملہ بھی غیر اہم اس لیے نہیں کہ مسجد کو یہ لوگ اپنے خلاف کسی مورچے سے کم نہیں سمجھتے۔ ان کے خیال میں یہ تہذیب اسلام کے آخری مورچے ہیں جو فتح ہو گئے تو پھر کام آسان ہے۔

یہ مسجد ہی ہے جو امت توحید کو دن رات اپنے رب سے جوڑتی ہے، راکعین کے ساتھ رکوع کرنے کا موقع دیتی ہے۔ روز و شب میں کسی بھی لمحے دنیا کے ہر کونے میں لاکھوں مسلمان اللہ اکبر کہہ کر ہر طاغوت کی نفی کرتے ہیں اور ہر نماز میں (جہراً اور سرّاً) یہودیوں کے مغضوب اور عیسائیوں کے گمراہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ مسجد کے محراب آج تک حق بحق کسی ترمیم و اضافے کے بغیر وحی کی آیات سے گونج رہے ہیں۔ یہ مومن کو اس کا اصل مقام، ذمہ داریاں اور نیک انجام جب کہ کافر کو اس کی حیثیت، اوقات اور بد انجام یاد دلاتے ہیں، تو کیا محراب و منبر کے مورچے کو برداشت کیا جاسکتا ہے؟ نہیں! بلکہ ان کے خلاف ان کی کھلی اور چھپی جنگ شروع ہے۔ لیکن ہم ان شاء اللہ ان مسجد کو ہمیشہ آباد ہی رکھیں گے۔ کیونکہ انھی سے ہمارے دلوں میں ایمان کی کھیتیاں آباد ہیں، ہمیں سے ہمیں نور ملتا ہے، ان میں اگر ہم پانچ

اوقات جائیں تو ہمارے حق میں ایمان کی گواہی معتبر ٹھہرتی ہے۔ یہ ایک مسجد (مسجد الحرام) ہی ہے جس کی طرف رخ کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں، یہ ایک مسجد ہی ہے جس سے پھوٹنے والی علم نبوت کی کرنیں پوری دنیا میں پھیل گئیں، جس سے متصل صفہ کا مدرسہ نہ ہوتا تو نہ جانے آج ہم کہاں کھڑے ہوتے؟ یہ ایک مسجد ہی ہوگی جس کے مینارے کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نزول فرما کر یہود و نصاریٰ کے خلاف جہاد کو آگے بڑھائیں گے، اور مسیح دجال کو قتل کریں گے۔ پھر یہ مسجدیں ہی ہیں جن کے صحنوں اور اس سے متصل چبوتروں میں قال اللہ و قال الرسول پڑھنے والے نونہالوں کی صدائیں نسل در نسل ہمارے ایمان کا اعلان بن کر آج تک گونجتی ہیں۔ وہ ان آوازوں کو خاموش کرانا چاہتے ہیں اور اس کی جگہ ہمارے بچوں کو ”بابا بلیک شیپ“ اور مزید بہت کچھ پڑھا کر ایسی کالی بھیڑیں پیدا کرنا چاہتے ہیں جو ملت بیضاء کا چہرہ مسخ کر کے رکھ دیں۔ اور اللہ نہ کرے، اگر ایسا ہو گیا تو پھر اندلس کے ویرانے اور بخارا و سمرقند کے اصطبل ہماری نگاہوں میں رہنے چاہئیں۔

حقیقت میں قرآن کی تعلیم و تدریس، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فہم، فقہ اسلامی کا سارا ذخیرہ۔۔۔ یہ سبھی اس تہذیب کی عالمگیر تنفیذ میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں، جسے اہل اسلام کے نگاہ و ذہن سے دور کرنے کا وہ بھرپور ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن دینی تعلیم یافتہ طبقے کے ساتھ ساتھ، وہ عصری تعلیم یافتہ مسلمان سے بھی بے خوف نہیں۔ انھیں یہ ڈر ہے کہ ہماری طرز پر بنائے اداروں اور مراکز سے (چاہے یہ بلاد اسلامیہ میں ہوں) نکلنے والے جوانوں پر کہیں ان ”غیر مہذب“ (بزعمہم) افکار و افراد کی پرچھائیاں نہ پڑ جائیں، کیونکہ وہ یہ دیکھ چکے ہیں کہ اگر جرمنی میں ”ٹائون پلاننگ“ میں اختصاصی تعلیم حاصل کر چکا ایک مصری انجینئر محمد عطا، اپنے ساتھیوں سمیت۔۔۔ عالم اسلام کے جید علمائے جہاد مثلاً حسن ایوب، حمود بن عقیل، علی الحضر، مفتی نظام الدین شامی شہید وغیرہم کی تعلیمات کی روشنی میں۔۔۔ ہمیں گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء جیسا دن دکھا سکتا ہے، ہمارے عسکری اور معاشی قلعوں کو مسمار کر سکتا ہے، تو یہ ”جدید“ ذہن (جو ان کے گھر کا بھیدی ہے) ”قدیم“ فکر کے تابع ہو کر کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے! چنانچہ ان دونوں طبقات کے درمیان خلیج کو وسیع کرنا بھی ان کے اہداف میں شامل ہے۔

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مجاہدین کے واضح اعتراف کے باوجود بعض غربی اداروں اور دانشوروں نے (اپنی سیاسی پالیسی کے بالکس) گیارہ ستمبر کے حملوں کو مسلمانوں کے بجائے کسی اور کی کارروائی قرار دینے کی مہم چلائی تاکہ مسلم قوم کو یہ باور کرایا جاسکے کہ ہم ناقابل شکست ہیں اور ہماری دفاعی ٹیکنالوجی کے حصار کو خارج سے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ اس احساس کا پھیل جانا کہ ہمیں ”کوئی اور“ اس طرح سے ضرب لگا سکتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اصل طاقت پھر ”کوئی اور ہی“ ہے، ہم نہیں! نیز یہ بھی کہ اس طرح مسلمانوں میں ہمارے خلاف مزید ایسی کارروائیوں کا حوصلہ پیدا جائے گا اور ہماری ناقابل تنخیریت کے تصور کو دھچکا لگے گا۔ ایک وقت آئے گا کہ ان شاء اللہ، رومیوں کے لشکر شکست

کھا چکے ہوں گے، واشنگٹن پر اسلام کا جھنڈا لہرا رہا ہوگا (اگر تب تک اس شہر کا وجود ہی صفحہ ہستی سے مٹ نہ چکا ہو تو)۔۔۔ لیکن موجودہ کفر کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے والے تب بھی شاید یہی سوچ رہے ہوں گے ”مغرب کی ٹیکنالوجی کو شکست کیسے ہوگی؟ مجاہدین کے بس میں یہ کب تھا؟“ بدر کے فیصلہ کن دن سے پہلے بھی مرعوب ذہن ایسی ہی باتیں کرتے تھے:

﴿اَذِيقُوا الْمُشْكِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ غَرْهُوْا لَا دِيْنَهُمْ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ عَلَى اللَّهِ فَاِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ﴾ (الانفال ۸:۴۹)

”وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے جب منافقین اور جن کے دلوں میں روگ لگا ہوا تھا کہتے تھے کہ ان (مسلمانوں) کو ان کے دین نے خط میں مبتلا کر رکھا ہے۔ حالانکہ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔“

مغرب جدید کو شکست دینے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دل اور دماغ دونوں کو سمجھا جائے۔ اس کا دماغ تو ”مغربی“ ہے لیکن اس کا دل آج بھی صلیبی ہے۔ تحریف شدہ صحیفوں سے لیا ہوا جنت و دوزخ کا ایک دھندلا تصور تو شاید دلوں میں موجود ہے لیکن حق کو قبول کرنے میں رکاوٹ یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں سے بسائی ہوئی ہنسی بستی جنت، کسی ان دیکھے مستقبل (حقیقی جنت) پر کیسے قربان کر دی جائے؟ قوت و محنت برائے سرمایہ اور سرمایہ برائے لذت۔۔۔ جیسے رومی افکار کے زیر اثر اختراعات، ایجادات، وسائل قدرت پر دسترس اور پھر سرمایہ دارانہ بالادستی کے خواب ذہنوں میں ضرور ہیں لیکن صلیب (اور ہیکل) کی عظمت کو منوانا۔۔۔ اس کی خواہش بھی دلوں میں موجود ہے (جو کبھی زبانوں سے پھسل بھی جاتی ہے) ﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ﴾ (ال عمران ۱۱۸:۳)۔۔۔ تاہم بالعموم ان دلی جذبات کے ستمان سے کام لیا جاتا ہے کہ کہیں فریقِ مقابل بھی جوش و جذبات میں صلیب کے مقابلے میں قرآن کو لے کر میدان میں نکل آیا تو اس کا قتل کون کرے گا؟

یہود کی صورت میں انھیں آزمودہ، باوسائل اور فتنہ پرور مشیر اور (سرپرست) پورے عالم میں اور ہر محاذ پر دستیاب ہیں۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)



گیارہ ستمبر کے حملے..... حقائق و واقعات

شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ (استفادہ: عارف ابو زید)

یہ تحریر شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”عملیات 11 سبتمبر: بین الحقیقۃ والتشکیک“ سے استفادہ ہے، جو ادارہ الحساب کی طرف سے شائع ہوئی۔ باتیں مصنف کتاب کی ہیں، زبان کاتب تحریر کی ہے۔ کتاب اس لحاظ سے اہمیت سے خالی نہیں کہ اس میں گیارہ ستمبر کے حملوں کے حوالے سے فرسٹ ہینڈ انفارمیشن ہے، کیونکہ اس کے مصنف خود ان واقعات کے منصوبہ سازوں میں سے ہیں۔ شیخ ابو محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفقاء اور تنظیم القاعدہ کے مؤسسين میں سے ہیں اور بعداً تنظیم القاعدہ کے عمومی نائب امیر رہے یہاں تک کہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے آپ کو محرم ۱۴۲۲ھ میں نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ مجھے میں کتاب کا انتہائی اختصار سے خلاصہ نقل کیا جا رہا ہے، تاہم اسلام اور جہاد سے محبت رکھنے والے قلم کاروں سے کتاب کا کامل اردو ترجمہ اردو داں مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کی دہائی ہے۔ (ادارہ)

صلیبی جنگیں نہ رکی ہیں اور نہ رکیں گی

افغانستان میں امیر المومنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں امارت اسلامیہ کے قیام سے، جہاں شریعت نافذ کی گئی، سیکولر دساتیر اور قوانین کو رد کر دیا گیا اور جدید عالمی نظام میں شامل ہونے کی بجائے اپنی الگ شناخت قائم کی گئی، امارت اسلامیہ مغربی صلیبی ممالک اور سب سے بڑھ کر صلیب کے محافظ امریکہ کے لیے ہدف بن گئی۔ ان قوتوں نے براہ راست اموال اور اسلحے سے امارت اسلامیہ کے مخالف گروہوں کی مدد شروع کی تاکہ افغانستان میں مقابل قوت کھڑی کی جائے اور امارت کو پورے افغانستان پر کنٹرول سے روکا جائے۔ اسی طرح ان قوتوں نے خلیج عرب ممالک میں موجود اپنے آلہ کاروں سے بھی کہا کہ وہ امارت کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی تعلقات کاٹ کر اس کے گرد گھیر انگٹ کریں۔ پھر خاص طور پر سعودی حکومت سے کہا گیا کہ وہ افغانستان سے حاجیوں کے آنے پر پابندی لگا کر امارت پر دباؤ بڑھائے، یہاں تک امارت اسلامیہ کا نام اور امیر المومنین کا لقب تک بدلنے پر زور دے۔ اسی طرح ان قوتوں نے پاکستان پر زور دیا کہ وہ مستقل امارت سے متعلق معلومات فراہم کرے، تاکہ اس کے مطابق سیاسی و عسکری منصوبہ بندی کی جاسکے۔ پھر امارت اسلامیہ کی طرف سے حقوق انسانی کی خلاف ورزی، آزادی نسواں کی پامالی کے نام پر اور شرعی حکومت کے مقابلے میں جمہوریت کی بحالی کے لیے امریکہ کی طرف سے بھی مستقل افغانستان پر حملے کی دھمکی دی جانے لگی۔

امارت اسلامیہ کی قیادت نے بھی اس وقت واضح کیا کہ امریکہ کی دھمکیاں دراصل اسلام کے خاتمے کے لیے ہیں نہ کہ طالبان کے خاتمے کے لیے۔ تنظیم القاعدہ نے بھی اپنی ادبیات میں یہ بات کہی کہ امریکہ کی دشمنی عقیدے کی دشمنی ہے اور امریکہ جو طالبان کے خلاف جنگ شروع کرنا چاہتا ہے یہ حقیقت میں صلیبی جنگوں کا تسلسل ہے۔ جدید زمانے کی مناسبت سے اس کی شکل نئی ہے، مگر ہدف وہی پرانا ہے۔ نیٹو کے سابق سیکرٹری ویلی کلاوس نے کہا تھا: ”سوویت اتحاد کی جگہ اب نیٹو کا ہدف اپنی دشمنی کی وجہ سے ’اسلام‘ ہے“¹

عصر حاضر کی صلیبی جنگوں میں دینی، سیاسی اور اقتصادی اہداف کے حصول میں ناکامی کے باوجود مغربی قوتوں کے دلوں میں اب بھی صلیبی جذبات موجود ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی فتح مسلمانوں کو اپنے دین سے دور کرنے میں مضمر ہے۔ اسی ہدف کے تحت جدید زمانے میں امریکہ کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں اور دلوں سے حقیقی اسلام کے مفہوم کو نکال باہر کیا جائے اور ان کے لیے اسلام کو بس مساجد کی دیواروں میں بند کر دیا جائے اور اگر کچھ بڑھے تو صرف نکاح، طلاق اور میراث کے پرسنل لاء کے اندر محدود کر دیا جائے۔ جبکہ اسلام کا کامل مفہوم جس میں شعائر بھی ہیں اور قوانین بھی اور جن کی تنفیذ کے لیے حکومت اور اسلامی خلافت کا احیاء ضروری ہے، اسے شدت پسند نظریہ بنا کر پیش کیا جائے۔

امریکہ کی طرف سے تنظیم کے خاتمے اور اس کے قائد کی گرفتاری کی ناکام کوششیں

اسلام دشمنی امریکی ریاستی اداروں کی اساس ہے اور عالم اسلامی کی دعوتی و جہادی تحریکات سے دشمنی امریکہ کی قومی سلامتی کا اہم ترین اصول ہے۔ پھر بالخصوص تنظیم القاعدہ..... اس کی قیادت، افراد اور فکر..... سے دشمنی امریکی سیاست کا اہم رکن ہے جسے اس نے ’دہشت گردی کے خلاف جنگ‘ کے نام سے اپنا رکھا ہے۔ پھر یہ دشمنی اس وقت مزید بڑھ گئی جب تنظیم نے صومالیہ میں اپنے قائدین اور افراد کو بھیجا تاکہ وہاں امریکی حملے کے مقابلے میں مضبوط محاذ قائم کیا جائے۔ یہاں تک کہ صومالیہ کی دینی تحریکات کے تعاون سے تنظیم کو امریکہ کے مقابلے کئی معرکوں میں کامیابی ملی، جن میں سب سے اہم معرکہ موغادیشو میں ’ہول و ذوق‘ کا معرکہ تھا جس کی قیادت موغادیشو کے ممتاز جہادی قائد اور صومالیہ کے بڑے قبائل میں سے ایک قبیلہ ’ہبرجدیر‘ میں تنظیم کے مسؤل شیخ عبداللہ سہیل نے کی۔ اس کارروائی کا نتیجہ کئی امریکی فوجیوں کا قتل تھا جس کے بعد وائٹ ہاؤس نے صومالیہ سے فوری انخلاء کا فیصلہ کیا۔ البتہ یہ فیصلہ امریکہ اور القاعدہ کے درمیان جنگ کے خاتمے کا فیصلہ نہیں تھا، بلکہ یہ فریق واحد کی طرف

¹ الموقف الشرعي من عمليات سبتمبر، شیخ سفر الحوالی [اللہ تعالیٰ انھیں ربائی دیں]

سے جنگ بندی تھی تاکہ ایک دوسرے میدان میں تنظیم کے خاتمے کی کوشش کی جائے جہاں امریکیوں کے پاس بہتر موقع دستیاب تھا۔

تنظیم کی سوڈان سے افغانستان کی طرف منتقلی کے پہلے دن سے امریکیوں نے منصوبہ بندی شروع کر دی کہ کس طرح تنظیم کے قائد، دیگر قائدین اور افراد کو نشانہ بنایا جائے۔ اور یہ منصوبہ بندی تنظیم کی طرف سے مشہور اعلان جنگ سے بھی پہلے شروع تھی جو تورابورا کی پہاڑیوں سے کیا گیا تھا اور جس میں جزیرہ عرب سے امریکیوں کو نکال باہر کرنے کا وجہ بیان کیا گیا تھا۔

امریکہ ہی جس نے ابتداء کی

ذیل میں ہم جن واقعات کی طرف اجمالی طور پر اشارہ کرنے جا رہے ہیں، وہ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ امریکیوں نے دشمنی اور زیادتی کی ابتداء کی اور افغانستان میں طالبان اور تنظیم القاعدہ کے خاتمے کے لیے بار بار کوششیں کیں۔ یہ واقعات درج ذیل ہیں:

۱۔ تنظیم کی افغانستان منتقلی سے ہی امریکیوں نے اپنے آلہ کاروں کے ذریعے تنظیم پر کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کیا اور یہ ضرب تنظیم کے قائد شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے اغواء کی صورت میں تھی۔ اس کام کے لیے جلال آباد کے والی حاجی قدیر نے اہم کوشش کی۔ یہ شخص شیخ یونس خالص رحمۃ اللہ علیہ کی جہادی جماعت سے تعلق رکھتا تھا، مگر یہ جہادی صف سے نکل کر صلیبی مغرب کی آلہ کاری پر راضی ہوا۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ شیخ اسامہ اور تنظیم کے دیگر قائدین کو صوبے کے مرکزی شہر میں کھانے کی دعوت پر بلایا جائے اور وہاں آسانی کے ساتھ یہ کام کر دیا جائے۔ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی معذرت کرنے کے باوجود یہ شخص شیخ یونس خالص رحمۃ اللہ علیہ کی تنظیم کے بعض معتمد افراد کے ذریعے دعوت پر بلانے پر مصر رہا، یہاں تک کہ آخری مرتبہ اس نے میدانی قائد شہید ”معلم اول گل“^۲ کے گھر پر ہماری موجودگی کے دوران اصرار کیا۔ جس کے بعد یہ راز کھل گیا کہ حاجی قدیر امریکیوں کے کہنے پر دراصل شیخ اسامہ کے اغواء یا قتل کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی کوشش یہیں رک نہ گئی، بلکہ بعد میں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ یہ شخص تنظیم کے افراد کی رہائشی جگہ پر حملے کی بھی منصوبہ بندی کر رہا تھا، مگر قبائلی مصالح کی وجہ سے ناکام ہوا۔

۲۔ ۱۹۹۷ء میں شیر علی نامی افغانی شہری کو گرفتار کیا گیا جو پہلے ہمارے ساتھ باورچی کے طور پر کام کر چکا تھا۔ اسے افغانی آلہ کار گروہوں کی طرف سے بھرتی کیا گیا تھا تاکہ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرے۔ اسے طالبان کے ایک فرد کے طور پر ہماری طرف بھیجا گیا، تاہم ہمارے رہائشی علاقے میں پہنچتے اور تعارف ہوتے ہی اس پر شدید خوف کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں، چنانچہ اسے پکڑ لیا گیا اور اس نے منصوبے کا اعتراف کر لیا۔ پھر اسے طالبان کے حوالے کر دیا گیا، تاکہ وہ اپنی عدالت میں اس پر مقدمہ چلائیں۔

۳۔ برہان الدین ربانی اور احمد شاہ مسعود کی طرف سے اس زمانے میں افغانستان میں عرب مجاہدین کی واپسی کے خلاف بیانات جاری ہوئے اور مغرب کے ساتھ اس بات کا وعدہ کیا گیا کہ ان عرب مجاہدین کی موجودگی کے علاقوں میں اگر ان کا قبضہ ہو تو وہ ان مجاہدین کو ان کے اپنے ملکوں کے حوالے کر دیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ جب دشمن تنظیم کے خاتمے اور اس کی قیادت کے قتل کی منصوبہ بندی کر رہا تھا، جبکہ ابھی تنظیم نے اس پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا تو کیا تنظیم کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ دشمن پر قبل از وقت ضرب [preemptive strike] لگائے جو اس کے منصوبے ناکام کر دے؟ کیا اپنے دفاع میں قبل از وقت حملے کا یہ حق صرف عالمی ٹھیکیداروں کو حاصل ہے؟ اب غلامی کا زمانہ گزر چکا ہے اور کھیل کے قوانین بدل چکے ہیں، مجاہدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دشمن پر ایسی قبل از وقت ضرب لگائیں جس کے ذریعے وہ ہر اس ممکنہ حملے سے پیشگی اپنا دفاع کر سکیں جس کا انھیں خطرہ ہو۔ یہ وہ نبوی سنت [علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام] ہے جسے زندہ کرنا ضروری ہے۔ طلحہ اور سلمہ بن خویلد کے خلاف سیدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا سریہ، خالد بن سفیان ہذلی کے خلاف سیدنا عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا سریہ، دومۃ الجندل کے قبائل پر دھاوا اور غزوہ حنین جس کا سبب مالک بن عوف نصری کی تیاری تھی، یہ سب نبوی سنت ہے۔

آج کی امریکی بالادستی کے زمانے میں اپنے دفاع میں پیشگی حملے کا حق صرف طاقت ور مغربی غنڈوں کے لیے محفوظ ہے یا پھر وہ اپنے جن آلہ کاروں کو یہ حق دے دیں۔ ”نوم چومسکی“ ریاستی اور امریکی دہشت گردی پر بات کرتے ہوئے طنزاً کہتا ہے: ”جب تک ہم (یعنی امریکی) اس طرح کا حملہ کریں تو یہ دہشت گردی نہیں ہے۔ فلسطین میں جو کچھ صہیونی نظام کر رہا ہے وہ دہشت گردی نہیں ہے جب تک اسے امریکی مدد حاصل ہے“۔^۴

^۳ اس منصوبے کی حقیقت پر شیخ یونس خالص رحمۃ اللہ علیہ کی تنظیم کے ایک قائد آگاہ ہوئے تھے جن کے ساتھ ہمارے جہاد روس کے زمانے سے بہت قریبی تعلقات تھے، انھوں نے ہی ہمیں اس سے خبردار کیا۔ سیوریٹی وجوہات کے سبب میں ان کا نام یہاں ذکر نہیں کر رہا۔

Media Control: The Spectacular Achievements of Propaganda, Noam Chomsky⁴

^۲ یہ ان مخلص قائدین میں سے تھے جنھوں نے جہاد روس کے دوران اسلام اور مسلمانوں کے دفاع میں اپنی جانیں کھپائیں، بعد میں طالبان کی صف میں شامل ہو گئے اور خود کو امارت اسلامیہ افغانستان کا ایک سپاہی بنادیا۔ [معلم اول گل، جلال آباد میں شیخ اسامہ بن لادن اور دیگر مجاہدین کے انصار تھے۔ دسمبر ۲۰۰۱ء میں گرفتار کر لیے گئے تھے اور آپ کو گوانتانامو کے جیل خانے میں قید کر دیا گیا تھا۔ (۹) سال گوانتانامو میں قید کاٹنے کے بعد انہیں گوانتانامو میں فروری ۲۰۱۱ء میں شہید کر دیا گیا اور سب موت قلبی حملہ بتائی گئی۔ (ادارہ)]

۴۔ ۱۹۹۷ء میں جب امیر المومنین ملا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ کے امر پر تنظیم قندھار شہر کی طرف وہاں کے مشہور ایئرپورٹ کے رہائشی علاقے میں منتقل ہو گئی جو کئی سکیورٹی چوکیوں کے ذریعے محفوظ تھا، امریکیوں نے مضافات کے قبائل میں اپنے آلہ کاروں کے ذریعے ایک چوکی کے کماندان کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ پھر اس نے چند ماہ میں اپنے ماتحت کئی محافظوں کو..... بڑی رقم اور خارج کے سفر کی لالچ دے کر..... اپنے ساتھ ملا لیا۔ منصوبہ یہ تھا کہ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے قافلے پر بڑی کمین لگائی جائے جس میں شیخ اسامہ کو اغواء کر کے فوری مضافاتی قبائل تک پہنچایا جائے، جو آگے امریکیوں کے ساتھ طے شدہ صحرائی علاقے میں انھیں پہنچائیں گے جہاں سے امریکی انھیں جہاز میں پہلے پاکستان یا کسی عربی ملک تک لے جائیں گے اور پھر وہاں سے امریکہ منتقل کر دیں گے۔ امریکی کانگریس کی رپورٹ میں میری بیان کردہ بات سے ملتی جلتی بات کہی گئی ہے، البتہ انھوں نے کہا ہے کہ یہ منصوبہ اس لیے ناکام ہوا کہ اس میں کامیابی کے صرف ۳۰ فیصد امکانات تھے اور قوی امکان تھا کہ شیخ اسامہ کو زندہ نہیں پکڑا جاسکے گا اور قتل کرنا پڑے گا۔ مگر ہمارا مشاہدہ یہ رہا کہ طالبان نے یہ منصوبہ افشاء کر لیا تھا اور مذکورہ فرد اور اس کے تمام ساتھیوں کو پکڑ لیا تھا، جس کی وجہ سے منصوبہ ناکام ہو گیا۔

۵۔ ۱۹۹۸ء میں قندھار کے شہر نو علاقے میں اس گھر پر بمباری کا منصوبہ بنایا گیا جس میں شیخ اسامہ رہتے تھے۔ مگر یہ سازش اپنے ابتدائی مراحل میں ہی پکڑی گئی اور فوری گھر خالی کر دیا گیا۔

۶۔ اسی سال سعودی عرب سے آئے ہوئے ایک نوجوان کو گرفتار کیا گیا جو اصلًا بخارا کا تھا، جس کا خاندان دو دہائیاں قبل اشتر کی ظلم سے بچنے کے لیے سعودی عرب گیا تھا اور وہاں وقتی اقامت پر موجود تھا۔ اس وقت کے ریاض کے امیر سلمان بن عبدالعزیز نے اس نوجوان کو یہ پیشکش کی کہ اسے سعودی شہریت دیں گے اور ایک ملین سعودی ریال انعام دیں گے اگر وہ شیخ اسامہ کو قتل کر دے۔ اس کا طریقہ یہ طے ہوا کہ وہ مجاہدین کے روپ میں وہاں چلا جائے اور جب بھی پہلی فرصت ملے اپنے پتول سے شیخ اسامہ کو گولیاں مار دے اور بھاگ کر قریبی سعودی سفارتخانے تک خود کو پہنچا دے جو اسے محفوظ واپس منتقل کر دیں گے۔ اسے اس کے اعتراف کے مطابق سعودی عرب میں ہی اچھی تربیت دی گئی۔ تاہم اس کے مجاہدین کے یہاں پہنچتے ہی، اور شیخ اسامہ کے متعلق بہت سوالات کرتے اور مشکوک قسم کی جلد بازی کی حرکتوں کے سبب پکڑ لیا گیا اور اس نے ابتدائی تحقیق میں ہی سب کچھ کا اعتراف کر لیا۔ بعد میں اسے مزید تحقیق اور فیصلے کے لیے طالبان کے حوالے کر دیا گیا۔ میں خود بعد میں قید خانے میں اس سے ملنے کئی دفعہ گیا، وہ نوجوان جو دیکھنے میں نہایت دیندار تھا، حقیقت میں اس سے بالکل مختلف تھا، سگریٹ پینے کا عادی، بے نمازی تھا جیسا کہ مجھے قید خانے کے محافظوں نے بتایا۔

۷۔ ۱۹۹۹ء میں ایک شامی نوجوان کے ذریعے شیخ اسامہ کے متعلق معلومات جمع کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ نوجوان متحدہ عرب امارات سے آیا تھا جہاں کے ایک خفیہ ادارے نے اسے

یہ کام سونپا تھا، بعد اس کے کہ اس کے ساتھ غلط حرکات کر کے اس کی ویڈیو بنائی گئی تھی، جیسا کہ اس نے خود بتایا، اور بڑی رقم اور امارات کی شہریت کا وعدہ کیا گیا تھا۔ تاہم اس کے یہاں پہنچنے کے آغاز کے دنوں میں ہی اسے گرفتار کر لیا گیا کیونکہ اس کا طریقہ واردات غیر ماہرانہ تھا جس سے وہ فوراً مشکوک ہو گیا۔

۸۔ ۱۹۹۹ء کے اواخر میں اردن کی حکومت نے مغربی آلہ کاروں کی صف میں خود کو شامل کرتے ہوئے منصوبہ بنایا۔ منصوبہ یہ تھا کہ شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابو حفص الکماندان (صبحی ابوستہ) رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہوں کی دقیق معلومات جمع کی جائیں تاکہ ان کو ہدف بنایا جاسکے۔ اس کام کے لیے اردن نے ایک سابقہ مجاہد ابو مبتمم اردنی کو اپنا ایجنٹ بنایا اور اسے مجاہدین کی طرف بھیجا۔ اس کے یہاں پہنچتے ہی اردنی مجاہدین میں اس کے متعلق شکوک پیدا ہو گئے، خاص طور پر شیخ ابو مصعب زر قاوی رحمۃ اللہ علیہ کو، تاہم کوئی صورت نہیں تھی کہ شک کو یقین میں بدلا جائے۔ اسی دوران وہ ایک دن اردن رابطہ کرنے کے لیے کابل آیا اور کال سینٹر میں گھسا۔ اتفاق سے اسی کال سینٹر میں قریبی کمین میں دو معزز مجاہدین ابو السح مصری اور ابو الحسن القاری موجود تھے۔ رابطے کے دوران ابو مبتمم کی آواز بلند ہو گئی، یہ سوچتے ہوئے کہ شاید قریب میں عربی جاننے والا کوئی دوسرا فرد نہیں ہے۔ اس رابطے کے دوران ابو مبتمم نے اردنی رابطہ کاروں کو بتایا کہ وہ ہدف کے بہت قریب پہنچ چکا ہے۔ یہ کال کرنے کے بعد وہ کابل میں تنظیم کے مہمان خانے میں پہنچا تو اس کے ساتھ ہی دونوں دوسرے بھائی اور محمد صلاح مصری بھی مہمان خانے کے مسؤل سے جا ملے اور اسے ساری تفصیل بتا دی۔ چنانچہ ابو مبتمم کو گرفتار کر کے لوگر میں تنظیم کے معسکر بھیج دیا گیا جہاں ابتدائی تفتیش میں اس نے ساری کہانی سنائی اور بتایا کہ کس طرح اسے شیخ حرکات کروا کر بلیک میل کر کے ایجنٹ بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد اسے طالبان کے حوالے کر دیا گیا جہاں عدالت میں اس پر کیس چلا کر اسے سزا سنائی گئی۔ اس کی سفارش کے لیے اس کی والدہ اور بھائی افغانستان آئے، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر قندھار پر امریکی حملے کے وقت یہ شخص قید سے نکلا۔

یہ وہ کوششیں تھیں جن کے بارے میں عموماً تنظیم القاعدہ کی قیادت اور بعض افراد ہی باخبر تھے، تاہم امریکی ریاستی اداروں نے خود ان تمام کوششوں کو نہ چھپایا جو انھوں نے اس سارے عرصے میں شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اور تنظیم القاعدہ کے خلاف انجام دیں، خواہ وہ عسکری نوعیت کی تھیں یا ڈپلومیٹک۔ امریکہ کی طرف سے گیارہ ستمبر کی تحقیق پر مکلف کمیٹی جو ۱۲۵ ارکان پر مشتمل تھی..... جن میں سے ۵ ارکان ریپبلکن پارٹی کے تھے اور ۵ ڈیموکریٹ پارٹی کے..... نے اپنی جاری کردہ رپورٹ میں وہ تمام کوششیں بیان کر دیں جو اس سارے عرصے میں امریکی ریاست کی طرف سے کی گئیں۔ اس رپورٹ کے بعض صفحات شیخ ابین الظواہری

نے اپنی کتاب 'فرسان تحت رايہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم' میں عربی زبان میں ذکر کیے ہیں، میں وہیں سے بعض باتیں یہاں نقل کر رہا ہوں۔⁵

۱۔ ڈپلویٹک سطح پر چرچ ڈکلا رک..... جو ۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۱ء تک انداد دہشت گردی کے لیے امریکہ کا نیشنل سکیورٹی کوآرڈینیٹر رہا، اس نے القاعدہ کی طرف سے امریکہ کے لیے کسی بھی قسم کے خطرے کو زائل کرنے کے لیے ایک منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ طالبان پر اثر انداز ممالک..... مثلاً پاکستان، سعودی عرب، عرب امارات اور ازبکستان..... کے ذریعے طالبان کو مجبور کیا جائے کہ وہ بن لادن کو امریکہ یا کسی عربی ملک کے حوالے کر دیں تاکہ اس پر مقدمہ چلایا جائے⁶، اور یہ دباؤ بڑھانے کے لیے افغانستان میں عسکری کارروائیاں بڑھائی جائیں۔ تاہم امریکہ کے مرکزی عہدیداروں کے یہاں عسکری کارروائیوں کی بات کو زیادہ پذیرائی نہیں ملی، کہ اس کام سے شیخ اسامہ کی عوامی مقبولیت مزید بڑھ جائے گی، البتہ سفارتی کوششوں پر اتفاق ہوا۔

۲۔ ۲۰ اگست ۱۹۹۸ء کو..... نیروبی اور دار السلام میں امریکی سفارتخانوں پر مبارک حملوں کے بعد..... امریکہ نے شیخ اسامہ بن لادن اور آپ کے معاونین کے قتل کی کوشش میں خوست میں تنظیم کے معسکرات پر کئی میزائل دانے، جس کے نتیجے میں چند مجاہدین شہید ہوئے۔ امریکہ نے اس آپریشن کو 'لا متناہی رسائی' [operation infinite reach] کا نام دیا۔ پھر جزل ہنری شیلٹن نے حکم دیا کہ بمباری جاری رکھی جائے۔ کلنٹن کا میلان تھا کہ امریکی سفارتخانوں پر حملے کے جواب میں اپنی ساخت اور شہرت کو بچانے کے لیے کئی فضائی حملے کیے جائیں۔ تاہم خصوصی حملوں کے امریکی ادارے سے وابستہ وزارت دفاع کے بعض نمائندوں نے آٹھ اجزاء پر مشتمل منصوبہ پیش کیا، جس میں محض فضائی حملوں پر اکتفا نہ کیا گیا تھا، بلکہ تمام عسکری امکانات کو بروئے کار لاتے ہوئے بہت سی کارروائیوں کے کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

۳۔ جون ۱۹۹۹ء میں امریکہ کی طرف سے پاکستان پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ طالبان کو شیخ اسامہ بن لادن کو حوالے کرنے پر مجبور کرے اور نواز شریف کے دورہ امریکہ کے دوران کلنٹن کے ساتھ اس کی بات ہوئی۔ نواز شریف نے یہ تجویز پیش کی کہ پاکستانی فوج زمینی حملہ کر کے شیخ اسامہ کو گرفتار کرے گی اور امریکہ نے اتفاق کیا کہ وہ متعلقہ فوجیوں کو ٹریننگ کرائیں گے۔

⁵ چونکہ مختلف تاریخوں کی بہت سی مماثل کوششوں کا ذکر مصنف نے کیا تھا اور چونکہ کاتب تحریر نے کامل اردو ترجمہ نہیں، بلکہ استفادہ کی ذمہ داری اٹھائی ہے، سو اختصار کے سبب ان میں سے بھی اہم کوششوں کو ذکر کیا جا رہا ہے۔ تمام اصل کتاب میں دیکھیے۔ (کاتب)

⁶ سعودی سفیر 'العمری' نے اس بات کے لیے شیخ یونس خالص رحمۃ اللہ علیہ پر دباؤ ڈالا، جس وقت ہم لوگوں کی عام موجودگی حلال آباد میں تھی، لیکن شیخ یونس خالص رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب دیا کہ 'اگر جزیرہ عرب سے بھیڑ

لیکن اللہ کے فضل اور توفیق کے بعد مجاہدین کی بیدار مغزی سے یہ منصوبہ قبل از عمل ہی ناکام ہو گیا۔

۴۔ دسمبر ۱۹۹۸ء میں جزل شیلٹن اور جزل منتھونی زینی نے امریکی نیشنل سکیورٹی کونسل کی سکیورٹی کمیٹی میں یہ منصوبہ رکھا کہ امریکی خصوصی افواج کے دستے بن لادن اور اس کے ساتھیوں کی موجودگی کے علاقے پر اس طرح حملے کریں گے کہ اس کی عکس بندی بھی کی جائے، تاکہ امریکی قوت اور سطوت کا مظاہرہ کیا جاسکے۔

۵۔ دسمبر ۱۹۹۸ء کے آخر میں امریکی سکیورٹی اداروں نے فیصلہ کیا کہ وہ حاجی حبش کے گھر..... المعہد الشرعی کے مرکز..... پر حملہ کریں گے جہاں شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ سویا کرتے تھے، مگر اس خوف سے کہ حملے میں عام شہری اور قریبی مسجد کو نقصان نہ پہنچے اور مبادا کہ شیخ اسامہ وہاں نہ ہوں، حملہ نہ کیا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ امریکہ کے مکروہ چہرے پر لپٹا پوتی ہے، وگرنہ امریکہ نے کہاں بے گناہوں اور معصوموں کی جانوں کی پروا کی ہے۔ کیا ہیروشیما اور ناگاساکی کے سارے رہائشی فوجی تھے؟ کیا ویتنام کے تین ملین لوگ فوجی تھے؟ کیا عراق میں امریکہ نے صرف فوجیوں کو مارا؟ کیا گوٹلہام، یٹلی، کوریا اور کمبوڈیا میں صرف فوجیوں کو مارا گیا؟ یا پھر یہ تاریخ کی ملع سازی اور حقائق کو بدلنا ہے؟

۶۔ فروری ۱۹۹۹ء میں سی آئی اے کی تجویز پر امریکی صدر کلنٹن نے شمالی اتحاد کو شیخ اسامہ کی گرفتاری اور قتل کا منصوبہ سونپا۔

میں کہتا ہوں کہ شمالی اتحاد کا قائد احمد شاہ مسعود وائٹ ہاؤس کے ساتھ تعاون پر تیار تھا، جیسا کہ سی آئی اے کے چیف جورج ٹینیٹ کی گواہی ہے کہ سی آئی اے نے احمد شاہ مسعود سے ۱۱ ستمبر کے حملوں سے قبل تنظیم القاعدہ کے امیر شیخ اسامہ بن لادن کے تعاقب کے لیے مدد پر اتفاق کیا تھا۔ تاہم ۱۱ ستمبر کے حملوں سے قبل ہی مسعود کے قتل نے اس منصوبے پر پانی پھیر دیا۔ جورج ٹینیٹ نے یہ گواہی امریکی کانگریس کی ۱۱ ستمبر کی تحقیق کی خصوصی کمیٹی کے سامنے دی اور اخباروں میں بھی نشر ہوئی۔

۷۔ امریکیوں کا گمان ہے کہ مئی ۱۹۹۹ء میں انھوں نے قندھار میں شیخ اسامہ کا پانچ دن تعاقب کیا اور ارادہ تھا کہ ان پر میزائل دانے جائیں، مگر پھر حملہ نہ ہو سکا۔

بکریاں بھی ہمارے پاس آجائیں اور ہم سے حفاظت کا مطالبہ کریں تو ہم ان کی حفاظت کریں گے، پھر بھلا ہم اپنے ان بھائیوں کی کیوں حفاظت نہ کریں جو ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور اپنے خون اور مال سے قربانی دی۔ اسی طرح ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس دباؤ کو رد کر دیا تھا اور ترکی الفیصل ناکام واپس لوٹا تھا، حالانکہ وہ اپنے ساتھ بونگ ۷۳۷ جہاز بھی لایا ہوا تھا کہ اس میں القاعدہ کے تمام افراد کو بٹھا کر ساتھ لے جائے گا۔

۸۔ ۲۵ جون ۱۹۹۹ء کو امریکی نیشنل سکیورٹی کے مشیر سینڈی برجر نے سکیورٹی کمیٹی کو شیخ اسامہ بن لادن پر حملے کی تجویز پر بات چیت کی دعوت دی۔ اس سے قبل اسی سال امریکی کانگریس کی قیادت نے شیخ اسامہ کے مراکز اور طالبان کے حکومتی مراکز پر حملوں کی تجویز دے رکھی تھی۔ لیکن مراکز کے قرب وجوار میں عام آبادی کے نقصان پہنچنے کے خدشے کے سبب اس تجویز پر عمل نہ ہو سکا۔

۹۔ جولائی ۱۹۹۹ء میں امریکی صدر کلنٹن نے امارت اسلامیہ افغانستان کو دہشت گردوں کی محافظ ریاست قرار دیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کمیٹیگراڈیشن تو امریکیوں کی ہے۔ ہم امریکہ یا کسی بھی دوسرے کو یہ حق نہیں دیتے کہ وہ اپنی سوچ و فکر کے مطابق صف بندی کرتا پھرے۔ ہم تو صرف شریعت کے عطا کردہ اوصاف کو تسلیم کرتے ہیں، اس کے علاوہ کی ہمیں کوئی پروا نہیں۔ ہاں! ہمیں فخر ہے کہ ہم امریکیوں کو دہشت میں مبتلا کرتے ہیں۔

۱۰۔ امریکہ کے دباؤ پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے اکتوبر ۱۹۹۹ء میں قرارداد (رقم ۱۲۶۷) پاس کی جس میں کہا گیا کہ افغانستان تیس دن کے اندر شیخ اسامہ کو حوالے کر دے، وگرنہ اس پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دی جائیں گی۔

۱۱۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں امریکی انسداد دہشت گردی کے ادارے سے وابستہ افسران پنج شیر کی وادی میں طیارے میں آئے اور احمد شاہ مسعود سے ملاقات کی اور اس نے یقین دہانی کرائی کہ وہ شیخ اسامہ سے متعلق معلومات بھی فراہم کرے گا اور انھیں گرفتار کرنے کی بھی کوشش کرے گا۔

۱۲۔ دسمبر ۱۹۹۹ء کے آخر میں جنرل زینی پرویز مشرف سے ملا اور اس پر زور دیا کہ وہ شیخ اسامہ کے مسئلے کے حل کے لیے فوری اقدامات کرے۔ جنوری ۲۰۰۰ء میں امریکہ کا سسٹنٹ وزیر خارجہ کارل اینڈر فرتھ اور امریکہ کے انسداد دہشت گردی کے ادارے کا کوآرڈینیٹر جنرل مائیکل شہان اسلام آباد میں مشرف سے ملے اور مشرف نے انھیں بتایا کہ وہ عنقریب ملا عمر سے ملے گا اور شیخ اسامہ کے مسئلے میں ان پر دباؤ ڈالے گا۔ مارچ ۲۰۰۰ء میں امریکی صدر کلنٹن مشرف سے ملا اور یہی بات کہی۔ مارچ ہی کے اختتام پر انڈر سیکرٹری آف اسٹیٹ تھومس پیکرینگ اسی مقصد سے پاکستان آیا۔ جون ۲۰۰۰ء میں سی آئی اے کا چیف جورج ٹینٹ بھی اسی مقصد سے پاکستان آیا اور مشرف کے ساتھ ملے ہوئے کہ انسداد دہشت گردی کی ٹیم بنائی جائے گی تاکہ سی آئی اے اور آئی ایس آئی کے درمیان کوششوں کو منظم کیا جاسکے۔

۱۳۔ دسمبر ۲۰۰۰ء میں بش صدر کلنٹن سے ملا، اس کی صدارت کے خاتمے سے قبل، تاکہ امریکی سلامتی کو درپیش خطرات اور خارجہ سیاست پر مشورہ کرے، اس میں کلنٹن نے بش

سے کہا: ”میرا خیال ہے کہ تمہارے لیے سب سے بڑا خطرہ بن لادن اور القاعدہ کی صورت میں ہو گا۔ اور مجھے سب سے زیادہ اس پر ندامت ہے کہ میں بن لادن کے معاملے میں کامیاب نہ ہو سکا، حالانکہ میں نے کوشش بہت کی۔“

۱۴۔ فروری ۲۰۰۱ء میں بش نے مشرف کو لکھا کہ شیخ اسامہ بن لادن اور القاعدہ امریکہ کے لیے براہ راست خطرہ ہیں جس کا سدباب ضروری ہے، اور مشرف پر زور دیا کہ وہ شیخ اسامہ اور القاعدہ کے معاملے میں امارت اسلامیہ پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے۔ تاہم امریکیوں کی اپنی تصریحات کے مطابق ان تمام کوششوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

۱۵۔ ٹومی فریکس کہتا ہے کہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے پہلے ہفتے میں، میں نے جورج ٹینٹ کے ساتھ مل کر اور امریکی وزیر خارجہ کرٹیناروکا کی مدد سے آئی ایس آئی کے چیف جنرل محمود احمد کے ساتھ ملاقات کی ترتیب طے کرنے میں کام کیا جو اس کے دورہ واشنگٹن کے دوران ہونی تھی۔ میری ذمہ داری تھی کہ میں پاکستان اور طالبان کے تعلقات کی گہرائی کا جائزہ لوں اور اس امکان کا اندازہ لگاؤں کہ ہماری ایجنسی کے ساتھ تعاون بڑھا کر پاکستان اسامہ بن لادن اور القاعدہ تک پہنچ سکتا ہے یا نہیں۔ پس ۱۰ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ملاقات طے پائی۔ ۱۰ ستمبر کو امریکی سکیورٹی اور پاکستانی سکیورٹی کے مندوبین کی ملاقات ہوئی اور تین مراحل پر مبنی منصوبے پر اتفاق ہوا۔

پہلا مرحلہ: امارت اسلامیہ افغانستان کی طرف وفد بھیجا جائے گا جو اسے آخری بار موقع دے گا۔

دوسرا مرحلہ: اگر پہلا مرحلہ ناکام ہو تو سفارتی دباؤ ڈالا جائے گا، جس کے ساتھ ساتھ امارت اسلامیہ کے تمام مخالف گروہوں کو خفیہ طور پر اکسایا جائے گا کہ وہ مقامی جنگ میں امارت اسلامیہ کے خلاف گھیراؤ کریں اور القاعدہ کے مراکز پر حملے کریں، اس دوران امریکہ امارت کے نظام کو گرانے کے لیے عالمی اتحاد قائم کرے گا۔

تیسرا مرحلہ: اگر اس کے باوجود امارت اسلامیہ کی سیاست نہ بدلی تو امریکہ خفیہ عمل کے ذریعے داخل سے امارت کے نظام کو الٹنے کی کوشش کرے گا۔

میں کہتا ہوں کہ تنظیم کے خاتمے اور تنظیم کے امیر کے قتل یا گرفتاری کی سابقہ تمام ناکام کوششوں کو دیکھتے ہوئے درج ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ امریکی ریاست من گھڑت بہانوں کی آڑ میں بین الاقوامی غنڈہ گردی، لوگوں کی لوٹ کھسوٹ اور حکومتوں کو گرانے کا ارتکاب کرتی ہے۔ ۲۰۰۲ء میں بش کی حکومت نے قومی

۷۔ وہ امریکی فوجی جنرل تھا جس کی قیادت میں افغانستان پر امریکی حملہ ہوا۔ (کاتب)

سلامتی کی اسٹریٹجی کا اعلان کیا کہ امریکہ کا حق ہے کہ وہ اس قدر قوت فراہم کرے جو دنیا پر امریکہ کی دائمی بالادستی کے لیے درپیش ہر خطرے پر قابو پاسکے۔

۲۔ مذکورہ بالا بات کی تاکید ان کا یہ قول کرتا ہے کہ 'ہماری افواج کو اس قدر مضبوط ہونا چاہیے کہ وہ ممکنہ مخالفین کو فوجی طاقت کی تعمیر جاری رکھنے سے روک سکے، تاکہ وہ امریکہ کے مساوی یا اس سے زیادہ قوت نہ پکڑ سکیں۔'

میں کہتا ہوں کہ یہ 'طاقت کے قانون' کا نظریہ ہے، جو کسی بھی دوسرے کو اپنے دفاع کا حق نہیں دیتا اور تمام بین الاقوامی قوانین کو لغو کر دیتا ہے جو امریکی قوت اور بالادستی کے سامنے عاجز ہیں۔ گویا 'بین الاقوامی قانون' 'قوت کے قانون' کے سامنے ایک بے معنی عبارت ہے۔

۳۔ امریکی ریاست 'نیروبی اور دارالسلام کے حملوں' سے بھی قبل تنظیم کے خلاف جنگ میں اور اس کے خاتمے کے لیے برسر پیکار تھی، احتمالی خطرے کے پیش نظر قبل از وقت ضرب لگانے کی صورت میں۔

۴۔ عالم اسلام کے خلاف امریکی صلیبی جنگ کسی جماعت یا تنظیم کی وجہ سے نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگ کہتے پھرتے ہیں۔ بلکہ یہ تمام وجوہات سے قبل ایک عقیدے کی جنگ ہے، جیسا کہ ہمیں ہمارے رب نے بتایا ہے: [وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُوكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغُوا كُمْ عَنْ دِينِكُمْ ۖ إِنَّ امْتَنَظَعُوا] (البقرة: ۲۱۷) "اور یہ کفار تمہارے خلاف ہمیشہ لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ یہ تمہیں تمہارے دین سے واپس پھیر دیں، اگر کر سکیں۔"

۵۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت کو گرانے کی مستقل کوششیں طالبان کی قوت اور امریکہ کی قومی سلامتی کے لیے خطرے کے سبب نہ تھیں، بلکہ حکومت کے اس اسلامی ماڈل کے خاتمے کے لیے تھیں، تاکہ کہیں یہ پڑوسی ممالک میں بھی قائم نہ ہو جائے۔ جنرل ویلسی کلارک کہتا ہے: "جو کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہم افغانستان ۱۱ ستمبر کے انتقام کے لیے آئے ہیں تو وہ اپنی غلطی درست کر لے۔ ہم تو اس مسئلے کے سبب آئے ہیں جس کا نام اسلام ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اسلام آزاد مثال کے طور پر قائم ہو جہاں مسلمان یہ طے کریں کہ اسلام کیا ہے، بلکہ ہم ہیں جو طے کریں گے کہ اسلام کیا ہے۔"

۶۔ تنظیم القاعدہ اور طالبان کے خاتمے کے امریکی منصوبے ۱۱ ستمبر کے حملوں سے ایک دن قبل تک نہیں رکے تھے۔ یہ امریکی سکیورٹی اداروں کی کمزوری کی دلیل ہیں جن کے بارے میں بعض لوگوں کا گمان ہے کہ وہ ہر پیش آنے والے واقعے سے قبل ہی اس کی معلومات رکھتے ہیں۔ سی آئی اے کا چیف جورج ٹینٹ کا نگریں کے سامنے گواہی دیتے ہوئے کہتا ہے: "ہم اپنی کوششوں کے باوجود ۱۱ ستمبر کے حملہ آوروں میں کوئی اختراق پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔"

۷۔ امریکہ کو ہدف بنانا اور اس پر مستقبل میں ایسے حملے کرنا جو ۱۱ ستمبر کے حملوں سے بھی قوت اور تاثیر میں زیادہ ہوں، ممکن بات ہے، بشرطیکہ اللہ پر اچھا بھروسہ کرنے کے بعد عزم اور دقیق منصوبہ بندی موجود ہو۔

۸۔ عالمی صلیبی قوتوں کے خلاف جہادی طریقے پر مداومت شرعاً واجب ہے، اور یہی اپنے مقدرات کی آزادی کا مختصر ترین طریقہ ہے۔

۹۔ صہیونی صلیبی قوتوں کے ساتھ معرکے کی حقیقت سے ناواقفیت امت کے ساتھ دھوکہ اور تاریخی حقائق سے منہ موڑنا ہے۔

۱۰۔ صلیبی دشمن کی شکست کا واحد راستہ قوت حاصل کرنا اور..... بتوفیق الہی..... جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)



مجاہدین کے لیے اخلاق کریمہ کو اپنانے کی اہمیت

اخلاق کریمہ کو اپنانے کی اہمیت مجاہدین سے بڑھ کر کسی کے لیے نہیں..... کہ یہ لوگ اس کلمہ توحید کو بلند کرنے کے لیے کھڑے ہوئے جس کے لیے تمام مخلوق کو پیدا کیا گیا، رسولوں کو مبعوث کیا گیا اور کتاب کو نازل کیا گیا۔ یہ لوگ اس کلمہ توحید کے محافظ ہیں جو اس کائنات کا قیمتی ترین سرمایہ ہے اور جو دین حنیف (اسلام) بلکہ تمام آسمانی ادیان میں سب سے عظیم کلمہ ہے۔ یہ ایک ایسی عبادت پر ڈٹے ہوئے ہیں جس کو نبی کریم ﷺ نے ذرۃ سنام الاسلام یعنی اسلام کی بلند ترین چوٹی فرمایا۔ پس مجاہدین پر لازم ہے کہ اس عبادت کی عظیم شان، اپنے کندھوں پر اس کی بھاری مسئولیت اور اس میں درکار سنجیدگی کا ادراک و احساس اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ مجاہدین پر لازم ہے کہ اپنے بلند مقام کے مطابق اپنے اخلاق کو سنواریں..... اسے ترقی دیں..... کیوں کہ وہ عظیم الشان نبوی مہمات کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں..... یعنی مخلوق کو حق کی دعوت دینے کی مہم..... اور ان کو اچھے کاموں کا حکم دینے اور برے کاموں سے روکنے کی مہم۔

(استاد احمد فاروق شہید رحمہ اللہ)

ماہِ جمادی الاول اور جمادی الثانی میں پیش آنے والے تاریخی واقعات

◀ جمادی الاول ۸ھ کو معرکہ موتہ پیش آیا تین ہزار مسلمان اور ایک لاکھ بیس ہزار روم اور عرب کے نصاریٰ کے مابین معرکہ، اس تاریخی معرکہ میں اسلامی لشکر کے تین سپہ سالار صحابہ حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شہادتیں پیش آئیں اور اس کے بعد اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تھاما اور مسلمان فتحیاب ہوئے۔

◀ جمادی الاول ۱۳ھ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں معرکہ اجنادین پیش آیا۔

◀ جمادی الاول ۶۶ھ کو ظاہر بیرس نے 'یافا' شہر کو عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کروایا۔

◀ جمادی الاول ۸۵ھ کو مسلمانوں نے سلطان محمد فاتح کی قیادت میں قسطنطنیہ کو فتح کر دیا جس کے نتیجے میں بازنطینی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

◀ جمادی الثانی ۶ھ کو غزوہ ذی قرد پیش آیا نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کے ساتھ اونٹ چھڑانے کی خاطر گئے جو مدینہ کے قریبی جنگل میں چر رہے تھے اور ان پر بنو غطفان کے کچھ لوگوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ جس کا سرغنہ عیینہ بن حصن الغزوی تھا۔

◀ جمادی الثانی ۸ھ میں سریہ ذات السلاسل پیش آیا نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ کرام پر امیر مقرر کر کے قبیلہ قضاہ سے قتال اور ان کی تادیب کے لیے روانہ فرمایا جنہوں نے مسلمانوں سے غداری کی تھی اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کو شہید کر دیا تھا۔

◀ جمادی الثانی ۱۱ھ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذی قصہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں آپؐ نے مرتدین سے قتال کے لیے بڑی فوج اکٹھی فرمائی تھی۔

◀ جمادی الثانی ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پا گئے اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔

◀ جمادی الثانی ۱۵ھ میں معرکہ یرموک پیش آیا جس کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور یہ معرکہ تاریخ عالم کے بڑے معرکوں میں سے ایک ہے جس نے جزیرہ عرب سے باہر مسلمانوں کی فتوحات کی بنیاد رکھی اور بلاد شام میں دخول اسلام کی راہ ہموار کی۔

اکیسویں صدی میں

جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر!

(سورۃ العصر کی روشنی میں)

حضرت الامیر، مولانا ماسم عمر شہید رحمۃ اللہ علیہ

شہداء کے نام..... جنہوں نے کفری جمہوری نظام کے مقابلے اپنے لہو سے اسلامی نظام کی راہ ہموار کی..... اللہ انہیں امت کی جانب سے بہترین بدلہ دے کہ اب اس شاہراہ پر قافلے ہی قافلے نظر آرہے ہیں۔

علمائے حق اور داعیانِ شریعت کے نام..... جنہوں نے اپنی زبان، قلم حتیٰ کہ جان بھی محمد ﷺ کی لائی شریعت کو نافذ کرنے کے لیے وقف کر دی۔

اور ان دیوانوں کے نام..... جو اپنے پیارے نبی ﷺ کی ناموس اور ان کی لائی شریعت کا دفاع کر رہے ہیں..... پُر عزم، پُر امید..... فتح کے آثار سامنے دیکھ لینے کے باوجود بھی فتح و شکست سے بے نیاز..... شریعت یا شہادت کا سفر جاری رکھے..... محمد ﷺ اور ان کی شریعت کے دشمنوں پر قہر الہی بن کر برس رہے ہیں۔ جن کے عزم و حوصلے نے عالمی کفری قوتوں کو شکست سے دوچار کیا ہے..... اور ان کے پہاڑ جیسے بلند افکار و نظریات کے سامنے مغربی فلسفہ حیات شکست کھا رہا ہے۔

پیارے والدین کے نام..... جنہوں نے میری پرورش اور تعلیم و تربیت میں اپنا آپ کھپا دیا، اللہ کی جنت میں ملاقات کے یقین پر..... میری راہ، ہجرت و جہاد کی جدائی کے غم کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کیا۔

شہداء کی ان تمام ماؤں کے نام..... جنہوں نے اپنے حال کو امت کے مستقبل پر قربان کر دیا..... جو روزِ محشر اپنے جگر پاروں سے ملاقات کا یقین رکھتی ہیں جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا..... تب یہ شہداء اپنے والدین کو لے کر جنت میں داخل ہوں گے۔

تمہید

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه أجمعين، أما بعد

سورۃ عصر..... قرآن کریم کی یہ چھوٹی سی سورت انسان کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے کافی ہے، اگر کسی کے پاس کان ہوں جو سنتے ہوں، دل ہو جو سمجھتا ہو اور عقل ہو جو نفع و نقصان کی تمیز کر سکتی ہو اور آنکھیں ہوں جن کی پیناٹی پر خواہشات کے پردے نہ پڑ گئے ہوں۔

انتساب

فخر اسلام، مجددِ اسلامی نظام، امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے نام..... جنہوں نے امتِ مسلمہ کو دینی حمیت و غیرت کے معنی اس وقت سکھائے جبکہ اس کے معنی صرف کتابوں تک محدود کر دیے گئے تھے..... جنہوں نے اسلامی نظام کو نافذ کر کے اس کو مسجد و مدرسے کی چار دیواری سے باہر کاراستہ دکھایا..... جنہوں نے ایک مسلمان کی عزت کی خاطر اپنی ساری قوم کے مستقبل کو داؤ پر لگا دیا..... اور بالآخر جنہوں نے فرعونِ وقت امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔

محسنِ امت، مجددِ جہاد، شیخ اسامہ بن لادن رحمۃ اللہ علیہ کے نام..... جنہوں نے پچاس سے زائد ملکوں میں نئی امت کو ایک امت بنانے کے لیے اپنا خون جگر جلایا اور اس غم میں اپنا تن من دھن، یہاں تک کہ آل و اولاد تک وار دی..... جنہوں نے امت کے چند جوانوں کو اکٹھا کر کے فرعونِ وقت امریکہ کا غرور اور اس کی عظمت کے بینارے زمیں بوس کیے اور خفیہ ڈوریں ہلانے والوں کی خفیہ کمین گاہوں کو ان کی قبر بنادیا..... اور دنیا کو یہ پیغام دیا کہ تمام کفری قوتیں مل کر بھی اس امت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

امیرِ ناٹینج ایمن الظواہری کے نام..... جس کی حدی خوانی نے کاروانِ ہجرت و جہاد کو اس وقت لٹنے، بھٹکنے اور گم ہو جانے سے بچالیا جبکہ منزل سامنے نظر آرہی تھی..... اور کمین گاہ انتہائی خطرناک تھی..... محمد ﷺ کا رب اس حدی میں برکت ڈالے..... جو ابھی بھی ساربانوں کو جادہ منزل پر چلنے کی تلقین ہی نہیں کر رہا بلکہ قافلوں کو اچک لیے جانے کے خطرات اور کمین گاہوں سے بھی باخبر کر رہا ہے..... جس کی آواز عالمی قافلہ جہاد کے لیے مشعلِ راہ بنی ہوئی ہے..... جس نے اس قافلہ جہاد کے لیے اپنی شریکِ حیات، اپنے بچے، بچیوں کے سہاگ..... اس راہ نوردی میں قربان کر دیے۔

ان اسیرانِ اسلام کے نام..... جنہوں نے سلاخوں کے پیچھے بھی اپنی سوچ و افکار کو کفر کے جبری نظامِ جمہوریت کا اسیر نہیں بننے دیا جبکہ بہت سے جیلوں سے باہر بھی کفری نظام کے اسیر بنے رہے۔

یہ سورت..... انسان کو فرداً فرداً بھی غفلت سے بیدار کر رہی ہے اور بطور معاشرہ بھی اسے وہ راز سکھار رہی ہے جسے اختیار کر کے کوئی بھی معاشرہ مضبوط اخلاقی بنیادوں اور اعلیٰ اقدار کا حامل بن جاتا ہے۔

یہ سورت..... انسان کو اصلاح معاشرہ کا وہ گر سکھار رہی ہے جسے اختیار کر کے پسماندہ و در ماندہ اقوام عظمت و سر بلندی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہیں، اور جنہیں چھوڑ کر اوج ثریا پر بیٹھی اقوام بھی پستی و زوال سے نہیں بچ سکتیں۔

یہ سورت..... کمزوروں کو حق گوئی کی قوت عطا کرتی ہے، اور اس حق پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے پر ابھار رہی ہے۔

یہ سورت..... مسلمانوں کے اندر ایمان و یقین کی شمعیں جلاتی ہے، انھیں علم کے نور سے منور کر کے ہمہ وقت عمل کے لیے متحرک کرتی ہے، کمزور و ناتواں مسلمانوں میں جذبہ عمل پیدا کرتی ہے۔

یہ سورت..... کمزوروں کو جہد مسلسل اور کچھ کر گذر جانے پر ابھار رہی ہے کہ تم ہی ہو جو ذلت کی پستیوں میں پڑی انسانیت کو عزت و عظمت کی راہ پر ڈال سکتے ہو..... تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑی دنیا کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتے ہو..... یہ تم ہی ہو جو انسان کو شیطان کی سبائی شکار گاہ سے بچا کر جہنم کی جنتوں کی طرف لے جاسکتے ہو۔

یہ سورت..... امت مسلمہ کو تواصوا بالحق (ایک دوسرے کو حق کی تلقین) و تواصوا بالصبر (ایک دوسرے کو ثابت قدمی کی تلقین) کی یاد دہانی کرا کے مستقبل میں انسانیت کی قیادت اور انسانی معاشرے کو اپنے رنگ میں رنگنے کا راز بتا رہی ہے۔

اس کے ایک ایک لفظ کو دل کی آنکھوں سے پڑھیے..... اس میں کیسا یقین و اعتماد بھرا ہے کہ کمزوری و ضعف کے باوجود یہ اپنے مقابل تمام تہذیبوں اور ثقافتوں کو چیلنج کر رہی ہے کہ بظاہر کامیاب و کامران نظر آنے والی تہذیبیں سب خسارے اور فکری بانجھ پن کا شکار ہیں..... جبکہ یہ دعوت..... اسلامی نظام کی دعوت..... جسے یہ امت لے کر اٹھی ہے، جسے محمد ﷺ کے متوالے لے کر اٹھے ہیں، واحد کامیابی کی ضمانت ہے..... اس کے علاوہ کامیابی و نجات کا کوئی راستہ نہیں..... کوئی معاشرہ، کوئی قوم اور کوئی بھی تہذیب اس سے ہٹ کر کامیاب نہیں ہو سکتی..... اس کے مقدر میں خسارہ ہی خسارہ ہے..... اس کا ہر پل، ہر لمحہ، ہر گھڑی خسارے کا شکار ہے، اس کی زندگی کساد بازاری کا شکار ہونے والی ہے۔

چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ سورہ عصر کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ سلف میں سے کسی کا فرمان ہے کہ اس سورت کے معنی میں نے برف بچنے والے سے سیکھے، جو برف بچتے ہوئے آوازیں لگا رہا تھا:

’ارحموا من يذوب رأس ماله۔ ارحموا من يذوب رأس ماله‘۔

”اس شخص پر ترس کھاؤ جس کا سرمایہ پگھلا جا رہا ہے۔ اس شخص پر ترس کھاؤ جس کا سرمایہ پگھلا جا رہا ہے۔“

میں سمجھ گیا کہ اس سورت میں خسارے کے معنی یہی ہیں۔

گویا دنیا ایک بازار ہے اور اس میں بسنے والے تاجر..... اور زندگی کی سانسیں ان کا سرمایہ..... اب کس کا سرمایہ نفع بخش رہا اور کون خسارے کا شکار ہوا..... کس کی زندگی کامیاب رہی اور کس کی زندگی کساد بازاری کا شکار ہو گئی..... یہ بہت معلوم ہونے والا ہے۔

آئیے..... اس سورت سے اپنے ایمان کو مضبوط کریں تاکہ فتنوں کی اس بارش میں ایمان و اعمالِ صالحہ کی چھتری نصیب ہو سکے۔

آئیے..... اس سورت سے اپنے ایمان کو تازہ کریں تاکہ ہم عالمی کفری یلغار کے سامنے جم کر کھڑے رہ سکیں۔

آئیے..... ان تین آیتوں میں ڈوب کر اس احساسِ کمتری سے نکل آئیں جس میں دجالی میڈیا نے آج کے نوجوان کو ڈبو دیا ہے۔

آئیے..... عالمی کفری قوتوں کے خوف سے تھر تھر کانپتے جسموں کو اس گرمادینے والی سورت سے حرارت دیجیے تاکہ اللہ کی توحید کا نعرہ زبانوں پر جاری ہو سکے۔

آئیے..... شریعت کی دشمن فوجوں اور ایجنسیوں کی قتل گاہوں میں اس سورت کا اعلان کر دیجیے کہ محمد ﷺ کی لائی شریعت کی تلقین اور اس پر ڈٹ جانے کی وصیت ہی اس قرآن کی لاج رکھ سکتی ہے۔

آئیے..... اس سورت کے معنی میں غور کرتے ہیں جس کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لو لم ينزل غير هذه السورة لكفت الناس لأنها شملت جميع علوم القرآن۔

”اگر قرآن میں صرف یہی ایک سورت ہوتی تو اکیلے ہی تمام انسانیت کے لیے کافی تھی، کیونکہ اس میں تمام علوم قرآن ہیں۔“

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

وَالْعَصْرِ (1) إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ (2) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

وَتَوَصَّوْا بِالْحَقِّ وَتَوَصَّوْا بِالصَّبْرِ (3)

زمانے کی قسم۔ انسان درحقیقت بڑے گھائے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں، اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں۔

وَالْعَصْرِ

مطلق زمانے کی قسم ہے۔ یا عصر کا وقت مراد ہے۔ یا امت محمدیہ ﷺ کا زمانہ مراد ہے، کیونکہ اس امت کی عمر کی مثال عصر تا مغرب ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ¹

حضرت سالم بن عبد اللہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”تمہاری بقا یا مدت پہلی امتوں کے مقابلے ایسی ہے جیسے عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کا وقت۔“

جس امت پر پہاڑوں جیسی ذمہ داری ڈالی گئی ہو اور وقت اتنا تھوڑا ملا ہو..... سو اس امت کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ تمہارے پاس وقت بہت تھوڑا ہے، اور وقت بھی ایسا جس میں ہر ذہیز ہوتی ہے، ہر ایک جلدی میں ہوتا ہے۔

دن کے آخری وقت میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ اے انسان غفلت سے بیدار ہو جا..... کیونکہ شام جب ڈھلنے لگتی ہے..... ’سائے‘ ساتھ چھوڑ دینے کے لیے دراز ہونا شروع ہو جاتے ہیں..... چرند پرند بھی اپنے نشیمن، اپنے گھونسلوں کی جانب پلٹنے لگتے ہیں۔

سوائے انسان! اگر تجھے کچھ عقل ہے تو دیکھ کہ تیری زندگی کی شام ڈھلا چاہتی ہے، تیرا سایہ تک تیرا ساتھ چھوڑنے والا ہے..... تجھے تو اس کا بھی علم نہیں دیا گیا کہ تیری زندگی کی شام کب ڈھل جائے..... پھر بھی تیری غفلت..... اپنی منزل سے غفلت..... اپنے مالک کے سامنے جا کھڑا ہونے سے لاپرواہی کس قدر نادانی ہے؟

والعصر! دن کا آخری وقت..... اے انسان! اس ڈوبتے سورج کو دیکھ کہ چند ساعات پہلے یہی سورج تھا جس کی چکا چوندھ کی کوئی تاب نہ لاسکتا تھا، کوئی آنکھ اس کی طرف دیکھنے کی سکت نہیں رکھتی تھی، جس کی تمازت وحدت سے جسم پانی پانی ہوتے تھے..... لیکن اس عروج کے بعد اس کے زوال و غروب کا منظر بھی دیکھ..... چنانچہ اے طاقت و دولت کے نشے میں مدہوش

انسان! اے جوانی پر ناز کرنے والے نوجوان! اے شباب کے سحر میں کھوئی مسلمان بہن! اس عروج کے بعد زوال کو بھی سامنے رکھ..... اور اپنے مالک حقیقی کے سامنے ابھی سے جھک جا کہ اس کے علاوہ کسی کو دوام نہیں..... سب زوال و فنا ہو جانے والے ہیں..... زندگی کی چند سانسوں کی صورت میں جو سرمایہ دے کر تجھے بھیجا گیا ہے، اسے کامیاب تجارت میں لگا دے، یا مکمل اسے اس کے مالک کو بھی بیچ ڈال اور پھر اس سودے کو وفا کر جا..... وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ..... کہ یہی کامیابی کی ضمانت ہے۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِفَنِ حُسْرٍ

پہلی آیت میں زمانے کی قسم کھانے کے بعد بھی انسان کے گھائے میں ہونے کا اعلان کئی تاکیدوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

1. إِنَّ کی تاکید کے ساتھ: یعنی اس بات میں کوئی شبہ ہی نہیں، بلکہ یہ بات یقینی ہے۔
 2. لَفَنِ حُسْرٍ یعنی گھائے میں ہے۔ خاسر نہیں کہا کہ نقصان اٹھانے والا ہے، بلکہ گھائے میں ڈوبا ہوا ہے۔
- جبکہ خسارہ ہر انسان کے اعتبار سے مختلف ہے، کسی کو مکمل خسارہ..... دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔

جیسا کہ قرآن نے اعلان کیا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْزِلُ اللَّهُ عَلَىٰ حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ خَضَعُوا لَهُ وَإِنْ أَصَابَهُ فِتْنَةٌ أُنْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ [الحج: 11]

”اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو ایک کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ چنانچہ اگر اسے (دنیا میں) کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش پیش آگئی تو وہ منہ موڑ کر (پھر کفر کی طرف) چل دیتا ہے۔ ایسے شخص نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔ یہی تو کھلا ہوا گھانا ہے۔“

کوئی شیطان کے حکم پر خواہشات اور دنیا کی لمبی چوڑی امیدوں کے پیچھے پڑ کر خسارے کا شکار ہوا:

(باقی صفحہ نمبر 89 پر)

¹ صحیح البخاری؛ باب من أدرك ركعة من العصر قبل الغروب

افغان سے محبت مری، ایماں کے لیے ہے!

داؤد غوری

سپاہیوں کو دی۔ اور یہی سپاہی بعد میں پاکستان اور ہندوستان کی افواج بن گئے۔ لیکن پھر بھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اگر اس فوج کے اندر ذرا سی بھی عقل ہوتی یا اپنے ملک سے ذرا بھی اخلاص ہوتا تو اس فاتح قوم کے پناہ گزین مہاجرین کو جس نے تین سپر طاقتوں کو شکست دی ہے، ایسے دھکے دے کر گھر سے نہ نکالتی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ پاکستان نہ تو اس فوج کا گھر ہے اور نہ یہ اس کے رکھوالے ہیں۔ ان کو تو جو حکم بھی ان کی سرکار امریکہ، برطانیہ اور عالمی نظام کفر سے ہو گا یہ اس کی تعمیل کریں۔ یہ ہمارے ملک و قوم کا نقصان چاہتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے غضب کو دعوت دیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ افغان قوم نے جو جنگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر شروع کی تھی اسے قومی جھگڑے میں تبدیل کریں۔ ان کی خواہش ہے کہ کہیں افغانستان پر قائم شرعی نظام کی اچھائیاں پوری دنیا کے لیے رول ماڈل نہ بن جائیں۔ وہاں کے بہتر ہوتے اقتصاد اور وہاں کے عوام کی خوشحالی کہیں پاکستان کی مسلمان قوم کو یہ سبق نہ پڑھا دے کہ شریعت کے لیے اٹھو گے تو آخرت کے ساتھ ساتھ خداوند کریم تمہاری دنیا بھی سنوار دے گا۔

دوسری طرف امریکہ اور عالمی نظام کفر کی عرصے سے خواہش ہے کہ افغانستان کے بھارت سے تعلقات بنوائے جائیں اور جو پاکستان کی سرزمین سے افغانستان کا دینی، تاریخی اور خونی رشتہ موجود ہے اسے کسی طرح کاٹا جائے۔ اس مقصد کی خاطر پاکستان کے دینی مدارس کو بدنام کرنا، یہاں کے دینی تشخص، دینی بیداری اور جہاد کی محبت کو آئی ایس آئی کی سازش قرار دینا، حتیٰ کہ پاکستان جا کر اگر کوئی افغانی مسلمان دینی درس پڑھ آئے تو اس پر پاکستان کا غلام ہونے کا الزام لگانا، افغانستان کی سابقہ حکومت اور حالیہ میڈیا کا پرانا کھیل ہے۔ یہ ایک ہمہ جہتی سازش ہے جس کا سرغنہ امریکہ ہے۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اس سازش میں پاکستان کی حکومت اپنے ہی پاؤں پر کلبھاڑے برسا رہی ہے۔ یہ فیصلہ کرنے والے لوگ جلد اس کا انجام بھگتیں گے۔

اے اللہ ان بے گھر افراد کا تو والی و وارث ہو جا۔ ان کو اس سردی اور فقر میں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ ان پر آسمان سے اپنی نعمتوں کی بارش نازل فرما۔ اس جرم میں شریک لوگوں کو اپنی پکڑ میں لے۔ ان سفاکوں کو تو بے گھر کر جنہوں نے ان افغان مسلمانوں کو بے گھر کیا۔ اے اللہ تو ان کے جرائم کو خوب جانتا ہے انہوں نے ہی بلوچستان، سوات، باجوڑ، خیبر، اور کونڑی اور وزیرستان کے لاکھوں مسلمانوں کو بے گھر کیا۔ ان کے لوگوں کا قتل عام کیا..... ان کی مساجد اور ان کے مدارس شہید کیے۔

”کس جگہ کی ہو؟ کابل کی کابل میں کس جگہ کی ہو؟ پکتیا کی!“

آج سے پہلے اس قسم کے لطیفے ہمیں افغان ساتھیوں نے سنائے تو تھے لیکن اپنی آنکھوں سے ایسا ہوتا نہ دیکھا تھا! لیکن چند دن قبل جب تورخم سے در بدر کیے جانے والی ایک معصوم سی افغان بچی کی زبانی یہ سنا تو دل کی گہرائیوں تک نشتر چلے۔ یہ بچی ان لاکھوں مسلمانوں میں سے ایک تھی جو شاید پہلی دفعہ اپنے آبائی وطن افغانستان آرہی تھی۔

افغان مسلمانوں کی در بدری ایک ایسا موضوع ہے کہ اس پر غم و غصے کا جتنا اظہار بھی کیا جائے، کم ہے۔ اس فیصلے کو کرنے والے خاندانوں کی عقلوں پر جتنا ماتم بھی کر لیا جائے کم ہے!

افغان مسلمان تو ہماری شان ہیں..... ہمارے سروں کے تاج ہیں! انہیں کی بدولت آج پاک و ہند کے کروڑوں انسان اسلام کی نعمت سے سرشار ہیں۔ ان کی عظمت کے مینار جا بجا ہنوز کھڑے ہیں۔ ان کے شہداء ہماری زمینوں میں دفن ہیں اور ہمارے شہداء ان کی زمینوں میں دفن ہیں! اور یہ بات دونوں قوموں کی عزت میں اضافہ کرتی ہے۔ بلکہ یہ ہماری زمینوں اور تمہاری زمینوں کی بات بھی فضول ہے دراصل یہ سب ایک ہی ملک ہے۔ افغانستان کے بغیر پاکستان نامکمل ہے اور پاکستان کے بغیر افغانستان نامکمل!

پاکستانی مسلمان جب بھی ایمان، استقامت، جرأت و بہادری کی مثال دیتے ہیں تو افغانی، کشمیری یا فلسطینی مسلمانوں کی دیتے ہیں۔ افغان سے محبت ان کی ایماں کے لیے ہے..... انگریز کے خلاف پچھلی صدی کے آغاز میں جہاد ہوا اسی صدی کے اختتام پر روس کے خلاف جہاد، اور پھر اس نئی صدی میں صلیبیوں اور صہیونیوں کے خلاف جہاد کی داستانیں اور ان کی عظمت کے قصے اور نعرے پاکستان کے ہر گلی کوچے میں گونجتے رہے ہیں۔ اپنے بچپن سے ہم، کس محبت سے ان افغان مسلمانوں کو دیکھتے تھے..... اللہ اس پر شاہد ہے۔ واللہ! ہم نے تو اپنی زندگی میں کبھی کسی پاکستانی کو چاہے وہ پنجاب، سندھ، بلوچستان و کشمیر سے تعلق رکھتا ہو..... افغان مسلمانوں کے خلاف تعصب برتتے نہیں دیکھا۔ لیکن یہ فوج اور پولیس جو برطانیہ کی پرورش کردہ ہے..... جس کی رگ و پے میں انگریز کا خون دوڑتا ہے..... یہ افغان مسلمانوں سے تعصب کا رویہ رکھتی ہے۔ اس کی بھی وجوہات ہیں اور وہ وجہ یہ کہ انگریز جب ہندوستان پر چڑھ دوڑے تھے تو ان کے خلاف بغاوتیں اور ان کو شکست دینے میں جو قوم پیش پیش تھی وہ افغان اور پشتون قوم تھی۔ اس لیے انگریز نے ہمیشہ انہیں اپنا غدار جانا اور اسی کی تعلیم اس نے اپنے نمک خوار

پاک فوج اسرائیل کے دفاع میں!؟

عامر سلیم خان (سابقہ افسر پاکستان آرمد فورسز)

(خلیج عدن و بحر احمر میں اسرائیلی جہازوں پر حملے، اس کے اثرات اور پاکستان نیوی کے جہاز کی وہاں تعیناتی کے پیش نظر، نیوی میں اسلام کے دعوے داروں کو یاد دہانی اور علمائے پاکستان سے ایک گزارش)

حملے کی مثال لیجیے کہ اس میں امریکہ نے کس طرح پاکستان، سعودی عرب، عرب امارات اور ترکی وغیرہ کو شامل رکھا، یا صومالیہ میں القاعدہ کے مجاہدین کے خلاف امریکی مہم میں ترکی و دیگر اسلامی ممالک کا شامل کرنا۔

امت بیدار نہ ہو، اس کے لیے نفاق کا سہارا لینا

امت مسلمہ کے خلاف جب بھی کفار (یہود و نصاریٰ) نے کوئی مہم چلائی تو مسلمانوں کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہوئے بہت دجل و فریب سے کام لیا۔ مثال کے طور پر جب انگریز جنرل ایلن بی فلسطین و قدس کو خلافت عثمانیہ سے چھین کر اس پر قبضہ کر رہا تھا تو وہ حقیقتاً صلیبی جنگ لڑ رہا تھا اور اس بات کا ثبوت خود اس کا وہ قول ہے جو اس نے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی قبر پر جا کر کہا کہ صلاح الدین! ہم واپس آگئے ہیں۔ اس جنگ میں جنرل ایلن بی نے متحدہ ہندوستانی فوج کے مسلمانوں سے کافی بلکہ اصل کام لیا۔ غزہ اور پھر القدس کو خلافت سے چھین کر اس پر قبضہ کرنے والی انگریز فوج کا بیشتر حصہ ہندوستان کی مقامی فوج پر مشتمل تھا اور آج بھی وہی رجمنٹیں سولہویں، سترہویں اور اٹھارہویں گھڑ سوار رجمنٹوں کے نام سے پاکستانی فوج کا حصہ ہیں۔ تو کیا یہ ہندوستانی (مسلمان) فوجی اس بات سے ناواقف تھے کہ وہ صلیبی جنگ میں صلیبیوں کی طرف سے لڑ رہے ہیں؟ جی ہاں! تاریخ (دیکھیے کتاب عصر حاضر کے جہاد کی فکری بنیادیں) میں لکھا ہے کہ جنرل ایلن بی اور اس سے پہلے جنرل مرے نے اپنی پوری دو سالہ مہم میں 'صلیبی جنگ' کے لفظ کا استعمال نہیں کیا اور یہ وہ دھوکے کا طریقہ کار تھا جو آج بھی اپنے آپ کو مسلمان کہنے والی فوج و جر نیل مسلمانوں کے ساتھ اپناتے ہوئے ہے۔

اس طرح پاکستانی فوج کا افغانستان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دینا۔ اس نام پر کہ ہم دہشت گردی کے خلاف پاکستان کا دفاع کر رہے ہیں۔ یہ بھی دجل و فریب سے کیا امریکہ سے بڑا دہشت گرد دنیا میں موجود ہے؟

حالیہ غزہ پر اسرائیلی حملے میں یمن کی سمندری حدود میں اسرائیلی تجارتی جہازوں پر حملے

۱۶ نومبر کو خبر موصول ہوتی ہے کہ یمن کی سمندری حدود میں اسرائیلی تجارتی جہازوں پر میزائل و ڈرون حملے کی کوشش ہوئی ہے جس کو وہاں موجود امریکی نیوی کے جہاز نے مار گرایا

امت مسلمہ کو دور حاضر میں جن چیلنجز کا سامنا ہے، اس میں واضح اور بنیادی عالم کفر یعنی عالمی طواغیت کا براہ راست ظلم و جبر اور ان کے ہاتھوں امت کے وسائل کی لوٹ کھسوٹ تو ہے ہی۔ ایک اور بنیادی اور اتنا ہی خطرناک مسئلہ مقامی حکمرانوں اور مسلم ممالک کی اپنی افواج کا کفار کا ساتھ دینا، ان کے مفادات کی خاطر امت کو نقصان دینا اور عین امت کے لیے حساس وقت و مقام پر امت کے ساتھ غداری کرنا ہے۔ یہ مسئلہ اوپر ذکر کیے گئے بنیادی مسئلے سے زیادہ خطرناک اس لیے بھی ہے کہ ایسی حالت میں امت کو اپنے حقیقی دشمن کی طرف جو توجہ مبذول کرنی ہوتی ہے، وہ تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس طرح حقیقی و اصلی دشمن یعنی حملہ آور کافر اصلی کو ایسے دوست میسر آتے ہیں جو ان کی قوم سے بھی نہیں ہوتے اور امت کی توجہ ان کافر اصلی دشمنوں سے ہٹا کر کہیں اور مصروف کر دیتے ہیں۔ اسی مسئلے میں ایک اور پہلو جو امت مسلمہ کے مجاہدین کے لیے اور بھی مشکل کھڑی کر دیتا ہے اور امت کے دشمنوں کے لیے آسانی پیدا کر دیتا ہے، وہ مسلم ممالک کی افواج کا اسلام کا لبادہ اوڑھ کر امت کے دشمن کفار اصلی کی خدمت کرنا اور ان کا ساتھ دینا ہے، جس سے ان مجاہدین کی دعوت، جو امت کی سر بلندی اور مظلوموں کی مدد کے لیے جہاد کی دعوت دیتے ہیں، وہ بھی متاثر ہو جاتی ہے۔ حالانکہ جن مقاصد کے لیے اصلی کافر دشمن لڑ رہا ہوتا ہے، اسی کے لیے مقامی فوجی بھی لڑ رہا ہوتا ہے لیکن نام مسلمان کا استعمال کر کے منافقت سے کام لیتا ہے۔

کفار کیوں مسلمان افواج کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں؟

یہ طرز العمل اصلی دشمن (کفار) کے بہت فائدے میں ہے کہ کفار مسلمانوں کے خلاف مسلمانوں ہی کی افواج کو استعمال کریں۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ کفار کو یہی ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے اندر کفار اصلی کے خلاف جو نفرت و عداوت پائی جاتی ہے، اس سے بچ کر کفار اپنے مقاصد حاصل کر لیتے ہیں۔

دوسرا فائدہ کفار کی اقتصادی بچت کا ہے۔ جو کام ایک امریکی سپاہی سوڈا لپر کرے گا، وہ مقامی افواج کا سپاہی دس ڈالر پر سر انجام دے دیتا ہے۔ اس کے علاوہ کفار کا جانی نقصان بھی نہیں ہوتا بلکہ میدان میں مرنے والا فرد بہر صورت ان کی قبیل کا نہیں۔ اس لیے کفار باوجود اس کے کہ ان کے پاس وسائل کی کمی نہیں، افراد کی کمی نہیں، ان کی ٹیکنالوجی مقامی افواج سے بہتر ہے، پھر بھی مقامی افواج کو اپنی طرف سے جنگ کا حصہ ضرور بناتے ہیں۔ آپ افغانستان پر امریکی

ہے۔ اس کے بعد یمن کی طرف سے تین اسرائیلی تجارتی جہازوں (M/V Unity Explorer, M/V Number 9, M/V Sophie 2) کو میزائل وڈرواز سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ۱۹ نومبر کو حوثی ملیشیا کے ارکان ایک اسرائیلی تجارتی جہاز (Galaxy) کو اغوا کر کے اس میں کام کرنے والے بیچپیں افراد کو یرغمال بناتے ہیں۔ اس کے بعد حوثی انتظامیہ نے اعلان کیا کہ ہم ہر اس جہاز کو نشانہ بنانے کی کوشش کریں گے جو اسرائیل کے ساتھ تجارت میں استعمال ہو گا۔

اسرائیلی مفادات پر اسرائیل کے باہر ان ضربوں کے بارے میں اسرائیلی نیشنل سکیورٹی کونسل کے سربراہ زاجچی، ہینگیبی (Tzachi Hanegbi) نے میڈیا سے کہا کہ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے اس خطرے کے بارے میں امریکی صدر بائیڈن کے علاوہ جرمنی، فرانس اور برطانیہ کے سربراہان سے بات کی ہے اور ان پر واضح کیا ہے کہ اسرائیل دنیا کو مزید وقت دے رہا ہے کہ اس معاملے کو منظم طریقے سے روکے۔ اس نے مزید کہا کہ اگر عالمی انتظامیہ اس معاملے کو نہیں دیکھتی کیونکہ یہ (تجارتی جہازوں پر حملہ) ایک عالمی مسئلہ ہے تو پھر ہم اس بندش (راستی رکاوٹ) کو ہٹائیں گے۔

بائیڈن انتظامیہ نے بھی اسرائیلی وزیر اعظم کے مطالبے کو جلدی تسلیم کر لیا اور بحر احمر و خلیج عدن کے حوالے سے اپنی پالیسی کا اعلان کچھ یوں کیا:

“The Biden administration’s call for expanding a multinational naval force comes as Houthis militants in Yemen have vowed to target vessels bound for Israel”¹

”بائیڈن انتظامیہ نے اسرائیل کے لیے جانے والے بحری جہازوں پر حوثی عسکریت پسندوں کی طرف سے حملوں کے پیش نظر کثیر القومی بحری فوج (کمباؤنڈ میری ٹائم فورس) میں اضافے کا مطالبہ کیا ہے۔“

الفاظ سے واضح ہے کہ امریکہ اسرائیل کا دفاع خود تو کر رہی رہا ہے، اس میں اوروں کو بھی شریک کر رہا ہے۔ یاد رہے کہ اوروں میں سب سے پہلا نمبر فرنٹ لائن اتحادی کا آتا ہے۔

اس طرح خبر رساں ادارے (AXIOS) کے مطابق وائٹ ہاؤس کے نیشنل سکیورٹی کونسل کے کوآرڈینیٹر برائے اسٹریٹیجک کمیونیکیشن جان کربی (John Kirby) کے مطابق امریکی اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ اور پیناگون اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ دیگر ممالک اپنے بحری جہاز وہاں (خلیج عدن اور بحر احمر) میں تعینات کریں، اس ٹاسک فورس کی کمان میں جو امریکی سینٹرل کمانڈ (بحرین) کے ماتحت وہاں سکیورٹی خدمات سرانجام دے گا۔

اس ہی خبر رساں ادارے کے صحافی باراک راویڈ (Barak Ravid) نے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا کہ اسرائیلی حکومتی عہدیداروں کا کہنا ہے کہ فی الحال ہم اس بات پر راضی ہیں کہ ملٹی نیشنل میری ٹائم ٹاسک فورس ہی ان حالات کو قابو میں کرے اور ہمیں خود کچھ کرنا نہ پڑے۔² یاد رہے کہ ذکر شدہ سمندری علاقے میں جو ملٹی نیشنل میری ٹائم ٹاسک فورس (کثیر القومی سمندری عملیاتی فوج) تعینات ہے اس کا سب سے فعال رکن پاکستان نیوی ہے، جس کی تفصیل مضمون میں آگے جا کر بیان کی جائے گی۔

امریکہ کو شراکت داروں کی ضرورت کیوں؟

خبر رساں ادارے رائٹرز کو انٹرویو دیتے ہوئے برطانوی بحری فوج کے ریٹائرڈ وائس ایڈمرل ڈنکن پوٹس (Dunkin Potts) نے کہا کہ تقریباً تینس ہزار (۲۳۰۰۰) بحری جہاز (ہر سال) باب المندب (نیرو چینل) (Narrow Channel)، لمبائی ۲۰ میل) سے گزرتے ہیں۔ اتنے چھوٹے علاقے سے اتنی زیادہ ٹریفک کا گزرنا اس عمل کو آسان بناتا ہے کہ ان جہازوں پر حملہ کیا جائے۔ وائس ایڈمرل ڈنکن خود بھی اس علاقے میں میری ٹائم سکیورٹی کمانڈر رہ چکا ہے۔ اس کے مطابق اس علاقے کی سکیورٹی کے لیے کافی بحری وسائل کی ضرورت ہے۔³

دنیا بھر کی اہم ترین سمندری گزر گاہیں، اکثر بلکہ ایک پاناما کنال کے علاوہ سب کی سب امت مسلمہ کے علاقوں سے گزرتی ہیں۔ خلیج فارس (عرب)، آبنائے ہرمز، آبنائے ملاکہ، آبنائے جبرالٹر، باب المندب، آبنائے باسفورس اور سویز کنال جیسی اہم سمندری گزر گاہیں امت مسلمہ کے پانیوں میں واقع ہیں۔ امت مسلمہ کی تنزلی کہ اس وقت یہ تمام گزر گاہیں، سمندر میں آزاد نقل و حرکت (Freedom of Navigation) نامی عالمی قانون کے تحت کفار کے لیے کھلی پڑی ہیں۔ امت مسلمہ پر اپنے کٹھ پتلی حکمران و افواج کو مسلط کرنے کے بعد بھی امریکہ یورپ کو خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ امت مسلمہ سے انفرادی طور پر (فرد یا کوئی جماعت) ہمارے مفادات پر حملہ نہ کر دے۔ اس لیے ان تجارتی گزر گاہوں اور دیگر مسلم خطوں کی سمندری حدود کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے امریکی سینٹرل کمانڈ کے بحریں میں قائم ہیڈ کوارٹر میں امریکی نیوی کی پانچویں فلیٹ بھی قائم کی گئی ہے جو اس پورے خطے کی سمندر میں اپنی تعیناتی کرتا ہے اور حالات کو دیکھتا ہے۔ مثال کے طور پر اس وقت مکہ مکرمہ کے قریب بحر احمر میں امریکہ کا جہاز کارنہ (USS Carney, Destroyer) جو امریکی نیوی کی 5th فلیٹ کا حصہ ہے، تعینات ہے۔ اسی طرح بحر احمر سے تھوڑا نیچے آکر خلیج عدن میں امریکہ کے

³ www.reuters.com/world/middle-east/red-sea-shipping-cost-rising-after-houthi-target-more-commercial-vessels-2023-12-12

¹ US seeking partners to safeguard ships after Red Sea attacks, Washington Post, Dec 10, 2023
² www.axios.com/2023/12/14/us-warns-yemens-houthi-stop-red-sea-attacks

اسی فلیٹ کا دوسرا ڈیپٹر از جہاز میسون (USS Mason) تعینات ہے۔ اسی طرح بحر ہند میں امریکہ کا ایئر کرافٹ کیریئر، فریگیٹ اور آئل ٹینکر ہر وقت تعینات رہتا ہے۔

سمندر پر امریکہ کے اس قبضے کو مزید مضبوط کیا جائے، اس کے لیے امریکہ ہی کے زیر سرپرستی کمبائنڈ میری ٹائم فورس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جس کے نیچے بھی پانچ کمانڈز بنا کر پوری دنیا میں امریکی و یورپی مفادات کے تحفظ کے لیے مقامی بحری افواج کو استعمال کیا جاتا ہے۔

حالیہ قبضے میں امریکہ نے ایک بار پھر اس کمبائنڈ میری ٹائم فورس میں اضافے کا مطالبہ کیا ہے۔ آخر کیوں؟ کیونکہ خود امریکہ کی نیوی اسرائیلی جہازوں پر یمن کے ان حملوں کو روکنے میں ناکام ہو گئی ہے۔ وہاں تعینات امریکی جہاز پورے علاقے کو cover نہیں کر سکتے۔ اب امریکہ کو مزید بحری فوج و وسائل کی ضرورت پڑ گئی جبکہ اس 5th فلیٹ کے جہاز (ایئر کرافٹ کیریئر، فریگیٹ اور آئل ٹینکر) پہلے سے غزہ کی ساحل پر اسرائیل کے لیے پہرہ داری کر رہے ہیں۔ مجبوراً امریکہ کو مقامی نیویز کو شامل کرنا پڑ رہا ہے کہ اسرائیل کے بحری جہاز حفاظت کے ساتھ امت مسلمہ کے پانیوں سے گزر سکیں۔

پٹاگوں کے ایک سابق (ٹرپ دور کے) افسر میک ملرے (Mick Mulroy) نے اس امر کا اظہار، کہ امریکہ مجبور ہے یا اس کی خواہش ہے کہ یہ کام (اسرائیلی جہازوں کی حفاظت) امریکہ کے اتحادی (غلام) کریں، کچھ یوں کیا:

Using a maritime security force to protect the region's waterways is a good idea but finding enough ships to effectively carry it out could be challenging. The US could do a lot of it, but may need to shift ships from other areas.

یہ ایک اچھا خیال ہے کہ مقامی سمندروں کی گزر گاہوں کی حفاظت کے لیے سمندری حفاظتی فوج کا استعمال کیا جائے مگر اس کے لیے اتنے بحری جہاز مہیا کرنا کہ یہ کام بخوبی کر سکے، مشکل کام ہو سکتا ہے۔ امریکہ اس میں بہت کچھ کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے امریکہ کو اپنے جہاز (جو دوسرے مشن پر تعینات ہیں) کو (یہاں) منتقل کرنا پڑے گا۔

مطلب امریکہ اپنی دیگر تشکیلات کو متاثر کیے بغیر یہاں کے سمندر کو اپنے، اسرائیل اور اپنے دیگر اتحادیوں کے لیے محفوظ بنانا چاہتا ہے۔ جس کے لیے اس نے کمبائنڈ میری ٹائم فورس کو بڑھانے کا مطالبہ کیا ہے۔ یاد رہے کہ امریکی سرپرستی میں چلنے والی کمبائنڈ میری ٹائم فورس کی پانچ میں سے تین کمانڈز (CTF-150, 151, 152) صرف جزیرۃ العرب کے سمندروں کو مانیٹر کرتی ہیں اور باقی دو کمانڈز دیگر دنیا کے سمندروں کو۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ چھوٹا سا خطہ (خلیج فارس سے لے کر بحر احمر تک) امریکہ کے لیے کتنی اہمیت کا حامل ہے

(منسبت پوری دنیا کے سمندر کے)، اور اس کی بنیادی وجہ اس خطے سے امریکہ، اسرائیل و یورپ کے لیے تیل کی منتقلی ہے۔

ٹاسک فورس میں اضافے کی اسرائیل کے لیے کیا اہمیت ہے اور پاکستانی نیوی کا جہاز کیسے اسرائیل کی مفاد میں کام کر رہا ہے؟

خبر رساں ادارے (AXIOS) کو بتاتے ہوئے ایک سینئر اسرائیلی عہدیدار نے کہا:

The task force is not going to escort ships in the Red Sea, but that the presence of more navy ships in the region will make it easier to respond to threats.

یہ ٹاسک فورس (عملیاتی فوج) بحر احمر میں (ہمارے) جہازوں کو اسکورٹ (بالکل قریب سے حفاظت) نہیں کرے گی، بلکہ زیادہ جنگی بحری جہازوں کا (صرف) موجود ہونا ہی اس عمل کو آسان بنادے گا کہ خطروں کا مقابلہ کیا جاسکے۔

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ امریکہ اور اسرائیل وہاں کیوں مزید بحری جہازوں کی تعیناتی چاہ رہے ہیں۔ اس طرح یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان، جو کہ وہ پہلا ملک ہے جس نے ان حملوں کے بعد اپنا جدید ترین جہاز طغرل وہاں تعینات کیا (اس پر آگے چل کر مزید تفصیل سے بحث ہوگی)، کس طرح اسرائیل کے مفادات کی خاطر استعمال ہو رہا ہے۔ پاکستان نیوی کے اس جہاز کا صرف وہاں موجود ہونا ہی اسرائیلی عہدیدار کے مطابق ان کا مقصد ہے۔

اسرائیلی جہازوں پر چند حملوں کے اثرات

بظاہر یمن کے سمندری حدود میں اسرائیلی جہازوں پر چند حملے ہوئے ہیں لیکن اس کے اثرات عالم کفر پر بہت زیادہ ہیں۔

خبر رساں ادارے AXIOS کے مطابق ان حملوں کے باعث جنوبی اسرائیل کی بندرگاہ ایلات (Eilat port) پر کمرشل جہاز آنا بالکل بند ہو گئے ہیں۔ اس طرح اسرائیل جانے والے جہاز اس راستے (خلیج عدن و بحر احمر) کو چھوڑ کر براعظم افریقہ سے گھوم کر لمبے راستے سے تجارت کر رہے ہیں، جو ان کے سفر کو تین ہفتے لمبا اور بہت مہنگا کر دیتا ہے۔ اسی طرح یورپ جانے والے جہاز بھی پچھلے دو ہفتوں سے یہی لمبا راستہ اختیار کیے ہوئے ہیں (جو وقت و خرچے میں بہت اضافہ کر دیتا ہے)۔

خبر رساں ادارے رائٹرز نے اس پر ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کا عنوان ہے کہ حوثیوں کے حملوں نے سمندری تجارت (اسرائیل، یورپ و امریکہ کو جانے والی ٹریڈ) کو مہنگا کر دیا ہے۔

CTF-150/151 اور ان کے مقاصد:

CTF-150 جس کی کمان اس وقت فرانس کے پاس ہے۔ اس کا مقصد ان ہی کی زبانی ان کی ویب سائٹ⁴ سے ملاحظہ ہو۔

CTF-150 conducts Maritime Security Operations (MSO) outside the Arabian Gulf i.e., Red sea, Gulf of Aden, Indian Ocean and Gulf of Oman to ensure that legitimate commercial shipping can transit the region, free from non-state threats.

CTF-150's mission is to disrupt criminal and terrorist organizations and their mandated related illicit activities by restricting their freedom of maneuver in the maritime domain.

CTF-150 خلیج عرب سے باہر میری ٹائم سیورٹی آپریشنز کا انعقاد کرتی ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ قانونی تجارتی بحری جہاز غیر ریاستی خطرات سے پاک خطے میں منتقل ہو سکیں۔

CTF-150 کا مشن مجرمانہ اور دہشت گرد تنظیموں، بحری حدود میں ان کی نقل و حرکت اور ان کی غیر قانونی سرگرمیوں کو روکنا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ یہ تمام ٹاسک فورسز امریکہ کی سربراہی میں بنی ہیں اور غیر ریاستی عناصر و دہشت گرد کون ہے یہ بھی امریکہ نے ہی طے کیا ہے۔ آج کے حالات کے مطابق امریکہ فلسطینیوں (حماس کے نام پر پورے اہل غزہ کو) اور اس طرح ان کی حمایت کرنے والے حوثیوں کو دہشت گرد قرار دے چکا ہے۔

عملیات کی جگہ پر موجود بحری جہاز کے عملے نے تو صرف ان کا آرڈر بجالانا ہوتا ہے۔ اسی طرح موجودہ حالات کے تناظر میں اسرائیل کا ان مسلم خطوں کی سمندروں سے گزرنا، UN امریکہ کی نظروں میں عین قانونی ہے۔ جب کہ یمن سے حوثیوں یا صومالیہ سے الشباب وغیرہ کسی کا بھی ان اسرائیلی جہازوں پر حملہ کرنا، ان کو نقصان پہنچانا یا جہاز کے عملے کو اغوا کرنا غیر قانونی ہے اور اس ہی مقصد کی خاطر یہ ٹاسک فورسز ان علاقوں میں امریکہ کی آمریت کے تحت موجود ہیں کہ اپنے اور اپنے حلیفوں (یورپ و اسرائیل) کے تجارتی جہازوں کی حفاظت کی جاسکے اور اس پورے پروگرام و سرگرمیوں میں سب سے کلیدی کردار پاکستان بحریہ کا ہے۔ کیونکہ پاکستان بحریہ نے سب سے زیادہ اس ٹاسک فورسز کو خدمات دی ہیں۔ پاکستان ہی وہ ملک ہے جس کے بحری جہاز سب سے زیادہ وقت کے لیے ان مشنز پر تعینات رہے ہیں۔ بلکہ پاکستان نیوی کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس نے امریکی ایڈمرلز کی کمانڈ میری ٹائم فورس

رپورٹ کے مطابق لندن انشورنس مارکیٹ نے جنوبی بحر احمر کو زیادہ خطرے والی جگہوں (High risk areas) کی لسٹ میں شامل کیا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہر وہ جہاز جو اس خطے سے گزرتے ہوئے تجارت کرے گا وہ اپنے بیمہ کے ضمانتی (insurer) کو اطلاع دے گا اور انشورنس کے لیے اضافی رقم ادا کرے گا۔ جو صرف سات دن کے ٹرپ تک قابل منظور ہو گا (اس سے یورپ جانے والی کارگو بھی گوجائے گی)۔

اس طرح دنیا کی سب سے بڑی شپنگ کمپنی میئر سک (Maersk) نے جمہرات کے دن اعلان کیا ہے کہ سلالہ عمان سے جدہ جاتے ہوئے ان کے جہاز جبرالٹر پر حوثیوں کے حملے کے بعد ان کے تمام جہاز بحر احمر کے چھوٹے راستے کے بجائے، کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ سے گھوم کر یورپ و ایشیا کا سفر کریں گے۔ جس سے سفر کا دورانیہ تین ہفتے اور شپنگ چارجز بھی بڑھیں گے۔ یاد رہے کہ Maersk وہ کمپنی ہے جو افغانستان پر امریکی حملے میں امریکہ کے ساز و سامان کی شپنگ کرتی تھی اور اسرائیل کے لیے بھی شپنگ میں سب سے آگے ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ پاکستانی جہاز طغرل اس وقت (۱۵ دسمبر) کو سلالہ پورٹ پر ہی لنگر انداز ہوا اور اپنی تشکیل کے دوسرے حصے میں اسی خطے میں پہرہ داری کرے گا جہاں خاص یہ حملے پیش آئے۔

اس طرح امت مسلمہ کے مجاہدین کے لیے یہاں ایک تجربہ اور سبق یہ ہے کہ امت کے سمندروں میں اگر دشمن کو نشانہ بنایا جائے تو دشمن کو کتنا نقصان پہنچتا ہے۔ اس طرح یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اس طرح کے علاقوں میں دشمن کو نشانہ بنانا اس کو اس کے محفوظ ٹھکانوں میں ہدف بنانے سے زیادہ آسان ہے۔

اسرائیل و امریکہ کون سی ملٹی نیشنل ٹاسک فورس میں مزید اضافہ کر رہے

ہیں اور اس میں پاکستان کا کردار کیا ہے؟

یہاں میں عامۃ المسلمین اور علمائے کرام حضرات کے سامنے ان کمانڈز کی مختصر سی تعریف اور ان کے مقاصد کا بیان کروں گا جو اس خطے میں امریکہ کی طرف سے متعین ہیں جہاں اسرائیلی جہازوں پر حملے ہوئے، اور جن کو اسرائیل و امریکہ مزید بڑھانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور جن کمانڈز کا حصہ ہمارے ملک کی نیوی ہے۔ تاکہ یہ اندزہ لگنا آسان ہو جائے کہ ہمارے ٹیکس کے پیسوں پر پلنے والی نیوی کس کی خدمت میں مصروف ہے۔ یاد رہے جو ملٹی نیشنل ٹاسک فورس یہاں امریکہ کی سینٹرل کمانڈ کے ماتحت یہ سیورٹی خدمات سرانجام دیتے ہیں (CTF-150/151) اس کا بنیادی اور سب سے فعال رکن پاکستان نیوی ہے۔

کے کمانڈ کے ماتحت CTF-150 اور CTF-151 کو سب سے زیادہ (بارہ) مرتبہ کمان کیا ہے۔⁵

اس طرح CTF-151 تو خاص بنی ہی اس خطے میں صومالی مجاہدین اور قزاقوں کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے کے لیے۔ جب Horn of Africa کے علاقے میں امریکیوں اور یورپی تجارتی جہازوں کا نشانہ بنایا گیا تب سال ۲۰۰۹ء میں اس فورس کی خاص طور پر بنیاد رکھی گئی۔ ان ہی کے ویب سائٹ سے ملاحظہ ہو:

CTF-151 was established in January 2009, with a specific piracy mission-based mandate, currently endorsed under UNSCR 2608(2021), in order to contribute to the protection of commerce free flow.

سی ٹی ایف ۱۵۱ جنوری ۲۰۰۹ء میں قائم کی گئی تھی، ایک مخصوص بحری قزاقی مشن پر مبنی مینڈیٹ کے ساتھ، جس کی فی الحال یو این ایس سی آر ۲۶۰۸ (۲۰۲۱) کے تحت توثیق کی گئی ہے، تاکہ تجارت کے آزادانہ بہاؤ کا تحفظ کیا جاسکے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس کمانڈ کا قیام صومالیہ کے قریب سمندر میں صومالیہ سے تعلق رکھنے والے القاعدہ کے مجاہدین 'الشباب' کے امریکہ اور ان کے اتحادیوں کے جہازوں پر حملوں کے بعد کیا گیا۔ پاکستان اس ٹاسک فورس کا بھی سب سے فعال رکن ہے۔

پاکستان نیوی اسرائیل کے دفاع میں اپنا جدید ترین فریگیٹ متعین کرتی ہے

یمن میں اسرائیلی جہازوں پر حوثی حملوں کے بعد پاکستان نیوی وہاں کے سکیورٹی حالات کا حوالہ دے کر اپنا سب سے جدید بحری فریگیٹ وہاں تعینات کرتی ہے۔ آخر پاکستان نیوی خلیج عدن میں کن کے جہازوں کی حفاظت کی خاطر یہ تعیناتی عمل میں لاتی ہے؟ کیا خلیج عدن و ملحقہ سمندری حدود میں کسی پاکستانی بحری جہاز کو نشانہ بنایا گیا ہے کہ پاکستان کو اپنا سب سے جدید قسم کا فریگیٹ بھیجنا پڑا ہے؟ یمن کے سمندری علاقے میں حملہ اسرائیلی تجارتی جہازوں پر ہو رہا ہے اور وہاں سکیورٹی حالات کو سدھارنے پاکستان نیوی کا فریگیٹ جارہا ہے؟ کیا یہ سب سوالات پاکستانی افواج کے مسلم خطے میں کردار پر شکوک و شبہات پیدا نہیں کر رہے؟ حالات و تحقیق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تعیناتی وہاں امریکہ کے حکم پر اسرائیلی تجارتی جہازوں کی حفاظت کے لیے کی گئی ہے۔ آئیے! حقائق و ثبوتوں سے اس بات پر یقین حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کیم دسمبر کو پاکستان نیوی کے ترجمان نے میڈیا کو ایک بیان دیا کہ مشرق وسطیٰ کے سمندری حالات کے مد نظر پاکستان نیوی کے جدید جہاز پی این ایس طغرل کو وہاں (خلیج عدن) اس لیے تعینات کیا جا رہا ہے کہ پاکستان سے رفت آمد کرنے والے کارگو جہازوں کی حفاظت کی جاسکے (حالانکہ وہاں ابھی تک کسی پاکستانی کارگو جہاز کو نشانہ نہیں بنایا گیا)۔ اوپر کے اس بیان میں دھوکہ دہی کو سمجھنے کے لیے اس مکمل بیان کا آخری پیرا گراف لفظ بلفظ ملاحظہ ہو:

In the same spirit, it (Pakistan Navy) regularly deploy its ships on Regional Maritime Security Patrols and also contributes to collaborative maritime security efforts under the ambit of Combined Maritime Force.

اسی جذبے کے ساتھ، یہ (پاکستان نیوی) اپنے بحری جہازوں کو مقامی سمندر کے گشت پر باقاعدگی سے تعینات کرتی ہے اور مشترکہ سمندری فورس کے دائرہ کار کے تحت مشترکہ سمندری سکیورٹی کی کوششوں میں بھی حصہ ڈالتی ہے۔

محترم قارئین! اصل بات نیوی کے ترجمان نے انتہائی ملمع سازی سے آخر میں گول مول کر کے بیان کی ہے۔ جبکہ دھوکہ دینے کے لیے، مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کے لیے اول الذکر بیان کو فوقیت دے کر، صرف اس ہی کو میڈیا کی زبان پر لایا گیا۔ کسی نے آخری پیرا گراف کی طرف توجہ نہیں کی کہ اصل میں تو پاکستان نیوی کے جہاز ہر وقت آبنائے ہرمز سے لے کر بحر احمر تک امریکہ کی بنائی مشترکہ سمندری فوج (Combined Maritime Force) کی ایک سوچا سوس اور اکیاونویں کمانڈ (Command Task Force 150 and 151) کے تحت تعینات ہوتے ہیں۔ CTF-150 اور CTF-151 جس کا ہیڈ کوارٹر بحرین میں ہے، پاکستان اس کا سب سے فعال رکن ہے۔ پاکستان نیوی کے ترجمان نے آخر میں اس بات کا ذکر کیا کہ ہم اس ہی جذبے کے ساتھ اپنے جہازوں کو کمبائنڈ میری ٹائم فورس کی ماتحت تعینات کرتے رہیں گے؟ کیا اس تعیناتی کا کمبائنڈ میری ٹائم سکیورٹی کے مشترکہ ساتھ تعلق ہے؟ اور کیا وہ تعلق یہ نہیں کہ وہاں کے سکیورٹی حالات جو اسرائیلی بحری جہازوں کے لیے مناسب نہیں، اس کو کنٹرول کیا جاسکے۔

اظہار اپنے منہ سے

یہاں یہ بات بھی توجہ کے قابل ہے کہ نیوی کے ترجمان نے اس بات کا قول اظہار کیا ہے کہ ہم اسی جذبے کے ساتھ مشترکہ سمندری فوج (Combined Maritime Force) میں بھی خدمات سرانجام دیں گے (اور دے رہے ہیں)۔ تو یہاں اس سوال کا جواب کیا ہو گا کہ

⁵ ملاحظہ ہو Combined Maritime Force کی ویب سائٹ

عمل کی دنیا میں

یہاں میں ایک مثال دے کر بحری فوجیوں سے سوال کروں گا تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ نیوی کے ترجمان کے مطابق بحر احمر کے حالات کے مطابق ہمارے جہاز کی تعیناتی وہاں کی جارہی ہے۔ مثال کے طور پر پاکستانی فریگیٹ طغرل وہاں موجود ہے، اس کا ریڈار چالو (آن) ہے، اس کے قریب سے اسرائیلی جہاز گزر رہا ہے۔ ایک دم ریڈار پر میزائل آنے کی عکاسی آ جاتی ہے..... اب پاکستانی جہاز کا عملہ یہ کیسے طے کرے گا کہ یہ میزائل ان کے خلاف داغا گیا ہے یا اسرائیلی جہاز کے خلاف؟ اگر پاکستانی جہاز اس میزائل کو کاؤنٹر کرتا ہے اور یہ میزائل یمن سے اسرائیلی جہاز کے خلاف لانچ کیا گیا تھا تو کیا ایسی حالت میں پاکستانی جہاز نے اسرائیلی جہاز کی حفاظت نہیں کی؟

اے پاکستانی بحریہ میں اسلام کے دعوے دارو!

کیا کوئی ہے جو نیوی کے ترجمان کا یہ جملہ جس میں اس نے نیوی کا جذبہ، ارادہ اور واقعی عمل (کہ) اسرائیلی جہازوں کا دفاع بھی کریں گے) علماء تک پہنچائے؟ کیا کوئی ہے جو علمائے کرام سے اس بابت فتویٰ طلب کر سکے کہ ”خلیج عدن یا کہیں بھی اگر کوئی مسلمان اسرائیلی جہازوں پر حملہ کرتا ہے تو ان اسرائیلی جہازوں کا دفاع کوئی مسلمان (بحری) فوج کر سکتی ہے؟“..... کیا اس پوری فوج و نیوی میں کوئی ایسا نہیں جو امریکی کمان کے نیچے بنائی گئی ٹاسک فورس میں ڈیوٹی پر جانے سے پہلے علمائے کرام سے اس کا حکم معلوم کر سکے کہ ہم ان اسرائیلی، امریکی، یورپی تجارتی اور سب سے اہم تیل کے ٹینکرز اور بحری جہازوں کی حفاظت کرنے جا رہے ہیں جو غزہ میں ہمارے مسلمان بھائیوں کے قتل عام میں شریک ہیں، کیا ہماری یہ ڈیوٹی حلال ہے یا حرام؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ کمانڈ ٹاسک فورس کی ڈیوٹی میں آپ امریکی، یورپی اور اسرائیلی بحری جہازوں کا دفاع کر رہے ہوتے ہیں؟ آپ کیسے اس حساس اور اصولی مسئلے سے بے خبر ہو کر کفار کے لیے اتنی بڑی خدمات سر انجام دے سکتے ہیں؟ کیا پوری دنیا کے علماء نے اسرائیل کے خلاف جہاد کا فتویٰ نہیں دیا؟ کیا آپ پر فرض نہیں کہ آپ غزہ میں مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے اسرائیلیوں کو نشانہ بنائیں؟ آپ ان کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں؟

کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ جس امریکہ کے ساتھ آپ مشترکہ مشن پر ہیں، جس کے ساتھ آپ نیول ایکس سائزز کر رہے ہیں، جس امریکی نیوی کے آئل ٹینکر سے آپ اس تعیناتی میں تیل وصول کر رہے ہیں، وہ امریکہ فلسطین میں مسلمانوں کے قتل عام میں اسرائیل کا سب سے بڑا معاون و مددگار ہے؟ آپ کیسے مسلمانوں کے قاتل امریکہ کے ساتھ مشترکہ کام و عملیات کر سکتے ہیں؟

Combined Maritime Force تو امریکہ و UN کے ماتحت ہے۔ اس کو اس وقت بھی امریکی نیوی کا حاضر سروس وائس ایڈمرل Brad Cooper کمانڈ کر رہا ہے۔ یہ ایڈمرل مختلف نیول عہدوں کے ساتھ ساتھ افغانستان کے جنگ کے وقت وہاں کے وزارت داخلہ کا امریکہ کی طرف سے مشیر بھی رہا ہے۔ اس فورس کے مطابق تو اس خطے میں اسرائیلی جہازوں کو جو لوگ ہدف بنا رہے ہیں وہ مجرم ہیں اور یہ عمل غیر قانونی ہے۔ اسی طرح اس فورس نے تو اسرائیلی جہازوں کا دفاع کرنا ہے۔ کیا پاکستانی نیوی اسی جذبے کے ساتھ اسرائیلی جہازوں کا دفاع مسلمانوں سے کرے گی جس طرح خود پاکستانی تجارتی جہازوں کا کرتی ہے؟

کیا پاکستان اسرائیل کے ساتھ تجارتی تعلقات رکھتا ہے؟

یاد رہے کہ یمن کی حوثی ملیشیا نے واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ ہم صرف ان جہازوں کو نشانہ بنائیں گے جو یا تو اسرائیل کے ہوں یا پھر کسی دوسرے ملک کے ہوں لیکن اسرائیل کے ساتھ تجارت میں استعمال ہوتے ہوں۔ تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیوی کے ترجمان کے مطابق ہمارا جہاز اس لیے تعینات کیا جا رہا ہے کہ وہاں پاکستانی جہازوں کی حفاظت کر سکیں۔ تو کیا پاکستانی جہاز اسرائیل سے تجارت کے لیے وہاں سے گزرتے ہیں؟ یا پاکستانی کارگو جہاز اسرائیل کے ساتھ تجارت میں استعمال ہوتے ہیں؟ کیا اسرائیل کے ساتھ پاکستان کا کوئی تجارتی معاہدہ ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ تعیناتی کیوں کی گئی۔ جبکہ دھمکی اسرائیلی جہازوں یا اس کے ساتھ تجارت میں استعمال ہونے والے جہازوں کو دیا گیا ہے۔

پی این این ایس طغرل کیوں؟

پاکستان نیوی اس سے پہلے کمانڈ میری ٹائم مشن پر اپنے پرانے یا کمزور جہاز تعینات کرتا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جس مشن پر یہ جہاز جاتے ہیں اس میں جدید ہتھیاروں کا استعمال نہیں کیا جاتا اور نہ ہی مخالفین (جن کے خلاف مشن ہوتا ہے) جدید ٹیکنالوجی سے لیس ہوتے ہیں۔ اس لیے ایک ایسے جہاز کا استعمال کافی ہوتا ہے جو صرف گشت، ریڈار سر ویلنس اور سرچ اینڈ ریسکیو آپریشن کی تعمیل کر سکے اور وہ بھی غیر روایتی عناصر کے خلاف، جو عموماً چھوٹی کشتیوں پر سوار ہوتے ہیں۔ لیکن اس دفعہ پاکستان نیوی اپنا سب سے جدید کلاس فریگیٹ ایف ۵۴ پاپا، پی این این ایس طغرل تعینات کر رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اس دفعہ وہاں جہازوں پر میزائل و ڈرون حملے ہو رہے ہیں۔ اس لیے ایک ایسے جہاز کی ضرورت تھی جس میں جدید اینٹی ایئر ڈیفنس سسٹم ہو۔ اس لیے پی این این ایس طغرل کی تعیناتی عمل میں لائی گئی۔ یاد رہے پی این این ایس طغرل HQ-16 درمیانے فاصلے پر ایئر ڈیفنس میزائل سے لیس پاکستان نیوی کا جدید کلاس فریگیٹ ہے۔

کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ کل قیامت کے دن صحابی رسول ﷺ، خلیفہ ثانی، فاتح القدس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور القدس کے فاتح ثانی سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے سامنے اس حالت میں کھڑے ہوں کہ آپ بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضے کے معاون و مددگار کہلائے جائیں؟

کیا آپ کی اس نیوی میں آپ کو راہ عمل کسی نے نہیں سکھایا؟ کیا سب لیفٹیننٹ اولیس جاکھرائی نے اس امریکہ کے خلاف حملے کی کوشش نہیں کی؟ کیا لیفٹیننٹ ڈیٹان رفیق کی قربانی، اس کا عمل، ایسا نہیں کہ آپ کو بتادے کہ آپ نے جن کے خلاف لڑنا ہے ان سے دوستی و اشتراکیت کیسے کی جاسکتی ہے؟

کیا آپ بائین انظامیہ کے اتحادی بن کر کل قیامت کے دن غزہ کے بیس ہزار سے زائد شہداء، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا سامنا کر پائیں گے؟

کچھ تو غور و فکر کیجیے کہ آپ کیا کر رہے ہیں.....!

اے پاکستان کے علمائے کرام!

علمائے کرام سے گزارش ہے کہ وہ امت کی رہنمائی کریں کہ خلیج فارس سے لے کر بحر احمر تک جب امریکی و اسرائیلی جہاز تیل سے لدے جارہے ہوتے ہیں اور وہی تیل وہاں ان ہوائی جہازوں، ٹینکوں، بکتر بندوں میں استعمال کیا جاتا ہے جس سے ہمارے مظلوم اہل غزہ کے مسلمانوں، عورتوں، بوڑھوں اور کثیر تعداد میں بچوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے، تو کیا ان تیل سے لدے بحری جہازوں کی حفاظت کرنا شرعاً جائز ہے؟

کیا مسلم ممالک کی بحری افواج پر ان کو مارنے کی، ان کو روکنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یا ان کو یہاں سے بحفاظت منتقل کرنے کی خدمت؟

کیا علمائے کرام پاکستانی بحریہ کے بڑے افسروں سے اس بات کے متعلق پوچھ نہیں سکتے کہ آپ جس کمانڈر ٹاسک فورسز کا حصہ ہیں، جو امریکی ایڈمرلز کی کمانڈ (کمانڈ میری ٹائم فورس) کے ماتحت ہیں، ان کے مقاصد کیا ہیں؟

جو مقاصد ان کمانڈ فورسز نے خود بیان کیے ہیں، کیا ان کے حصول میں کسی مسلمان فوج (پاکستان بحریہ) کا اس میں خدمات انجام دینا درست ہے؟

ان ٹاسک فورسز میں رہ کر اسرائیلی جہازوں کی حفاظت، اور علی الاعلان کہنا کہ ہم ایک (اچھے) جذبے کے ساتھ یہ خدمات انجام دے رہے، شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے؟

کمانڈ فورسکی ان کمانڈز کا مسلم خطوں کی سمندروں میں، اور وہ بھی دنیا کی اہم ترین تجارتی گزراگاہوں (آبنائے ہرمز، آبنائے ملاکہ، خلیج عدن اور سب سے بڑھ کر بحر احمر جو مکہ مکرمہ

کے قریب ہے) میں آخر کیا کام ہے؟ کیا امت کی افواج پر لازم نہیں کہ ارض حرم کے ارد گرد صلیبیوں اور صہیونیوں کا یہ قبضہ، یہ گھیرا ختم کریں؟

پھر اس شخص کا کیا حکم ہے کہ جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے اور اس پورے قبضے و گھیرے میں صلیبیوں و صہیونیوں کا مددگار و معاون بھی ہو؟

☆☆☆☆☆

حالات کبھی اجازت نہیں دیں گے.....!

”میرے محترم! حالات نے کبھی اجازت نہیں دی، حالات کا رخ موڑا گیا ہے۔ حالات اس وقت بھی اجازت نہیں دیتے تھے جب ابوالکلام عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر ایک غیر مسلم جج سے کہہ رہا تھا، جب اس نے کہا ابو الکلام لہجہ سخت ہے، تو بین عدالت ہے تو ابوالکلام پھرے ہوئے شیر کی طرح گرج کر کہتا ہے، ”یہ عدالت نہیں کمین گاہ ہے“۔ حالات تو اس وقت بھی اجازت نہیں دیتے تھے جب میرے اور آپ کے شیخ مالٹا کی قید کاٹ رہے تھے، حالات تو اس وقت بھی اجازت نہیں دیتے تھے جب عطاء اللہ شاہ بخاری برف کے بلاکوں پر لیٹا ہوا تھا۔ آج حالات کی بات کرتے ہو؟ اکابرین کی مقدس مطہر پیشانی پر کُٹک کا ٹیکا بننے والے غدار ملا۔ آج حالات اجازت نہیں دیتے؟ حالات کا رخ موڑا جاتا ہے، حالات بدلے جاتے ہیں۔ لیڈر شپ حالات کا انتظار نہیں کرتی، حالات کو اپنے پیچھے لگاتی ہے۔ کس پاگل نے کہا ہے کہ جب حالات ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور جیسے ہوں گے، ہم خطابت کا رنگ دکھائیں گے؟ خطابت کی ضرورت اس وقت ہے، جب حالات ہٹلر جیسے ہوں۔ جوش خطابت کی ضرورت اس وقت ہے جب حالات ہلا کو جیسے ہوں۔ جوش خطابت کی ضرورت اس وقت ہے جب کفر پھیل رہا ہو۔ اور جب دور ابو بکر رضی اللہ عنہ ہو، اس وقت تسبیح کرنے کا وقت ہے۔ پھر جناب کی کوئی ضرورت نہیں حالات تو ویسے ہی ٹھیک ہیں۔“

(مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ)

پاکستان میں برطانوی فوجیوں کی قبریں اور ان سے جڑی تاریخ

حذیفہ خالد

نام سرہ گڑھی، فورٹ لوکارٹ اور گلستان ہیں۔ ان میں سے ایک قلعہ ختم ہو چکا ہے جبکہ دو قلعے پاکستانی سکیورٹی فورسز کے کنٹرول میں ہیں۔ اس دورے کے متعلق اخبارات اور مختلف چینلز پر رپورٹیں نشر ہوئیں جو مختلف صحافیوں دانشوروں سمیت سوشل میڈیا صارفین کی جانب سے سخت تنقید کا سبب بنی۔

صحافی نعمت خان نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”قابض برطانوی فوج کے سپاہی ہیر واور ان کے خلاف لڑنے والے قبائل ولن؟ یا پھر یہ ہماری وسعت نظری ہے کہ ہم نے سکھ سپاہیوں کو یہ موقع دیا کہ وہ ہمارے پشتون قبائلی بھائیوں کے ہاتھوں مارے جانے والے اپنے بزرگوں کی یادگار پر جا کر ان سے اظہار عقیدت کر سکیں؟“

خیبر نیوز پر رفعت اللہ اور کرنی نے اپنے پروگرام میں کہا کہ برطانوی خاتون افسر نے جو باتیں کہیں وہ تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ قبائلی تو آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ اپنے ٹوئٹر پر یہ رپورٹ بنانے والی خاتون صحافی مونا خان (جو اکثر و بیشتر آئی ایس پی آر کی سٹوریز کرتی ہیں) کو جواب دیتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

”وہی غلامانہ ذہنیت ہے جو ستر سال گزر جانے کے باوجود بھی ہم پر حاوی ہے، سرہ گڑھی کہانی کے اصل ہیر و ذ تو وہ قبائل تھے جو حملہ آوار برطانوی راج کے خلاف آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ آپ کی سٹوری میں اصل کردار غائب ہے، ویسے بھی ہیلی کاپٹر میں جا کر ایسی ہی سٹوریز ہوتی ہیں۔ بد قسمتی کی بات یہ ہے ابھی تک کسی مقامی راسٹر نے اس اہم تاریخی واقعہ پر قلم نہیں اٹھایا جس سے اس کہانی کے اصل کردار تاحال پوشیدہ ہیں۔“

محمد زمان لکھتے ہیں:

”یہ آزادی کی جنگ تھی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان غیور قبائلیوں کی یادگار بنائی جاتی نہ کہ پر اے حملہ آوروں کی۔ لیکن کیا کریں اب بھی کچھ لوگوں کی رگوں میں غلامی کا خون دوڑ رہا ہے اور یہی یادگار اپنے آقا کی خواہش پر بنائی گئی۔ غلام ابن غلام۔“

عمر توقیر نے لکھا:

یہ افغانستان پر امریکی حملوں کے بعد کے دن تھے۔ امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت افغانستان میں اپنی فوجیں اتار چکا تھا۔ پاک افغان سرحدی علاقے چن میں ایک دن یکدم کرفیو کا سہا تھا، پاکستان کی سکیورٹی فورسز نے علاقے کو گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ گاڑیوں کی آمدورفت ممنوع تھی۔ علاقہ مکینوں کو اپنے گھروں میں رہنے کا کہا گیا تھا سب پریشان تھے کہ آیا کسی آپریشن کا ارادہ ہے یا کوئی اور مسئلہ ہے بہر حال کرفیو ختم ہوا تو پتہ چلا افغانستان میں آنے والے کسی برطانوی فوجی کے کسی رشتہ دار کی قبر چن میں کسی جگہ تھی جس کے دورے کے لیے اسے چن آنا تھا۔ وہ فوجی قیام پاکستان سے قبل برطانوی دور کی کسی جنگ میں مارا گیا تھا۔ اسی دورے کی وجہ سے چن میں پاکستانی سکیورٹی اداروں نے کرفیو نافذ کیا تھا۔ لیکن سب حیران تھے کہ کسی برطانوی فوجی کی قبر چن میں کہاں ہے۔ دن میں علاقے کے نوجوان چن کے ریلوے سٹیشن کے قریب میدان میں کرکٹ کھیلنے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ میدان کے ایک طرف زمین میں نصب ایک لوہے کا زنگ آلود پنجرہ جسے نشے کے عادی افراد نشے کے لیے بطور ٹھکانہ استعمال کرتے تھے وہ پنجرہ رنگ کیا گیا ہے وہاں ایک قبر تیار کی گئی ہے اور اوپر پاکستان کا جھنڈا بھی بنایا گیا ہے (شاید لازوال غلامی اور خیر گالی کے جذبے کے تحت)۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ یہاں لوہے کے پنجرے میں برطانوی فوجی کی قبر تھی جو برطانوی فوج کی جانشین پاکستانی فوج کی بے توجہی کے سبب ہموار ہو چکی تھی۔ لیکن جب برطانوی فوج نے اپنے فوجی کی خواہش پر انہیں دورے کے اہتمام کے لیے کہا تو لا جواب پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پچھلے جوانوں نے چند گھنٹوں کے اندر ہموار ہوئی قبر کو دوبارہ تیار کر کے رنگ و روغن کے بعد برطانوی آقاؤں کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ اور بات ہے کہ پچھلے جوان اس قبر کو دوبارہ بھول چکے ہیں۔ لوہے کا پنجرہ نشے کے عادی افراد نکال کر بیچ چکے ہیں، قبر ہموار ہو چکی ہے، شاید انہیں بھی یقین ہو چلا ہے کہ برطانوی فوج اب دوبارہ یہاں آنے کی زحمت نہیں کرے گی۔ اگر کی بھی تو چند گھنٹوں کا کرفیو ہی تو لگانا پڑے گا۔ پھر سے قبر نئی نویلی ہو جائے گی۔ ارادہ تو اس قبر کے متعلق ہی لکھنے کا تھا لیکن چند خبریں اور تاریخی واقعات ذہن میں آئے سوچا اس متعلق بھی لکھتے چلیں۔

جون ۲۰۲۲ء میں بھی برطانوی فوج کے سکھ افسران پر مشتمل خصوصی وفد نے پاکستان کے ضلع اور کرنی کے علاقے سرہ گڑھی میں اس مقام کا دورہ کیا جہاں سنہ ۱۸۹۷ء میں قبائلیوں سے لڑتے ہوئے انگریز فوج کے ۲۱ سکھ جوان مار گئے تھے۔ پاکستان آنے والا برطانوی فوجی وفد ۱۲ رکنی تھا جس کی قیادت میجر جنرل سیلیہ ہاروے نے کی۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستانی آرمی چیف نے انہیں اس دورے کی دعوت دی اور انتظامات کیے۔ تقسیم ہند سے پہلے اس علاقے سے برطانوی افواج نے افغانستان اور قبائل کو مایوس کرنے کے لیے تین قلعے تعمیر کیے تھے جن کے

”سرہ گڑھی، سمانہ قلعہ اور کزئی کے مقام پر برطانوی سامراج کی یادگار بنا کر حکومت پاکستان نے ہماری آزادی کی توہین کی ہے۔“

سوشل میڈیا پر یہ خبر وائرل ہونے کے بعد نجیب اور کزئی نامی قبائلی اس مقام پر کھڑا ہوا جہاں چند روز قبل انگریز فوج کے سکھ اہلکار کھڑے ہو کر فخر سے یادگار بنا رہے تھے۔ نجیب نے کہا کہ یہاں لڑنے والے قبائل غدار نہیں بلکہ مٹی پر غیرت کرنے والے تھے۔ بے شرمی اور غلامی کی انتہا دیکھیں کہ اس ویڈیو پر ڈی پی او اور ڈی ایس پی کی جانب سے اسے بلا کر معافی کی ویڈیو ریکارڈ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ نجیب نے انکار کیا تو اسے گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

۴۳ برطانوی فوجیوں کی قبروں پر مشتمل ایک چھوٹا سا قبرستان ضلع نائک کے علاقے منزئی میں واقع ایف سی قلعہ کی حدود میں بھی ہے۔ یہ فوجی کس جنگ میں کن کے ہاتھوں اور کیوں مارے گئے یہ بھی پڑھنے کے لائق ہے۔

مارچ ۱۹۳۶ء میں ایک ہندو لڑکی رام کوری نے اسلام قبول کرنے کے بعد بنوں کے سید امیر نور علی شاہ سے شادی کی، ان کا نام اسلام بی بی رکھا گیا تھا۔ لڑکی کے والدین معاملہ عدالت لے گئے جس نے فیصلہ ان کے حق میں دیا۔

فیصلے کے بعد انگریز لڑکی واپس لے کر جانے میں کامیاب ہو گئے اور بنوں کے انگریز ڈپٹی کمشنر نے عدالتی احکامات کے مطابق سید امیر نور علی شاہ کو گرفتار کر کے سزا دلوائی۔ اس سے وزیرستان میں غم و غصہ پھیل گیا۔ ایک جرگے کے بعد فقیر اپنی رحمہ اللہ نے انگریزوں کے خلاف کارروائی کا اعلان کر دیا۔ بنوں اور شمالی وزیرستان سے شروع ہونے والی جنگ یہ جنوبی وزیرستان تک پھیل گئی۔ محمود قبائل حاجی مرزا علی خان عرف فقیر اپنی رحمہ اللہ کے ساتھ انگریز کے خلاف لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ نومبر ۱۹۳۶ء میں فقیر اپنی رحمہ اللہ کے شیروں نے دو بریگیڈ فوج کو ناکوں چنے چبوائے۔ بڑی تعداد میں برطانوی فوجی مارے گئے۔ اپریل ۱۹۳۷ء میں جنوبی وزیرستان کے علاقے شہور تنگی میں انگریزوں کے ایک قافلے پر مسلح قبائلیوں نے اچانک حملہ کیا جس میں انہیں بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ مارے جانے والے برطانوی فوجیوں میں ۴۳ فوجیوں کی قبریں منزئی کے ایف سی قلعے میں بنیں۔

یہ تھی وہ غیرت جو ہمارے اسلاف اپنے دین کے لیے رکھتے تھے۔ آج کلے کے نام پر بنے اس ملک میں نو مسلموں کیساتھ کیا سلوک ہوتا ہے، کس طرح قبول اسلام کو ناممکن بنانے کے لیے قانون سازی کی جاتی ہیں، کس طرح انہیں ڈرا دھمکا کر واپس پرانا مذہب اختیار کرنے کو کہا جاتا ہے، کس طرح انکے لیے شاختی کارڈ ڈومیسائل اور دوسری ضروری دستاویزات میں حکومت اور سرکاری مشینری مشکلات کھڑی کرتی ہے، ایسا مسلمانوں کے بدترین دشمن ممالک میں بھی نہیں ہوتا۔ عبدالوارث گل صاحب کے سوشل میڈیا چینلز پر یہ سب تفصیل دیکھ لیجئے کہ پاکستان میں نو مسلموں کیساتھ حکومت پاکستان کا رویہ کیسا ہوتا ہے اور کتنے ہی ایسے کیسز ہیں

جن میں عدالتی احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سیاسی اثر رسوخ استعمال کر کے نو مسلم کو واپس اس کے پرانے مذہب اور خاندان کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔

موضوع کی طرف واپس آتے ہیں۔ کراچی کے گورا قبرستان کے علاوہ پشاور کے گورا قبرستان میں بھی برطانوی فوجیوں کی قبریں موجود ہیں۔ ایک قبر جارج رچمنڈ کی ہے جو لیفٹیننٹ تھا اور سنہ ۱۸۶۳ء میں سوات میں یوسفزئی قبیلے کے ساتھ ہونے والی ایک جھڑپ میں مارا گیا تھا۔ میجر جنرل جیمز لینڈ اس لڑائی میں قیادت کر رہا تھا۔ وہ اس جنگ کے لیے کسی سے صلاح مشورہ کیے بغیر بہادری کے جوہر دکھانے فوجیوں کو لے کر سوات پہنچ گیا تھا۔ اس کے اس بے وقوفانہ فیصلے کی برطانوی فوج کو بھاری قیمت ادا کرنی پڑی اور اس لڑائی میں ایک ہزار برطانوی فوجی مارے گئے تھے۔ ایک قبر ازیڈو لیونٹھال کی ہے جس نے اپنا یہودی مذہب ترک کر کے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور پشاور میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔ اس قبرستان میں لیفٹیننٹ سر چرڈ واربرٹن کی قبر بھی ہے اسکے بیٹے رابرٹ بارڈرٹن نے اس علاقے میں مقامی فورس خیر رائل کی بنیاد رکھی تھی۔ قبائل کیساتھ شہدے میں لڑائی میں مارے جانے والے سینٹ جارج میڈو اور رابرٹ رائے ایڈم جو ڈپٹی کمشنر پنجاب تعینات ہوا تھا ایک حملے میں زخموں کی تاب نہ لا سکا وہ بھی یہیں دفن ہے۔

ہر مجاہد کے لیے دل میں عقیدہ توحید کو اس کی تمام جزئیات کے ساتھ راسخ کرنا بہت ضروری ہے۔ قلب و ذہن میں اس یقین کی مسلسل آبیاری کرنا کہ ہمارا ولی اور مولیٰ صرف ایک اللہ ہے، اُسی پر ہمارا بھروسہ ہے، اُسی سے ہماری تمام امیدیں وابستہ ہیں، اُسی کی نصرت ہمارا سہارا ہے، وہی ہے جو تمام تر قوتوں کا مالک ہے، محض اُسی پر توکل اور کامل توکل ہمارا ذراہ ہے۔ ہماری تمام تر تگ و دو اور جدوجہد کا مقصد وحید صرف اُس کی رضا کا حصول ہونا چاہیے۔ یہی ہماری منزل ہے اور اسی منزل کے حصول کے لیے جسم و جان کی تمام توانائیاں اور مال و اولاد کی تمام قربانیاں اُس کی راہ میں پیش کرنے میں ہمیں ذرہ برابر تامل نہیں۔ توجہ اور دھیان دن، رات اللہ ہی کی ذات کی جانب مرکوز رہے اور اُس کی بڑائی اور علی کل شئی تقدیر ہونے کا تصور تمام تر حیات میں جاگزیں ہو۔ تلاوت اور ذکر الہی سے زبان ہمیشہ آباد رہے، دل و دماغ پر اللہ کی یاد کی گھٹا چھائی رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہر کام میں ہماری رہنما ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کے مبارک تذکرے ایمان کو نشوونما دیتے ہیں ان کو پڑھنے اور سننے کا اہتمام بہت اہمیت کا حامل ہے۔

(حافظ طیب نواز شہید رحمہ اللہ)

معر کے ہیں تیز تر!

پاکستان میں جاری مجاہدین کی کارروائیوں کی مختصر رپورٹ

عزالدین مہاجر

کرک میں ۳، اپر دیر میں ۳، چارسدہ میں ۳، چمن میں ۲، سوراب میں ۲، شانگلہ میں ۲، خانیوال میں ایک، تونسہ شریف میں ایک، ڈیرہ غازی خان میں ایک، واشک میں ایک، کراچی میں ایک، ہنگو میں ایک، نصیر آباد میں ایک، نوشہرہ میں ایک، ملاکنڈ میں ایک، توغر میں ایک، ڈیرہ مراد جمالی میں ایک، بونیر میں ایک اور غدر میں ایک کارروائی ہوئی۔ ان حملوں میں پاکستان کے مختلف سکیورٹی اداروں فوج، ایس ایس جی، رینجرز، ایف سی، پولیس اور سی ٹی ڈی کے اہلکاروں کو نشانہ بنایا گیا۔

سال ۲۰۲۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق ایک سال میں ۸۸۱ حملے ہوئے۔ جس میں سکیورٹی اداروں کے ۷۷ افراد ہلاک، ۱۲۱۶ زخمی اور ۲۳ افراد گرفتار ہوئے۔

ان کارروائیوں کے نتیجے میں مجاہدین کو ۴۲ کلاشنکوف، ۱۲ عدد مختلف ہندو قیں، ۶ عدد پستول، ۶ عدد نائٹ وژن دور بینیں، ۳ عدد موٹر سائیکل، ۲ عدد موبائل فون، ۱ عدد راکٹ لانچر، متعدد گرینڈ اور کثیر تعداد میں فوجی ساز و سامان غنیمت میں حاصل ہوا۔

بازن اللہ پاکستانی فوج کے خلاف مجاہدین کا جہاد جاری رہے گا۔ مجاہدین کی جہادی صفیں پہلے سے زیادہ مضبوط، ان کے عزائم قوی اور ارادے پختہ ہیں۔ یہ جاری معرکہ اس وقت تک نہیں تھے گا جب تک اس پاک سرزمین سے امریکی غلام ان جرنیلوں اور خائن حکمرانوں کے تسلط کا خاتمہ نہ ہو جائے اور یہاں اسلامی نظام کا قیام عمل میں نہ آجائے جس کے لیے ہزاروں کی تعداد میں مجاہدین نے اپنی جانوں کی قربانیاں دی ہیں۔

مدارس کے فضلاء کرام کے نام

اپنے علم کا حق ادا کریں، وطن عزیز کے ان خوابیدہ مسلمانوں کو بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کریں جو بھول چکے ہیں کہ انہوں نے امت مسلمہ کی عزت و عظمت کا بیزار بننا ہے، جو بھول چکے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد نے جس مقصد کے حصول کے لیے پاکستان کے بنانے میں جان، مال اور عزت و آبرو کی قربانیاں پیش کی تھیں وہ مقصد تاحال حاصل نہ ہو سکتا۔ آپ نوجوان ہیں، اور نوجوان باہمت ہوتا ہے، اسلام کے لیے ہمیشہ نوجوانوں نے قربانیاں پیش کی ہیں..... اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ آپ کی تمام صلاحیتوں کو دین اسلام کی سر بلندی اور مظلوم باشندگان پاکستان کی نجات کے لیے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مفتی ابو منصور عاصم نورولی محمود حفظہ اللہ)

۱۲ دسمبر ۲۰۲۳ء کو تحریک جہاد پاکستان سے تعلق رکھنے والے مجاہدین نے خیبر پختونخواہ کے ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی تحصیل درابن کے پولیس سٹیشن (جو کہ فوج کے زیر استعمال تھا) پر استشہادی حملہ کیا۔

تحریک جہاد پاکستان کے ترجمان ملا محمد قاسم کے بیان کے مطابق مولوی حسن گنڈاپور نے بارود سے بھری گاڑی فوج کے زیر استعمال پولیس سٹیشن کے مین گیٹ سے ٹکرائی۔ جس کے نتیجے میں فوجی عمارت کا نصف حصہ زمین بوس ہو گیا۔ تین انغماسی مجاہدین ملا محمد جمیل مروت، مولوی صدیق اللہ سواتی اور مولوی عبید اللہ مردانوی، استشہادی حملے کی بدولت دشمن کے اندر پھیلی افراتفری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، کیپ کے اندر داخل ہو گئے اور فوج کے ساتھ دو بدولرائی شروع ہو گئی جو کہ بارہ گھنٹے تک جاری رہی۔ اس مبارک کارروائی میں کم و بیش ۸۰ کے قریب فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

دوسری طرف مجاہدین نے کارروائی کے آغاز میں کیپ سے بھاگے ہوئے فوجیوں کو تھرمل دوربین کے ذریعے انتہائی کم وقت اور سرعت کے ساتھ نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں گیارہ فوجی اہلکار ہلاک ہوئے۔ کارروائی کے بعد تحریک جہاد پاکستان کے نشریاتی ادارے نے فوجیوں کو نشانہ بنانے کی ویڈیو بھی جاری کی۔

ملا محمد قاسم نے اپنے بیان میں کہا کہ درابن میں واقع پولیس سٹیشن میں موجود فوجی اہلکاروں کے ظلم و جبر سے اہل علاقہ تنگ تھے، ہم پاکستانی قوم سے درخواست کرتے ہیں کہ اس ظالم و جابر فوج کے مقابلے میں اس وطن کے حقیقی وارثین مجاہدین اسلام کا ساتھ دیں۔ آئیں اس ظالمانہ نظام سے چھٹکارا پا کر اس ملک کو اس کی اصل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، جس کہ خاطر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا، تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیں۔

دوسری طرف تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین نے سال ۲۰۲۳ء میں ہونے والی مجموعی کارروائیوں کی رپورٹ شائع کی ہے۔ رپورٹ کے مطابق یہ کارروائیاں پاکستان کے مختلف علاقوں میں کی گئیں۔

شمالی وزیرستان میں ۲۰۸، جنوبی وزیرستان میں ۱۵۲، خیبر ایجنسی میں ۱۱۹، ڈیرہ اسماعیل خان میں ۸۰، پشاور میں ۵۷، ٹانک میں ۴۰، کئی مروت میں ۳۴، بنوں میں ۲۴، کرم ایجنسی میں ۲۱، باجوڑ ایجنسی میں ۲۱، مردان میں ۲۰، کوئٹہ میں ۱۹، قلعہ عبداللہ میں ۸، چترال میں ۷، میانوالی میں ۷، لورہ دیر میں ۷، پشین میں ۷، صوابی میں ۶، ژوب میں ۵، مہمند ایجنسی میں ۴، سوات میں ۴،

یہود و ہندو کی اسلام دشمنی

راشد دہلوی

کہ جس گاؤں کے لیے مرنے اور مارنے کی قسمیں کھائی جاتی ہیں، اسی گاؤں کو پراپیگنڈے کی خاطر بلی چڑھا دیا جاتا ہے۔ ایسے کئی واقعات سامنے آئے ہیں جہاں ہندوؤں نے خود ہی بھگوان کی اوتار گاؤں کو موت کی نیند سلا دیا اور الزام مسلمانوں پر ڈال کر فساد برپا کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

عظیم تر اسرائیل اور اکھنڈ بھارت

عظیم تر اسرائیل: اللہ تعالیٰ کی نافرمان اور انبیاء علیہم السلام کی قاتل قوم، صدیوں اپنے کرتوتوں کی وجہ سے در بدر پھرنے کے بعد عظیم اسرائیل کا خواب دیکھ رہی ہے، جس کی بنیاد وہی دھوکہ دہی، مکر و فریب اور ظلم و ستم سے ڈالی گئی ہے۔ صہیونیت مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی سلطنت بنانے کی ایک تحریک ہے، جس کی بنیاد ۱۸۹۷ء میں تھیوڈور ہرزل نے رکھی تھی۔ جس کا مقصد پہلے مرحلے میں فلسطین میں ناجائز اسرائیلی ریاست کا قیام تھا۔ اس ناجائز ریاست کو بنانے میں برطانیہ کا اہم کردار تھا جبکہ بعد میں اور اب تک امریکہ اور یورپ کی مدد حاصل ہے۔ عظیم اسرائیل کا خواب شام، عراق، مصر، اردن اور سعودی عرب کے کچھ علاقے اپنے اندر شامل کرنا ہے۔

اکھنڈ بھارت: ذات پات، اونچ نیچ، سنی پر تھا، ظلم و زیادتی، برہمنوں کو انسانوں کے دائرے سے نکال کر بھگوان کا درجہ دینا اور باقی بچے مانس کو ان کا خادم و نوکر سمجھنے والی ریت کو مسلمانوں نے توڑ دیا اور ہندوستان میں بسنے والے لوگوں کو مسلمانوں نے ایک ایسا نظام زندگی اور عدل و انصاف متعارف کرایا جس نے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے، بتوں، جانوروں اور ہر ظاہری طور پر نفع اور نقصان پہنچانے والی چیز کی پرستش سے نجات دے کر، انسانوں اور سب مخلوقات کے رب کی غلامی اور فطرت پر مبنی نظام سے روشناس کروایا۔ جس کی بہاریں دیکھ کر انسان کا غلام نہ رہا بلکہ اپنے مالک حقیقی کا غلام بن گیا۔ جوق در جوق لوگ بت پرستی کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے لگے اور ہندوؤں کا ذات پات، ظلم و زیادتی و ناانصافی پر مبنی نظام (جہاں عورتوں کو ستر پوشی کے لیے بھی ٹیکس دینا پڑتا تھا) غرق ہو کر اندھیروں میں ڈوب گیا۔ اسی ظالم نظام کو قوت دینے اور وسیع کرنے کے لیے ہندوؤں نے ہندوستان میں مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ ہندوستان میں انگریزوں کی آمد سے ہندو قوم پرست نظریہ ہندوؤں کی بنا پڑی اور ہندوؤں کو امید کی کرن نظر آنے لگی۔ تقسیم ہند ہندوؤں کے لیے ہندو راج قائم کرنے کا سنہری موقع تھا اور وہ اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبار اکھڑا کرنے کے لیے دن رات محنت

طوفان الاقصیٰ آپریشن یہودیوں پر اللہ کا سوط العذاب بن کر ایسا پڑا کہ نبیوں کو ایذا پہنچانے والی قوم تملنا اٹھی۔ کفر کی صفوں میں بابا کارمچ گئی، کفر سے محبت کرنے والے زار و قطار آنسوؤں کی نہریں بہانے لگے۔ میلوں دور بیٹھے یہود کے ہندو بھائیوں کو بھی ایسی مصیبت پڑی کہ ان کی راتوں کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ بر ملا یہودیوں کی حمایت کا اعلان کیا گیا، سڑکوں پر یہودیوں کے ساتھ مرنے مارنے کی قسمیں کھائی گئیں۔ یہودیوں کے شانہ بشانہ لڑنے کے عہد و پیمان باندھے گئے۔ بقی آئندہ سرسوتی (پنڈت) نے اپنے ایک ہزار پیروکاروں کے ساتھ غزہ جنگ میں کودنے کی پیشکش کی۔ یہ اور بات ہے کہ طوفان الاقصیٰ کا نام سن کر پنڈت کی دل کی دھڑکنیں گھبراہٹ کے مارے تیز ہو گئی ہوں گی۔

ہندو کی یہود سے دوستی اور محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فلسطین کی حمایت میں نکلنے والے غیور مسلمان مردوں اور خواتین کو گرفتار کر لیا گیا۔ جبکہ دوسری طرف ہندوؤں نے بڑی تعداد میں اکٹھے ہو کر اسرائیل کی حمایت میں ریلیاں نکالیں۔

یہود اور ہندو امت مسلمہ کے بدترین دشمن ہیں، دونوں دھوکا دہی، مکاری، بزدلی اور مظالم میں شدید ہیں۔ اپنی گھٹیا چالوں سے دونوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور دونوں اقوام میں پائی جانے والی مماثلتوں کا مختصر جائزہ ہیں۔

گوسالہ پرستی اور گاؤں

گوسالہ پرستی: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد یہودیوں نے گائے کے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور نافرمان ہو گئے، یہودیوں نے جس گائے کی عقیدت میں پوجا شروع کی تھی اب وہ اسی گائے کو ذبح کرنے کے فراق میں ہیں۔ سرخ بچھڑا (ریڈ ہیفر) جس کا انتظار کیا جا رہا ہے، یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہ سرخ بچھڑا ایسا ہے جس کے صرف تین سرخ بال ہیں اور جو پیدا ہو چکا ہے، یہودیوں کا ماننا ہے کہ وہ اس بچھڑے کی قربانی کریں گے، جس کے بعد ان کا مسیحا (دجال) نمودار ہو جائے گا اور یہودیوں کو دنیا کی حکمرانی عطا کرے گا۔

گاؤں: ہندو دھرم میں گائے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ گائے کو پوجا جاتا ہے، اس کے پیشاب، پاخانے سے ہندو شدھی (ان کی نظر میں پاکی حقیقت میں ناپاکی) حاصل کرتے ہیں۔ دودھ، دہی، لسی جیسی خوراکی اشیاء کو بھگوان کا پرشاد سمجھ کر استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن بھارت میں اسی گاؤں کے نام پر مسلمانوں پر بے تحاشا ظلم و ستم ڈھائے جاتے ہیں۔ گائے کی سانوں کو بچانے کے لیے مسلمانوں کی سانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جاتا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے

کرنے لگے۔ پہلے مسلمانوں کو سیکولرازم کے نام پر دھوکہ دیا گیا اور اب مسلمانوں کو ظلم و طاقت سے ڈرا کر ہندو راشٹر کا شور بنایا جا رہا ہے۔

ایک ہزار سال بعد ظلمت کے اندھیروں میں غرق اس راکشک نے پھر سر اٹھایا اور اپنے خواب کو اکھنڈ بھارت کی لڑی میں پرو دیا۔ پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش اور افغانستان کو ملا کر ہندو راشٹر کے تحت لانا اور اکھنڈ بھارت بنانا ہندوؤں کا مقصد ہے۔

ہیکل سلیمانی اور رام مندر

ہیکل سلیمانی: حماس کے غیور مجاہدین کے اسرائیل پر تار تار توڑ (ایک کے بعد ایک) حملوں کے مقاصد میں سے ایک مقصد بیت المقدس مسجد اقصیٰ کو ظالموں کے ہاتھوں سے چھڑانا بھی ہے، جسے یہودی شہید کر کے تیسری بار اپنا (ہیکل سلیمانی) بنانا چاہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے کئی سو سال پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر کردہ مسجد اقصیٰ، جسے یہودی ہیکل سلیمانی (فرسٹ ٹیمپل) کہتے ہیں، شہید کیا جا چکی تھی۔ پھر رومیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ۵۰۰ برس پہلے ہیکل سلیمانی کا سیکنڈ ٹیمپل بھی گرا دیا۔ اب یہودی مسجد اقصیٰ کپاوند کی ایک دیوار کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہیکل سلیمانی کی دیوار ہے اور اسے دیوار گریہ کہتے ہیں اور اس کے سامنے ماتم کرتے ہیں، روتے ہیں، دھوتے ہیں اور اپنی دانست میں ہیکل سلیمانی تیسری بار بنانے کے خواہاں ہیں۔ اس کے نقشے بھی بنائے جا چکے ہیں۔ ڈینس مائیکل نامی ایک یہودی نے ۱۹۶۹ء میں بیت المقدس کے ایک حصے کو جلا دیا تھا۔ یہودیوں کے نزدیک مسجد اقصیٰ کو ہیکل سلیمانی کی جگہ پر بنایا گیا ہے۔ یہودی بیت المقدس کو شہید کرنے کی ناپاک اور غلیظ کوشش سے پہلے اپنی مذہبی رسومات کو پورا کرنا چاہتے ہیں جس میں ایک سرخ رنگ کے پچھڑے کو ذبح کرنا بھی ہے۔

یروشلم کے ایک محقق جمال عمر نے کہا ہے کہ ہیکل انٹی ٹیوٹ اور میوزیم کی تیاریاں کی جا رہی ہیں، نذرانے پیش کیے جا رہے ہیں، قربانی کے جانور ذبح کیے جا رہے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر جولائی ۲۰۲۳ء میں ۶۵۵۸ آباد کاروں نے مسجد اقصیٰ پر دھاوا بولا تھا۔

رام مندر: ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء..... ہندوستان کی عالی شان، تین گنبدوں والی مسجد، جو شہنشاہ بابر کے دور میں اودھ کے حاکم میر باقی تاشقندی نے ۱۵۲۸ء میں تعمیر کرائی، اس بابر کی مسجد کو شہید کر دیا گیا۔ پولیس انتظامیہ ہندوؤں کو تحفظ دیتی رہی، سیاسی اکھاڑے میں مسلمانوں کو طفل تسلیم دی جاتی رہیں، ملک کی عدلیہ پر اندھا یقین رکھنے والوں کے ہوش تب اڑے جب ۹ نومبر ۲۰۱۹ء کو آنے والے سپریم کورٹ کے فیصلے نے اودھیا میں رام مندر کی تعمیر کا راستہ صاف کر دیا۔ یہ فیصلہ حقائق کی بنیاد پر نہیں بلکہ ہندوؤں کی آستھاء کے مطابق دیا گیا تھا۔ رام مندر کا افتتاح ہو چکا ہے۔ ۱۸۰۰ کروڑ روپے سے یہ بت خانہ بنایا گیا ہے۔ ویشواہندو پریشاد رام مندر کی تعمیر کو ملک کی تاریخ کا ایک قابل فخر لمحہ قرار دیتی ہے۔ رام مندر کی تعمیر میں تین لاکھ سے زائد گاؤں کی

شرکت اور ۱۶ کروڑ رام بھگتوں نے حصہ لیا۔ ہندو اسے اپنی جیت کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ ہندوؤں کے ٹارگٹ پر تین ہزار سے زیادہ مساجد ہیں، جنہیں وہ نعوذ باللہ گرا کر بت خانے بنانا چاہتے ہیں، اس طرح وہ اپنے تئیں اپنا کھویا ہوا قاتر حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: جمہوری نظام تباہی کے دہانے پر!

﴿وَلَا تُضِلُّهُمْ وَلَا تَزَيِّغُهُمْ وَلَا تُدْمِنُ لَهُمْ وَلَا تُمْسِكْ لَهُمْ أَعْيُنَكَ وَأَنْتَ أَعْيُنُكَ وَأَنْتَ أَعْيُنُكَ وَأَنْتَ أَعْيُنُكَ﴾ (النساء: ۱۱۹)

”اور میں انہیں راہ راست سے بھٹکا کر رہوں گا، اور انہیں خوب آرزوئیں دلاؤں گا، اور انہیں حکم دوں گا تو وہ چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے، اور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کے دین میں تبدیلی کریں گے۔ اور جو شخص اللہ کے بجائے شیطان کو دوست بنائے اس نے کھلے کھلے خسارے کا سودا کیا۔“

کسی کو دنیا میں تھکنے کے بدلے دنیا تو مل گئی لیکن ابدی آخرت کا مکمل خسارہ ہاتھ آیا۔ فرمایا:

﴿يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَذَّيْتُمْ طَبَّيْتُمْ فِي حَيَاتِكُمْ الدُّنْيَا وَأَسْتَمْتُمْ عَنْهَا فَأَلَيْتُمْ فُتُورَ عَذَابِ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ﴾ (الأحقاف: ۲۰)

”اور اس دن کو یاد کرو جب ان کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا (اور کہا جائے گا کہ) تم نے اپنے حصے کی اچھی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں ختم کر ڈالیں اور ان سے خوب مزہ لے لیا، لہذا آج تمہیں بدلے میں ذلت کی سزا ملے گی، کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے، اور کیونکہ تم نافرمانی کے عادی تھے۔“

خسارے کا شکار ہونے والوں کی یہ ایک اور قسم ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا (103) الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُجْتَسِمُونَ صُنْعًا﴾ (الكهف: 103، 104)

”آپ کہہ دیجیے کیا ہم تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں رہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیا کی زندگی ہی میں برباد ہو گئیں، اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ تو بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔“

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

اخباری

کالموں کا جائزہ

شاہین صدیقی



حلال پر پابندی

بھارت

بھارت میں جوں جوں انتخابات قریب آرہے ہیں، بھگوا قتیوں ہر سمت سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ اس سلسلے کی اہم خبر یہ ہے کہ بی جے پی سرکار نے ایک نیا تحریمی ایجنڈا اپنایا ہے۔ اتر پردیش سرکار تصدیق شدہ حلال خوردنی اشیاء کی فروخت پر پابندی عائد کر رہی ہے۔ اس حکم کے تحت وہ اشیاء جن پر ”حلال سرٹیفکیٹ“ کی مہر ہوگی ان تمام اشیاء پر ریاست میں خرید و فروخت پر پابندی ہوگی۔

اس حوالے سے روزنامہ اردو ناٹمز میں مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

اتر پردیش حکومت کو ’حلال‘ کھانے ناقابل قبول | مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

”وزیر اعلیٰ یوگی ادتیہ ناتھ کے حکم پر فوڈ سیفٹی اینڈ ڈرگ اینڈ منسٹریشن ڈپارٹمنٹ کی ایڈیشنل چیف سیکریٹری انشاسنگھ نے احکامات جاری کر کے تمام حلال سندیافتہ اشیاء کی تیاری، ذخیرہ اندوزی، خرید و فروخت پر پابندی لگا دی ہے اور لکھنؤ کی دکانوں پر چھاپہ ماری شروع ہو گئی ہے۔ خوردنی اشیاء کے ساتھ کاسمیٹک اور دوائیں بھی شامل ہیں، صرف ان مصنوعات کو علیحدہ رکھا گیا ہے جو حکومت دوسرے ملکوں کو برآمد کرتی ہے۔“

... یہاں ہمیں بہار اور یوپی حکومت کا فرق بھی سمجھ لینا چاہیے، بہار حکومت نے ”حرام“ پر پابندی لگائی ہے، آپ کو معلوم ہے کہ یہاں شراب بندی ہے، جب کہ یوپی میں ”حلال“ پر پابندی لگا دی گئی ہے جو سماجی، اخلاقی اور قانونی طور پر غلط ہے، لیکن کیا کیجیے، جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ پہلے گائے کا ذبیحہ، کھلی جگہ میں نماز کی پابندی لگائی گئی، اور اب حلال کھانے سے بھی روکا جا رہا ہے، کہاں گئی جمہوریت کہاں گے اس کے تقاضے، دستور میں دیے گئے بنیادی حقوق کی بالادستی، سب کچھ دھیرے دھیرے ختم کیا جا رہا ہے اور ملک کو ایک ایسے اندھیرے میں لے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس میں نہ تہذیبی اخلاق و اقدار کا پاس ملحوظ رکھا جا رہا ہے اور نہ ہی دستور میں دیے گئے بنیادی حقوق کی رعایت کی جا رہی ہے۔ یوگی من مانی کر رہا ہے اور مودی اس کی پشت پر مضبوطی سے کھڑے ہیں۔“

[اردو ناٹمز]

روزنامہ انقلاب میں عاصم جلال کے نزدیک ”حلال پروڈکشن“ سرٹیفکیٹ پر پابندی سے مسلمانوں کو اتنا نقصان نہیں ہو گا جتنا کہ بھگوا تنظیمیں پہنچانا چاہ رہی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

یوگی راج میں ’حلال‘ مصنوعات پر پابندی پریشان کن کم، مضحکہ خیز اور احساس کمتری کا مظہر زیادہ | عاصم جلال

چونکہ ذبیحہ پابندی سے مستثنیٰ ہے اس لیے مسلمان یوگی سرکار کی اس پابندی سے متاثر ہوں گے نہ یہ ان کے لیے پریشانی کا باعث ہے۔ گوشت اور گوشت سے بنی اشیاء کو خریدتے وقت مسلمان اس بات کی تصدیق اس وقت بھی کر لیتے تھے جب حلال سرٹیفکیشن کا چلن ملک میں نہیں تھا اور اب بھی کرتے ہیں۔ رہا دودھ سے بنی مصنوعات، شکر، بیکری پروڈکٹس، خوردنی تیل جیسی چیزوں کا معاملہ جن پر حلال مہر پر حکومت نے پابندی لگا دی ہے، تو ان پر ویج اور نان ویج کی علامت واضح طور پر موجود ہوتی ہے۔ اگر کوئی شے ویج ہے تو پھر وہ حلال بھی ہے جبکہ اگر نان ویج ہے تو خریدتے وقت مسلمان اپنے طور پر احتیاط خود ہی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی مارکیٹ میں ”حلال سرٹیفائیڈ“ اشیاء کی مانگ کسی طبقے کی طرف سے کبھی ہوئی ہی نہیں، بلکہ یہ تو کمپنیاں ہیں جو مسلمانوں کو رجھانے کے لیے ”حلال“ سرٹیفکیٹ حاصل کرتی ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جو ایکسپورٹ بھی کرتی ہیں۔ یہ کمپنیاں ملکی اور غیر ملکی مارکیٹ کے لیے الگ الگ سیکنگ کی بجائے ایک ہی سیکنگ کا استعمال کر کے اپنا خرچ بچاتی ہیں۔ نتیجتاً ملک میں فروخت ہونے والی اشیاء پر بھی حلال کالوگو نظر آ جاتا ہے۔ یوگی سرکار کے فیصلے سے ایسی کمپنیاں بری طرح متاثر ہو رہی ہیں۔

رہی بات حلال سرٹیفکیشن کی تو خود مرکزی حکومت اس کی اجازت دیتی ہے اور ایسا سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے اداروں کی منظوری بھی دیتی ہے۔ یوگی سرکار کی حلال پر پابندی نہ صرف اس کی تنگ نظری کا مظہر ہے بلکہ عالمی سطح پر ملک کے لیے باعث شرمندگی بھی ہے جو ایکسپورٹس کے کاروبار کو بھی متاثر کر سکتی ہے اور اس طرح ملکی معیشت کے لیے بھی نقصان کا باعث بن سکتی ہے لیکن کیا کیجیے کہ اس وقت ملک میں دو ٹوٹوں کے لیے کبھی حجاب تو کبھی حلال کو موضوع بحث بنایا جاتا رہتا ہے۔“

[روزنامہ انقلاب]

۶ دسمبر ۱۹۹۲ء ہندوستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن تھا۔ جب انتہا پسند بھگو اغنڈوں نے مسلمانوں کی تاریخی بابری مسجد کو شہید کر دیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ مسلمانوں کو عدالت سے بھی انصاف نہ مل سکا، اور عدالت نے بھی ہندوؤں کے موقف، یعنی بابری مسجد ہندوؤں کے رام کی جنم بھومی پر مسلمان بادشاہ نے مندر توڑ کر بنائی تھی، کی تائید کی اور فیصلہ رام مندر کے حق میں دے دیا۔ اب ۳۱ سال بعد اسی جگہ پر رام مندر کا افتتاح کر دیا گیا ہے جبکہ مسلمانوں کو باقی تاریخی مساجد کی سلامتی کی فکر لاحق ہے۔ ناپاک ہندوؤں کے مذموم مقاصد اس وقت ہی عیاں ہو گئے تھے جب بابری مسجد کی موقع پر اور اس کے بعد یہ نعرہ لگایا گیا ”یہ تو ابھی جھانکی ہے، کاشی متھرا باقی ہے۔“

اس وقت متھرا کی شاہی عید گاہ اور کاشی کی گیان واپی مسجد کا وجود بھی اسی خطرے سے دوچار ہے جس طرح دہائیوں قبل بابری مسجد پر ان کی بری نظر تھی۔ جس طرح ہندوستان کے مسلمانوں کے نام، شعائر، تاریخ، تاریخی ورثے سے لے کر مسلمانوں کے وجود تک کو ختم کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں، اسی طرح مسلمانوں کی تاریخی مساجد کو قانونی راستے سے مندر میں تبدیل کرنے کی کوششیں بھی تیزی سے جاری ہیں۔ اس حوالے سے ہندوستان کے مسلمان پریشان بھی ہیں اور بے چین بھی۔ اسی لیے یہ موضوع کالم نویسوں کے زیر قلم بھی بہت آیا۔

یہاں ہم چند کالموں سے اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

اور اب متھرا عید گاہ مسجد بھی بابری مسجد کی راہ پر | ندیم عبدالقدیر

”جب عدالتیں خود ہی ان مسجدوں کو مندر میں تبدیل کرنے کے لیے سرپٹ بھاگ رہی ہوں تو اور کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ گیان واپی مسجد اور اب متھرا مسجد کو مندر میں تبدیل کرنے کے لیے عدالتیں اتنی بے قابو ہو گئیں کہ انہوں نے ملک کے آئین میں درج ۱۹۹۱ء عبادت گاہ قانون کو ہی تار تار کر کے رکھ دیا۔ ۱۹۹۱ء عبادت گاہ قانون کہتا ہے کہ آزادی کے وقت یعنی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے روز جو عبادت گاہ جس مذہب کی ہوگی اس عبادت گاہ کو قانونی طور پر اسی مذہب کا مانا جائے گا۔ اس کی مذہبی شناخت قطعی طور پر تبدیل نہیں کی جاسکتی ہے حتیٰ اس بارے میں عدالتیں کسی درخواست پر شنوائی بھی قبول کرنے کی اہل نہیں ہوں گی۔ اتنے واضح الفاظ کے باوجود عدالتوں نے نہ صرف ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے وقت موجود مسجدوں کے بارے میں متنازع درخواست قبول کی بلکہ اس کے آگے بھی کئی ایسے احکامات صادر کر دیے جو ۱۹۹۱ء کے عبادت گاہ قانون کو روند دینے کے مترادف ہیں۔ اس کا آغاز گیان واپی مسجد سے ہوا۔ عدالتوں نے گیان واپی مسجد میں ’آثار قدیمہ کے سروے‘ کرانے کی عرضی قبول کر کے مسجدوں کو متنازع بنانے کی راہ ہموار کر دی۔ آثار قدیمہ کے سروے کے نام پر ہی اس پوری

سازش کی شروعات ہوئی۔ گیان واپی مسجد میں کئی دن چلے اس سروے میں جب کچھ نہیں ملا تو سروے کے عین آخری دن حوض کے فوارے کو ہی ہندو عقیدت کا پتھر قرار دے دیا گیا۔ بس پھر کیا تھا باقی کام میڈیائیے کر دیا اور فوارے کو ہندو عقیدت کا پتھر ثابت کرنے کے لیے عوامی رائے مستحکم کرنے میں پوری طاقت جھونک دی۔ ’سروے‘ کی اسی کامیابی کو دیکھتے ہوئے اب متھرا شاہی عید گاہ مسجد میں بھی اسے ہی دہرایا گیا۔

گیان واپی مسجد میں ’آثار قدیمہ کے سروے‘ کرانے کی عرضی قبول کر کے عدالت نے بوتل کے ایک ایسے جن کو باہر نکال دیا ہے جو کتنی تنہا ہی چائے گا اس کا اندازہ کسی کو نہیں ہے۔ اس حربے کی بنیاد پر ملک کی کوئی بھی مسجد محفوظ نہیں ہے۔ اس فیصلے کے سہارے ملک کی کسی بھی مسجد کا بہت ہی آسانی سے سروے کروایا جاسکتا ہے اور سروے میں مسجد کی عمارت، اس کے حرم، حوض، ستون، چھت یا دیوار کے کسی بھی پتھر کو ہندوؤں کے ہزاروں دیوی دیوتاؤں میں سے کسی بھی ایک دیوی دیوتا کی کوئی بھی ایک نشانی قرار دے کر اس مسجد کے مندر ہونے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک لاتناہی سلسلہ ہے۔ اسے بنیاد بنا کر ابھی آگے اور کیا کیا تماشائے ہونے والا ہے دیکھتے جائیے۔“

[اردو ٹائمز]

آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا..... | انجینئر نسیم انصاری

”بابری مسجد میں ۱۹۴۹ء میں چوری چھپے مورتی رکھ دی جاتی ہے جسے ملک کی سب سے بڑی عدالت نے بھی چوری چھپے مورتی رکھنے کا جرم مانا مگر بعد میں جس حرکت کو چوری چھپے زبردستی اور جبر اگاہا گیا تھا اسی کو عوام کے سامنے رام لاکا نمودار ہونا ثابت کرتے ہوئے تاریخ کو توڑ مروڑ کر جھوٹی من گھڑت آستھاسے جوڑ کر اسے خوب پھیلایا گیا اور ان مورتی رکھنے والوں کو سزا دینے کی بجائے انعام کے طور پر پوری مسجد کی زمین دے دی جاتی ہے۔ کسی کی زمین ہتھیانے کا یہ قدیم برہمنی موثر طریقہ ہمیشہ سے ہی کارگر رہا ہے۔ بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد اس طریقہ نے زور پکڑا ہے، اب گیان واپی مسجد دہلی کی شاہی جامع مسجد، اجیر درگاہ، ودیگر مساجد و درگاہیں و آستانوں پر بھی یلغار کر دی گئی ہے اور قدیم مساجد کے نیچے منادر ہونے کا دعویٰ کرنے کی ہوڈ لگ گئی ہے۔ گیان واپی مسجد میں شیولنگ نمودار ہونے کا شور برپا کیا گیا اور فوارے کو شیولنگ بتا کر پورے مسجد احاطے پر قبضہ کرنے کی سازش کو آگے بڑھایا جا رہا ہے جس پر غلطی عدالت کے بعد سپریم کورٹ نے بھی درمیانی راہ نکالی اور تنازع کو یکسر ختم کرنے کی بجائے جہاں ایک طرف مسلمانوں کو نماز کی اجازت دے کر انہیں پر سکون کرنے کی کوشش کی وہیں حوض کو سیل کر کے بظاہر شیولنگ والے دعوے کو تقویت دی، اب متھرا کی شاہی عید گاہ کے معاملہ میں الہ آباد ہائی کورٹ نے سروے کا حکم دے کر وہی پرانا طرز عمل اختیار کیا

ہے، آگے کیا ہو گا سب سمجھ رہے ہیں، سروے پھر کھدائی اور پھر پرانی مندر ہونے کا دعویٰ اور اس کے بعد.....“

[اردو نامہ]

گیان والی اور متھر کے مقدموں میں تیزی زعفرانی سیاست کے لیے تقویت کا باعث

اعاصم جلالی

’پلیس آف ورشپ ایکٹ‘ یہ یقین دہانی کرتا ہے کہ ۱۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو جس عبادت گاہ کی جو مذہبی حیثیت تھی وہ برقرار رہے گی، اسے تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ اسی بنیاد پر مسلم فریق نے ہندو فریق کے پیشمنوں کی مخالفت کی اور ان کے ”ناقابل سماعت“ ہونے کی دلیل دی تھی مگر الہ آباد ہائی کورٹ کے جسٹس رویت رنجن اگر وال نے یہ کہہ کر اعتراضات کو مسترد کر دیا کہ ۱۹۹۱ء کا مذکورہ قانون ان عرصیوں کے لیے رکاوٹ نہیں بنتا۔ جج نے ذیلی عدالت کو چھ ماہ میں فیصلہ سنانے کا حکم دیتے ہوئے یہ دلیل دی کہ عرضی گزاروں (ہندو فریق) نے عبادت گاہ کی مذہبی حیثیت بدلنے کی اپیل نہیں کی بلکہ وہ مذہبی حیثیت کی ”بحالی“ اور اسے طے کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ انتہائی نہیں ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں ایک طرح سے گیان والی مسجد کمپلیکس کی موجودہ مسلم حیثیت کو ہی ماننے سے انکار کر دیا۔ کورٹ نے کہا کہ مسجد کمپلاؤنڈ مسلم حیثیت کا بھی حامل ہو سکتا ہے اور ہندو حیثیت کا بھی، معاملے کی سماعت کے وقت ہی یہ طے نہیں کیا جاسکتا (کہ اس کی مذہبی حیثیت کیا ہے)۔

ایک طرف جہاں باری مسجد کی جگہ پر تعمیر ہونے والے رام مندر کے ۲۲ جنوری کے افتتاح کو ۲۰۲۴ء کے پارلیمانی الیکشن میں بھنانے کی تیاری ہو رہی ہے وہیں گیان والی مسجد اور متھر کی شاہی عید گاہ کے مقدمات میں عدالتی فیصلے بھی جھگڑا سیاست کے لیے تقویت کا باعث بن رہے ہیں۔ آسان لفظوں میں کہیں تو الہ آباد کورٹ نے ذیلی عدالت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ۶ ماہ میں یہ فیصلہ سنائے کہ گیان والی مسجد پر مسلمانوں کا دعویٰ درست ہے یا ہندوؤں کا۔ ۶ ماہ میں ہی ملک میں پارلیمانی انتخابات بھی ہونے ہیں۔ اس لیے اگر ۶ ماہ میں گیان والی پر بھی فیصلہ آجائے تو کوئی حیرانی نہیں ہونی چاہیے، نہ ہی اس معاملے کا سیاسی استحصال حیرت کا سبب ہو گا۔

[روزنامہ انقلاب]

انتخابات اور اسٹیبلشمنٹ

پاکستان

پاکستان کے سیاسی، معاشی و معاشرتی حالات دگرگوں ہیں۔ ایسے میں ۸ فروری کو الیکشن کی باتیں ہو رہی ہیں۔ لیکن طاقتور ادارے انتخابات میں وہ آزادی فراہم نہیں کرنا چاہتے کہ جس سے ملک پر ان کا مضبوط شکنجا کمزور ہو جائے۔ اس لیے ایک طرف عوام کو مطمئن کرنے کے لیے انتخابات کا اعلان کر دیا تو دوسری طرف بظاہر اقتدار میں آنے والے مہرے تیار بیٹھے ہیں۔

اس وقت جب آزادی اظہار پر قد غن ہے، صحافی نہ کھل کر لکھ پارہے ہیں نہ بول پارہے ہیں۔

بی بی سی اردو کے تجزیہ نگار وسعت اللہ خان لکھتے ہیں:

الیکشن ہو رہے ہیں یا منہ پر مارے جارہے ہیں؟ | وسعت اللہ خان

”سپریم کورٹ کو الیکشن کی تاریخ مقرر کرنے کے لیے پہلے تو متعلقہ اداروں کے سر آپس میں ٹکرائے پڑے، جب عدالت عظمیٰ کے بے حد اصرار پر آٹھ فروری کی تاریخ کا اعلان ہو گیا تب بھی آناکانی ہیرا بھیری کی کوششیں جاری رہی اور معزز عدالت کو ایک بار پھر آٹھ تاریخ کو کھونٹے سے باندھنے کے لیے مداخلت کرنی پڑی۔

چنانچہ مرتاکیا نہ کرتا۔ بالکل نوے نکور نا تجربہ کار دو کروڑ پنتیس لاکھ فرسٹ ٹائمروں سے خائف اسٹیبلشمنٹ الیکشن کروانے پر آمادہ تو ہے مگر اب تک کی حرکتیں بتا رہی ہیں کہ گویا یہ الیکشن منعقد نہیں ہو رہے قوم کے منہ پر مارے جارہے ہیں۔“ لے پھڑ مر ٹھونس لے۔“

... اسٹیبلشمنٹ کی ذہنی کیفیت کو پڑھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ آٹھ فروری کو (خدا نخواستہ) الیکشن ہوا تو اتنا شفاف ہو گا کہ سب اس میں اپنا منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ ہمیں اور آپ کو گزشتہ الیکشن کی قدر و قیمت بھی تب ہی معلوم ہو گی جب آٹھ فروری کے بعد بھی زنجیر بکف پالیسیوں کا تسلسل جاری رکھنے اور وعدوں کے تازہ خربوزے پھوڑنے کے کام کے لیے ایک اور منتخب ڈنگراں حکومت، جملہ عروسی میں داخل ہو گی۔

شیر، مگرچھ، بھٹی پے اور باز پر مشتمل چار کنی کمیٹی کی نگرانی میں تیندوے، بکری، طوطے، گرگٹ، ہرن، مینڈک، بارہ سینگے، سانپ، کٹے، اور لکڑ بگے پر مشتمل مخلوط سرکار جنگل کا نظام چلائے گی۔ یعنی ایک اور ہزار میجسٹریٹ لائل گورنمنٹ اور ہزار میجسٹریٹ لائل اپوزیشن۔ شکار آدھا آدھا۔“

[بی بی سی اردو]

پاکستان احتجاج کرنے والی بلوچ خواتین پر تشدد

پاکستان میں عوام کو ایجنسیوں کی جانب سے غائب کر کے خفیہ زندانوں میں قید کرنا یا پھر جعلی پولیس مقابلوں کے ذریعے قتل کر دینا کوئی نئی بات نہیں۔ پاکستان میں خفیہ ایجنسیوں نے ناحق ظلم کی ایک تاریخ رقم کی ہے۔ ہزاروں باپ بھائی اور بیٹے بغیر کسی جرم کے اٹھائے ہوئے ہیں، اور گھر والوں کو ان کی زندگی اور موت کی کوئی خبر نہیں اور نہ ہی اپنے پیاروں کے جرم سے واقف ہیں۔ اس معاملے میں بلوچوں کے ساتھ ظلم ہوا ہے، ان کی بہن بیٹیاں ہر وقت سراپا احتجاج کبھی کسی ادارے کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہیں تو کبھی کسی دوسرے کا۔

اسی سلسلے میں یہ خواتین احتجاج کرنے اسلام آباد پہنچیں تو ان کے خلاف طاقت کا استعمال کیا گیا۔ زبردستی پولیس اسٹیشن لے جایا گیا اور پوچھ گچھ کے نام پر تکالیف سے دوچار کیا گیا۔

اس حوالے سے عاصمہ شیرانی کی بی بی سی اردو پر لکھے گئے کالم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

چٹان عورتوں کی زنانہ وار تحریک | عاصمہ شیرازی

”یہ سب اسلام آباد کو اپنی کہانیاں سناتے آئے ہیں، کسی کا باپ موجود نہیں تو کسی کا بیٹا غائب، کوئی اپنے طالب علم بیٹے کے لاپتہ ہونے کا بتا رہا ہے تو کوئی اپنے والد کی گمشدگی کی پکار لگا رہا ہے۔ ان کے ستائے ہوئے چہرے اور تلخ لہجے پتہ دے رہے ہیں کہ اب کی بار اسلام آباد نے ان کی بات نہ سنی تو یہ دکھ دل میں نہیں دبائیں گے، یہ چٹانیں اب لاوے کا بوجھ برداشت نہ کر پائیں گی۔

یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان کے پیارے کہاں ہیں؟ سب زیر زمین ہیں یا آسمان نے ان کو پناہ دی ہے کوئی نہیں جانتا اور جو جانتے ہیں وہ انہیں بتا نہیں سکتے یا بتانے کی جرات نہیں کرتے۔

دسمبر کی سرد رات کے نصف میں ویمن پولیس اسٹیشن میں میری موجودگی میں ارباب اختیار سے ماہ رنگ یہ سوال بار بار اٹھا رہی تھی کہ ہمارا قصور کیا ہے؟ کیوں ہمارے ساتھ یہ سلوک کیوں؟ ہم اپنا حق ہی تو مانگ رہے ہیں، آپ ہماری بات تو سنیں۔ کیا ہم اس سلوک کے مستحق ہیں؟

ماہ رنگ کے ان چھوٹے چھوٹے مگر سخت سوالوں کا جواب کسی کے پاس کیا ہوتا اٹھا جس طرح کا سلوک روار کھا گیا وہ ناقابل فہم بھی ہے اور قابل مذمت بھی۔

یوں تو بلوچستان گزشتہ دہائیوں سے شورش زدہ ہے لیکن پچھلے چند سالوں میں لاپتہ افراد کا مسئلہ سنگین تر ہو چکا ہے۔ حالیہ جاری تحریک یوں تیز ہوئی جب بلوچ طالب علموں کو مبینہ طور پر اٹھایا گیا اور بائیس برس کے بالاج مولابخش کو لاش کی صورت لوٹایا گیا۔

پولیس کا موقف ہے کہ بالاج زیر حراست تھا اگر عسکریت پسندوں کے حملے میں مارا گیا۔ یہ محض ایک واقعہ نہیں اس طرح کے کئی واقعات سامنے آچکے ہیں مگر اصل سوال یہ ہے کہ بلوچ طالب علموں کو ہی کیوں اٹھالیا جاتا ہے۔ علم کے طالبوں سے خوف کیسا؟ بہر حال اگر شکایت ہے تو گرفتار کیا جائے، عدالتوں کے روبرو پیش کیا جائے نہ کہ انہیں غائب کر دیا جائے۔ بھلا کبھی آواز بھی قتل ہوئی ہے، کبھی سوچ بھی انہیں کی جاسکتی ہے یا کبھی خیال کو زنجیریں پہنائی گئی ہیں؟“ [بی بی سی اردو]

عمل قوم لوط کا فروغ

پاکستان

اس وقت مغربی دنیا سے مسلمان ممالک بالخصوص پاکستان میں ہم جنس پرستی اور LGBTQ+ جیسے غلیظ اور فتنہ انگیز نظریے کو جس طرح نوجوان نسل میں فروغ دیا جا رہا ہے یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے علماء، ذمہ داران،

سیاسی لیڈر اور صحافی اس کے خلاف کچھ خاص متحرک نہیں۔ کچھ لوگ سوشل میڈیا پر آواز اٹھا رہے ہیں لیکن جس رفتار سے یہ منحوس نظریہ پھیل رہا ہے وہ بہت پریشان کن ہے۔

اس حوالے سے انصار عباسی کے ایک کالم سے اقتباس ملاحظہ ہو:

سافٹ میچ کا زہر | انصار عباسی

”پاکستانی معاشرے کی دینی و معاشرتی اقدار اور اخلاقیات کی تباہی کا سلسلہ جاری و ساری ہے، جسے روکنے اور درست کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہ ریاست کی سطح پر نظر آرہی ہے اور نہ ہی اس سلسلے میں حکومت، سیاسی جماعتوں، دوسرے ذمہ داروں یا عوام کا کوئی کردار نظر آرہا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے پتہ چلا کہ حکومت کی اپنی وزارت انسانی حقوق کی جانب سے اسلام آباد میں کچھ ایسے پوسٹر ز آویزاں کیے گئے جو دراصل ہم جنس پرستی یا LGBTQ اور ٹرانس جینڈر کی تشہیر کے زمرے میں آتے ہیں۔ اس پر میں نے نگران وزیر اعظم کی توجہ دلائی۔ جماعت اسلامی کے سینئر مشتاق احمد اور کچھ دوسرے افراد نے بھی اس مسئلہ کو سوشل میڈیا کے ذریعے اٹھایا لیکن اس پر حکومت کی طرف سے جواب میں خاموشی کے علاوہ کچھ نظر نہ آیا۔ ایسی اشتہار بازی جو نہ صرف ہماری دینی تعلیمات اور معاشرتی اقدار کے خلاف ہے بلکہ پاکستانی معاشرے میں مزید گندگی اور بے حیائی پھیلانے کا ذریعہ ہے اس کے لیے حکومت خود قوم کا پیسہ لگا رہی ہے۔ اگر حکومت کا یہ اقدام کسی انفرادی عمل کا نتیجہ ہے تو پھر نشاندہی کے باوجود کیوں نہ کسی کی کوئی پوچھ گچھ ہوئی، نہ کسی ذمہ دار کو معطل کیا گیا جس سے تاثر یہ مل رہا ہے کہ حکومت مغرب کے دباؤ میں انسانی حقوق کے نام پر یہاں بھی ہم جنس پرستی کو پروموٹ کر رہی ہے۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ ایک طرف اگر ایسے غیر اسلامی عمل کے لیے حکومت کے پاس پیسے کی کمی نہیں تو دوسری طرف میڈیا کے ذریعے یہ خبر سامنے آئی کہ پنجاب میں سکولوں کے نصاب میں شامل بنیادی اسلامی تعلیمات سے متعلق نصاب کی اشاعت کے لیے فنڈز کی فراہمی نہیں کی جا رہی۔ اس سلسلے میں سوشل میڈیا کے ذریعے بھی آواز اٹھائی گئی لیکن پنجاب حکومت کی طرف سے کوئی وضاحت سامنے نہ آئی۔

غزہ میں جاری اسرائیلی جارحیت

فلسطین

غزہ کے مسلمانوں پر ناپاک اسرائیلی حکومت کی طرف سے مسلط کردہ جنگ کو تین ماہ ہو چکے۔ اس پورے عرصے میں اسرائیل نے فضائی بمباریوں میں غزہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ ان بدترین و وحشیانہ حملوں میں روزانہ اوسطاً سو (۱۰۰) سے دو سو (۲۰۰) افراد کے جاں بحق ہونے کی اطلاعات آرہی ہیں۔ الجزیرہ کے مطابق اب تک ۲۳ ہزار سے زائد افراد شہید ہو چکے ہیں۔ تقریباً اٹھاون (۵۸) ہزار زخمی اور ۷۰ ہزار سے زائد لاپتہ ہیں، جن کے بارے میں گمان ہے کہ وہ بھی طبعی تلے دب کر شہید ہو چکے ہیں۔ اسرائیل کا منحوس وجود اپنی درندگی میں جنگی جرائم کی تمام حدود پھلانگ چکا ہے۔ شہید ہونے والوں کی زیادہ تعداد خواتین اور بچوں کی ہے۔

ناصر غزہ بلکہ مغربی کنارے پر فلسطینی آبادی بھی مسلسل حملوں کی زد میں ہے۔ الجزیرہ کے مطابق ۸ اکتوبر سے اب تک لگاتار تیرہواں جمعہ ہے کہ مسلمانوں کو مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے اور نماز جمعہ ادا کرنے پر پابندی جاری ہے۔ مسلمانوں کو مسجد میں داخلے سے روکنے کے لیے مسجد اقصیٰ کو اسرائیلی پولیس کی بھاری نفری نے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔

جب سے اسرائیل نے اپنے فوجیوں کے ذریعے زمینی کارروائیوں کا آغاز کیا ہے، تب سے اسے مجاہدین کے ہاتھوں مسلسل مزاحمت اور ہزیمت کا سامنا ہے۔ گو کہ مجاہدین تعداد میں بہت کم اور اتنی بڑی طاقت کے مقابل وسائل کی کمی کے باوجود لڑ رہے ہیں، لیکن پختہ ایمان، ثابت قدمی اور گوریلا حملوں کے ذریعے صیہونیوں کو ناکوں چنے چوڑا رہے ہیں۔ صیہونی ریاست اپنے فوجیوں کی شکست اور خوف کو چھپانے کے لیے بمباری اور درندگی بڑھا رہی ہے، لیکن محققین اور جنگی تجزیہ نگار یہ بات واضح انداز میں کہہ رہے ہیں کہ اسرائیل اتنے طویل عرصے میں پوری قوت صرف کر کے بھی اپنے مطلوبہ اہداف حاصل نہیں کر سکا، اور اس بات کا غصہ وہ معصوم شہریوں پر اندھا دھن بمباری کر کے نکال رہا ہے۔

غزہ میں جاری یہ جنگ ملکی و بین الاقوامی میڈیا پر مستقل موضوع بحث ہے۔ اس سلسلے میں ہم چند مضامین اور تجزیوں کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں تاکہ فلسطین کی موجودہ صورتحال کا اندازہ ہو سکے۔

مڈل ایسٹ مانیٹر میں ڈاکٹر عامرہ ابو الفتوح غزہ کے علاقے شجاعیہ میں اسرائیلی فوج اور حماس کی دو بدولٹائی کے متعلق لکھتی ہیں:

A night on which the Zionists wept | Dr. Amira Abo el-Fetouh

ترجمہ: ”اسرائیلی فوج کا دعویٰ ہے کہ وہ ناقابل تسخیر ہے، لیکن حماس کے عسکری ونگ القسام بریگیڈ اس کی ناک زمین پر رگڑنے اور پوری دنیا کے سامنے ایک ایسی نازک قوت کے طور پر بے نقاب کرنے میں کامیاب ہو گیا جو دور سے کنٹرول کی جانے والی جدید ٹیکنالوجی، اور ایسے بزدل سپاہیوں پر انحصار کرتی ہے، جو آمناسامنا ہونے پر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ شجاعیہ کا معرکہ القسام کے ایسے حیران کن کارناموں میں سے ایک کے طور پر لکھا جائے گا جس کا ادراک غلام ذہن نہیں کر سکتے، بالخصوص عرب صیہونی، جو کہ میری رائے میں اسرائیلی صیہونیوں اور ان کے اتحادیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ اگر ایسے عرب نہ ہوتے تو اسرائیل غزہ میں فلسطینیوں پر حملہ کرنے اور بڑے پیمانے پر شہری آبادی پر بدترین جرائم کا ارتکاب کرنے کی جرات نہ کرتا۔ اب تک اٹھارہ ہزار آٹھ سو سے زائد فلسطینی شہید ہو چکے ہیں، جن میں اکثریت عورتوں اور بچوں کی ہے۔ اسرائیل عرب صیہونی حکومتوں کی جانب سے ہری جھنڈی دکھائے جانے کے بغیر عبادت گاہوں اور ہسپتالوں سمیت

شہری انفراسٹرکچر کو تباہ کرنے کے قابل نہ ہوتا، بالکل اسی طرح جیسے ان حکومتوں کو امریکہ کی طرف سے دکھائی گئی۔ اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو نے اعتراف کیا ہے کہ عرب حکومتیں اور فلسطینی اتھارٹی نسل پرست صیہونی ریاست کے ساتھ ہیں اور جس طرح وہ حماس سے چھٹکارا چاہتا ہے وہ بھی یہی چاہتے ہیں۔

اسرائیلی وزیر دفاع یوگلیٹ (Yoav Gallant) نے تسلیم کیا کہ شجاعیہ میں نام نہاد ”اسرائیلی ڈیفنس فورسز“ کی صفوں میں بھاری نقصان ہوا ہے۔ ایک سینئر فوجی کمانڈر نے القسام بریگیڈ کے حملے کو ایسا دردناک دھچکا قرار دیا جس میں قریبی دوست، سپاہی اور ساتھی افسران جدا ہو گئے۔ اسرائیلی فوج کے چیف آف سٹاف ہرزی ہلوی (Herzi Halevi) نے گھات لگا کر حملے کو مشکل اور خطرناک قرار دیا، جبکہ نیتن یاہو نے شجاعیہ محلے میں ہونے والے نقصانات پر لڑائی کو ”مشکل“ قرار دیتے ہوئے دکھ کا اظہار کیا۔ القسام کے جنگجوؤں نے بظاہر تیرہویں گولانی ڈویژن کا کمانڈر، تیرہویں گولانی بٹالین کا کمانڈر، ۶۶۹ ویں کمانڈو یونٹ کا کمانڈر، ۵۱ ویں بٹالین کا کمانڈر اور ۵۱ ویں بٹالین سے ہی ایک اور کمانڈر سمیت کئی اعلیٰ افسران اور بڑی تعداد میں سپاہیوں کو گرفتار کیا ہے۔

جب بھی اسرائیلی قابض افواج کو اتنی بڑی شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ اپنا غصہ فلسطینی شہریوں پر اتارتے ہیں اور ان پر اور زیادہ امریکی فراہم کردہ گولہ بارود برساتے ہیں۔“

[Middle East Monitor]

الجزیرہ پر شائع ہونے والے ایک مضمون میں اس بات کا جائزہ لیا گیا کہ آیا اسرائیل حماس کو اتنا کمزور کر چکا ہے کہ وہ جنگ جیت لے؟

Has Israel weekend Hamas enough to win the war on Gaza | Zoran Kusovac

ترجمہ: ”کارکردگی کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی اور غیر جانبدارانہ تجزیہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب تک حماس نے ناکامیوں سے زیادہ کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

حماس کا وجود برقرار ہے:

یہ تنظیم اب بھی پوری طرح زندہ اور متحرک ہے۔ سیاسی طور پر، اسے اب بھی غزہ کی پٹی میں شدید تباہ حال شہری ڈھانچے کی باقیات پر کنٹرول رکھنے والا واحد ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے، چاہے قانونی طور پر نہیں لیکن عملی طور پر ایسا ہی ہے۔۔۔

... اپنی بہترین فیلڈ انٹیلی جنس پر بھروسہ کرتے ہوئے اسرائیل ٹارگٹڈ فضائی حملوں میں کم از کم پانچ بٹالین کمانڈروں کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہوا ہے، جبکہ مزید چھ دوران جنگ ہلاک ہوئے، جن میں شالی بریگیڈ کے کمانڈر بھی شامل ہیں۔ لیکن پھر بھی کوئی بھی یونٹ ”قیادت کے

فقدان“ کی وجہ سے ختم نہیں ہوا، جس سے حماس کی قابل نائین کی منصوبہ بندی کرنے اور ان کو تربیت دینے کی واضح صلاحیت کی تصدیق ہوتی ہے۔ اسرائیل جہاں بھی اسے سرنگیں ملیں وہاں اس کے داخلی راستوں کو تباہ یا بند کر رہا ہے، لیکن اس بات کی واضح نشانیاں موجود ہیں کہ حماس اب بھی اتنی زیر زمین تنصیبات کو برقرار رکھے ہوئے ہے جن کے ذریعے وہ فرنٹ لائنز پر افواج کو حرکت دے سکے اور اس طرح عموماً دشمن کو بے خبری میں جالیتے ہیں۔

حماس کو دیگر مسلح گروہوں کا تعاون حاصل ہے:

غزہ سے آنے والی اطلاعات سے بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے حماس کا مسلح ونگ، القسام بریگیڈ ہی صرف لڑ رہا ہے۔ درحقیقت وہاں کم از کم ۱۲ مختلف مسلح گروہ ہیں، جو مختلف سیاسی اور نظریاتی بلاکس سے وابستہ ہیں...

... ان تمام گروہوں کو حماس کی چھتری تلے رکھنا ایک عملی حل ہے جو نظریہ ضرورت کے تحت وجود میں آیا، لیکن ایسا لگتا ہے کہ یہ تمام متعلقہ افراد کے اطمینان کے ساتھ چل رہا ہے اور اس میں اب تک کوئی تناؤ یا دراڑ نظر نہیں آئی...

حماس کو مغربی کنارے میں مقبولیت حاصل ہوئی ہے:

... مغربی کنارے کے بہت سے فلسطینیوں نے کھلے عام حماس کے جھنڈے، بالعموم الفتح کے جھنڈوں کے ساتھ لہرا کر غزہ کی جنگ پر رد عمل کا اظہار کیا ہے۔ فضیلوں میں گھرے اور ٹوٹے پھوٹے مغربی کنارے میں رہنے والے نوجوان فلسطینی طویل عرصے سے اس طرح کا سلوک برداشت کرنے والے غیر فعال مغلوبین بنے رہنے کی وجہ سے ناراض ہیں۔

بہت سوں نے اپنی امیدیں اور توقعات ان لوگوں سے باندھ لی ہیں جو اٹھ کھڑے ہوئے، جو ابی لڑائی کی اور اسرائیل کو سخت چوٹ پہنچائی، حالانکہ اسرائیل ان سے کہیں زیادہ طاقتور ہے...

بھاری جانی نقصان اٹھانے کے باوجود، جو ساکھ اس نے مغرب میں حاصل کی ہے، شاید حماس کے پاس پریشان ہونے سے زیادہ مطمئن ہونے کی وجوہات ہیں۔“

[Al Jazeera English]

بی بی سی اردو کے صحافی محمد حنیف کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آپ کے پورے خاندان کا خاتمہ کر دیا | محمد حنیف

”جب ہنسی بستی آبادیاں تباہ کر دی جائیں اور لوگ اپنے گھروں کے لمبوں سے اپنے پیاروں کی لاشیں اور کھانے کے برتن ڈھونڈ رہے ہوتے تو مغرب سے مغربی ضمیر کے رحم دل دستے سوکھا راشن اور بچوں کے کھلونے لے کر پہنچ جاتے۔ ان کے امدادی ٹرکوں پر بھی کیمرے

والے صحافی موجود ہوتے جو راشن کے لیے اٹھے ہاتھوں اور بے کس چہروں کی تصویریں دنیا تک پہنچاتے اور داد پاتے۔

جدید جنگ تقریباً ایک مکمل سہیج بن گئی تھی جس میں اسلحے کا کاروبار بھی خوب پھلتا پھوتا اور جنگ زدہ لوگوں کے لیے خیموں اور کمبلوں کی مانگ بھی ہمیشہ ضرور رہتی۔ جن کو ازلی خون کی پیاس تھی انہیں بھی خوراک مل جاتی اور جن کے دل انسانیت سے بھرپور تھے ان کا دھندہ بھی چلا رہتا۔

پہلے آسمانوں سے بمباری پھر بستیاں روندتے ہوئے ٹینک، اس کے بعد جنگ بندی کے مطالبے اور پھر امدادی ٹرکوں کے قافلے۔ اسلحے کی فیکٹریاں بھی تین شفتوں میں چلتیں اور انسانی ہمدردی سے لبریز مغربی ضمیر کی دیہاڑیاں بھی لگی رہتیں۔

جب اسرائیل نے غزہ پر وحشت ناک بمباری شروع کی (اور چونکہ ایڈیٹوریل گائڈ لائن کی ضرورت ہے اس لیے بتاتے چلیں کہ یہ لڑائی سات اکتوبر کے حماس حملوں سے شروع نہیں ہوئی ۷۰ سال پہلے شروع ہوئی تھی) تو موسمی دفاعی تجزیہ نگاروں کا بھی خیال تھا کہ امریکہ اور اس کی باقی نام نہاد برادری چند دن اسرائیل کو کھلا ہاتھ دے گی، ایک کے بدلے دس مارو، اگر کسی نے غزہ میں گھر، سکول، ہسپتال، میوزیم بنالیا ہے تو اسے نیست و نابود کر دو۔ بچے مریں گے مارو لیکن پھر مغربی ضمیر انگڑائی لے کر بیدار ہو گا اور کہے گا ہم نے بہت ہزار بچوں کی لاشوں کی تصویریں دیکھی ہیں اب یہ کام بند کرو۔ لیکن مغربی ضمیر کی گنتی ابھی پوری نہیں ہوئی۔

ہم تک ننھے بچوں کی تصویریں اور کہانیاں دنیا تک پہنچانے والے ۷۰ صحافی بھی مار دیے ہیں۔ ان میں سے کئی پورے خاندان کے ساتھ لیکن مغربی ضمیر اسرائیل سے صرف یہ کہلو اسکا ہے کہ ہم نے غلط مامردیا۔“

[بی بی سی اردو]

ہندوستان سے دارالعلوم حیدر آباد کے استاد حدیث مولانا سید احمد و میض ندوی مسلم حکمرانوں کے سوتے ہوئے ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے لکھتے ہیں:

مسلم حکمرانوں کی غیرت ایمانی کہاں گئی؟ | مولانا سید احمد و میض ندوی

”افسوس ان مسلم ممالک پر ہے جن کے کانوں پر اب تک جوں نہیں ریگ رہی، غزہ کے تقریباً ملے میں تبدیل ہو جانے اور فلسطینیوں کا سب کچھ لٹ جانے کے باوجود مسلم ممالک بے حس کی دیز چادر تان کر سوتے ہوئے ہیں، کیا ان میں ایمانی غیرت کی ادنیٰ راق بھی باقی نہیں؟ کیا ان کا احساس مرچکا ہے؟ کیا ان کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے؟ کیا انہیں اپنے ایمانی بھائیوں کی چیخیں سنائی نہیں دیتی؟ کیا غزہ کے معصوم بچوں کا تڑپ تڑپ کر جان دینا ان کے ضمیر کو جنبش نہیں دیتا؟ مسلم حکمرانوں کا اصل المیہ غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کا فقدان ہے، حیرت ہے کہ

مصر کا صدر سی سی کہتا ہے کہ مصری فوج مصر کی حفاظت کے لیے ہے، ادھر پاکستانی آرمی چیف کا کہنا ہے کہ پاکستان کی مسلح افواج کی توجہ مادر وطن کی سرحدوں کے دفاع پر مرکوز ہے، جہاں تک سعودی عرب کا تعلق ہے تو وہ ایسے نازک حالات میں بھی اسرائیل سے روابط بڑھانے کے لیے بے چین ہے۔ ۷۵ مسلم ملکوں کی لاکھوں افواج اگر قبلہ اول کو نہیں بچا سکتی اور ان کی نگاہوں کے سامنے فلسطینیوں کی مکمل نسل کشی ہونے لگے تو ایسی افواج کا وجود ہی بے معنی ہے۔“

[روزنامہ منصف]

اس وقت امت مسلمہ انتشار کا شکار ہے، وحشی صیہونی غاصبوں کا ظلم و جبر اور درندگی دیکھ کر روح تک کانپ جاتی ہے، لیکن مسلمان ممالک حالت جمود میں ہیں۔ مسلم حکمرانوں کی زبانوں پر تالے ہیں، ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں، یہ حکمران غزہ کی پکار پر لبیک کہنے کی بجائے اندھے گونگے اور بہرے ہو چکے ہیں۔ ان کی یہ خاموشی انہیں ظالم کا ساتھی بناتی ہے۔ مڈل ایسٹ مانیٹر پریڈاکٹر لیڈیا وزیر لکھتی ہیں:

Not to the Arab leaders: your silence is louder than the bombs | Dr. Lydia Wazir

ترجمہ: ”جبکہ ہمساری جاری ہے اور غزہ کی تباہ حال گلیوں میں بچوں کی چیخیں گونج رہی ہیں، ایک اہم سوال باقی ہے: عرب رہنماؤں کی جانب سے یہ کان پھاڑ دینے والی خاموشی کیوں ہے؟ فلسطینیوں کی المناک حالت زار کے سامنے، ان لوگوں کی جانب سے کسی قسم کے آہ و نالہ کا فقدان، جو کوئی تبدیلی لا سکتے ہیں، مایوس کن ہے۔ کیسی سیاسی مصلحت اور طاقت فلسطینیوں کے جائز مقصد سے زیادہ اہم ہے؟ کیا یہ مفادات ان کی جانوں، عزتوں اور انسانیت سے زیادہ قیمتی ہیں؟

فلسطینی ایسے دشمن میں گھرے ہوئے ہیں جو انسانی جان اور اخلاقی سالمیت سے عاری ہے۔ جب دنیا ان کی ناختم ہونے والی تکالیف کو دیکھ رہی ہے، سوشل میڈیا پر یہ نسل کشی لایو چل رہی ہے، ایک روگٹے کھڑے کر دینے والا سوال ابھرتا ہے: اگلی باری کس کی ہے جسے اشد ضرورت کے وقت تنہا چھوڑ دیا جائے گا؟...

اسرائیل کے مجرمانہ قبضے نے کئی دہائیوں سے فلسطین اور اس کی عوام کو ناقابل بیان درد سے دوچار کر رکھا ہے، اور اس صورتحال کو فقط جنگ بندی سے حل نہیں کیا جاسکتا۔ فلسطینی عوام کا واحد ”جرم“ اسرائیل کے وحشیانہ فوجی قبضے کو قبول کرنے سے انکار ہے۔ نسل پرست ریاست کے متعصبانہ اقدامات ختم ہونے چاہئیں۔ اتنے زیادہ متاثرین اور اس قدر تباہی کے سامنے خاموشی ناقابل قبول ہے۔ غیر جانبداری ناممکن ہے، اس کے برعکس دعویٰ کرنا ظالم کا ساتھ دینا ہے۔ بے گناہ فلسطینی شہریوں کے خلاف نفرت اور تشدد، جس کی پوری دنیا شاہد ہے، اقوام

متحدہ کے چارٹر کی شرائط کی خلاف ورزی ہے۔ اگر انسانی حقوق کا اطلاق فلسطینیوں پر نہیں ہوتا، تو پھر ان کا اطلاق کسی پر نہیں ہوتا۔
بے عملی، خاموشی اور اخلاقی ناکامی کے نتائج بھگتنا ہوں گے۔ دنیا آنے والی نسلوں کو بہت پریشان کن پیغام دے رہی ہے۔“

[Middle East Monitor]

صیہونی فوجی فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ اپنے غیر انسانی اور گھٹیا سلوک کی خود ویڈیوز بنا کر بطور ثبوت سوشل میڈیا پر پوسٹ کر رہے ہیں۔ اسرائیل کی ان گری ہوئی اور گھٹیا حرکتوں میں یہ خبر بھی شامل ہے کہ اسرائیل نے غزہ کے قیدیوں کی جولا شیں واپس کی ہیں ان میں سے اعضاء نکال کر چرائے ہیں۔ اس طرح کی بیچ حرکتیں اسرائیل ماضی میں بھی کرتا رہا ہے، کیونکہ اسے کھلی چھٹی ہے اور پوچھنے والا کوئی نہیں۔

انہی انسانیت سوز جرائم کا ذکر ایک مضمون میں کچھ اس طرح کیا گیا:

What the international community's silence over Israel's colonial violence has reaped in Gaza | Romana Wadi

ترجمہ: ”طبی ماہرین کی جانب سے لاشوں کے اہم اعضاء کے غائب ہونے کے انکشاف کے بعد، یورو میڈیا نیٹز نے ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں مارے گئے فلسطینیوں کے اعضاء کی چوری کی تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ماضی میں اسرائیل پر، مارے جانے والے فلسطینیوں کی لاشوں کو فقط انجماد سے کم درجہ حرارت پر نمبروں کے قبرستان میں رکھ کر انہیں محفوظ کرنے کی پالیسی کی وجہ سے اعضاء کی چوری کا شبہ رہا ہے۔ سی این این کی ۲۰۰۹ء کی ایک رپورٹ میں کہا گیا کہ یہ اعضاء فلسطینیوں اور غیر ملکی کارکنوں کے جسموں سے ”ہارویسٹ“ (فصل کی کٹائی سے پیداوار حاصل کرنے کا عمل) کیے گئے تھے۔

زیادہ واضح مظالم میں غزہ کے ایک فٹ بال کے میدان میں فلسطینی شہریوں کو پکڑ دھکڑ کے بعد جمع کرنا شامل ہے، جسے مین اسٹریم میڈیا نے بھی اٹھایا۔ تاہم مثال کے طور پر، اسکاٹی نیوز نے ویڈیو کے نیچے ایک اعلان بھی شامل کیا: ”آئی ڈی ایف نے اسکاٹی نیوز کو بتایا کہ حراست میں لیے گئے افراد کے ساتھ بین الاقوامی قانون کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے۔“ بین الاقوامی قانون میں کہاں لکھا ہے کہ قیدیوں کو برہنہ کرنا، ان پر تشدد کرنا اور انہیں سرعام پھانسی دینا جائز ہے؟ اس موقع پر کون ہے جو آئی ڈی ایف کی بیان بازی کو سنجیدگی سے لے رہا ہے؟ یا تو احق یا برضا اور غبت ہرکار۔

اس ویڈیو کو لے لیجیے جس میں ایک اسرائیلی فوجی ایک بارہ سالی بچی کو مارنے کی ڈینگیں مار رہا ہے اور طنزیہ انداز میں افسوس کا اظہار کر رہا ہے کہ غزہ میں اب مارنے کے لیے کوئی بچہ باقی نہیں

بچا۔ کیا اسرائیل کی جانب سے کی جانے والی نسلی تطہیر کی حمایت کرنے والے اداروں اور افراد کے پاس اس کا کوئی عذر ہے؟ آئی ڈی ایف کے اسٹینڈرڈ بیانات اسرائیلی استعماری تشدد کو، چاہے وہ ریاستی اداروں کی طرف سے کیا گیا ہو یا انفرادی سطح پر، خوبصورت لبادہ اوڑھانے کا کام مزید سرانجام نہیں دے سکتے۔ بین الاقوامی خاموشی اس حد تک مستقل رہی ہے کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کیا ہوتی ہے اور بلاشبہ جنگی جرائم کیا ہوتے ہیں اس کے پیرامیٹر کو اس حد تک وسعت دے دی گئی ہے کہ وہ پہچان سے باہر ہو چکے ہیں۔

غزہ میں جو کچھ ہم آج دیکھ رہے ہیں اسے ۱۹۴۸ء سے لے کر آج تک اقوام متحدہ کی کان پھاڑ دینے والی خاموشی سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔“

[Middle East Monitor]

آخر میں مشہور صحافی اور مصنف یوان ریڈلے کے غزہ کی صورتحال پر مضمون سے چند اقتباس پیش کرتے ہیں:

Who is winning the war in Palestine? It's not the IDF! | Yvonne Ridley

”۷ اکتوبر کے بعد سے دنیا کی سب سے زیادہ بااخلاق فوج نے:

- غزہ میں اٹھارہ لاکھ فلسطینیوں کو بے گھر کیا،
 - سکولوں، ہسپتالوں اور اقوام متحدہ کی عمارتوں کو تباہ کیا،
 - سو سے زیادہ صحافیوں اور اقوام متحدہ کے کارکنوں کی ریکارڈ تعداد کو قتل کیا
 - کئی پیشہ ور ڈاکٹروں، طبیبیوں، صحافیوں اور مینیجرز کو برہنہ کیا ان کی تذلیل کی اور حماس کے حر است میں لیے گئے جنگجوؤں کا بہانہ بنا کر ان کی برہنہ پریڈ کروائی،
 - ٹک ٹاک پر پوز دکھاتے ہوئے چھوٹے کاروباروں پر لوٹ مار کی،
 - کیمرے کے آگے فلسطینیوں کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کی،
 - تحویل میں موجود قیدیوں پر پیشاب کیا،
 - مسلمانوں اور عیسائیوں کے قبرستانوں میں قبریں کھود کر لاشیں نکالیں۔
- ان الزامات سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا کیونکہ احمقوں نے اپنی ساری ویڈیوز خود بنائیں اور سوشل میڈیا اینٹ ورکس پر اپنی بدسلوکیوں کی بھیاناک تصاویر اپ لوڈ کر دیں۔

اسرائیل کے مرکزی سپانسر کے طور پر، امریکیوں کو دنیا کی چوتھی سب سے بڑی اور جدید ترین فوج کی مالی معاونت کی قدر پر سوال اٹھانا شروع کر دینا چاہیے۔ اب تک کے شواہد سے ایسا لگتا

^۱ آئرن پردہ (Iron Curtain) ایک سیاسی اصطلاح ہے جسے اس سیاسی حد بندی کے لیے استعمال کیا جاتا تھا جس نے دوسری جنگ عظیم کے اختتام کے بعد ۱۹۴۵ء سے سرد جنگ کے اختتام ۱۹۹۱ء تک یورپ کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ (ادارہ)

ہے کہ وہ یتیم جن پر القسام بریگیڈ مشتمل ہے اسرائیلی فوج کا وہی حشر کر رہے ہیں جس طرح طالبان نے افغانستان میں امریکہ، برطانیہ اور نیٹو کو ذلیل کیا تھا۔“

[Middle East Monitor]

غزہ اور مغربی کنارے کے علاقوں میں یہ جنگ اب بھی جاری ہے۔ اللہ کے شیر نہ جھکے ہیں نہ جھکیں گے اور اپنی محدود طاقت اور اللہ کی نصرت کے ذریعے دشمن کو مزہ چکھاتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ۔ جلد ہی دشمن ذلیل و رسوا ہو گا۔

فلسطین کے موضوع پر حالات و واقعات کثیر الجہتی ہیں۔ حالات کے ہر پہلو پر بحث مطلوب ہے اور ہر واقعہ اپنے اندر پوری داستان لیے ہوئے ہے۔ ان تمام حالات سے تفصیلی اور مکمل آگاہی ہم سب کا فریضہ ہے اور ان حالات کو دیکھتے ہوئے منصوبہ بندی کرنا امت مسلمہ کا درد رکھنے والے تمام صاحب طاقت اور تمام مجاہدین اسلام کی ذمہ داری ہے۔

غزہ ہماری راہ تک رہا ہے، قبلہ اول ہمیں پکار رہا ہے۔ اپنی مقدور بھر کو ششوں سے پیچھے مت ہٹیں، چاہے سمندر میں قطرہ برابر ہی کیوں نہ ہوں!

☆☆☆☆☆

بقیہ: پامردی مومن

ایک طرف تہذیب کے عنوان سے درندوں کی تاریخ کی بدترین قسم معرکہ زن ہے۔ دوسری طرف کلمہ، ایمان ہے۔ روحانیت، کلمے کا وزن اس کی قوت غزہ کے میدان میں، حماس کی جنگ میں ثابت ہو گئی۔ اگرچہ دنیا میں ڈاکٹر اور صحافی بلا حدود تنظیم ہے مگر حقیقتاً صرف ایمان، اسلام، دعائیں ہی بلا حدود ہوا کرتی ہیں۔ یہ مادی حد بندی سے ماوراء، عظیم ترین روحانی جذبے ہیں جو آج کی دجالی دنیا کے لیے چیلنج ہیں۔ صحابہؓ اور اہل ایمان کی قبریں ہر خطے میں بلا حدود پائی جاتی اس کا ثبوت ہیں۔ قبل ازیں اہلیسی جنگی مشین افغانستان کے پہاڑوں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوئی۔ روس کی بے پناہ فولادی قوت کسی کام نہ آئی، قبائلی ہندو قوتوں سے اس کا آہنی پردہ^۱ Iron Curtain پھٹا، دیوار برلن گری۔ وہ کلمے کی قوت سے زیر ہوا۔ پھر امریکہ اپنے زعم میں روئے زمین کا سارا بارود، لوہا، سائنسی شعبہ، سیاہ چٹان پر سیاہ چوٹی کا نشانہ لینے کی مہارت لیے آن اترا۔ بیس سال بعد تابوت اٹھائے، معذور فوجی، پاگل مجنوں الحواس فوجی لیے ہر ملک بھاگ نکلا۔ مادیت کا زعم چکنا چور ہوا اور پورے افغانستان کی سرکاری عمارات، فوجی اڈوں، قلعوں، غنیمت میں ملی بھاری فوجی گاڑیوں پر کلمہ لہرا رہا تھا جس کا وزن سات آسمان

سات زمین سے زیادہ ہے! وہی کلمہ ہے جو اس ایک اونس دل میں بھی گڑا ہے۔ اس کلمے نے پوری دنیا کی سرحدیں ختم کر ڈالیں۔ شرق تا غرب تمام انسان رنگ، نسل، زبان، کی حدود سے ماوراء 'دریا سے سمندر تک فلسطین' کے لیے آنسوؤں کے دریا بہا رہے ہیں۔ اپنے قیمتی شب و روزانہ کے غم میں ایک کیے دے رہے ہیں جن کے سینوں پر ان کے ننھے بچوں کا خون بہہ کر جذب ہوا۔ پاکیزہ خون نے اس دل کو صبر و ثبات، توکل، علم و دانائی کا مخزن و مہبط بنا دیا۔ آکسفورڈ سے ملا لائیں اور غزہ میں صالح العاروری جیسے شیروں کی مانیں پیدا ہوتی ہیں۔ مصنوعی ذہانت بمقابلہ شجاعت، ایمان، غیرت و عزت، ضمیر مجسم جتنے والیاں! جس سر زمین پر شہداء کے خون کی بارش برسی ہے، اس کا ایک انچ یہ قوم بیچنے کو تیار نہیں۔ ادھر سکیورٹی کو نسل میں پوری دنیا کے حکمران، فوجیں، قوانین، کنونشنز بار بار ظلم اور خونین درندگی کے آگے ہتھیار ڈالنے کی (ویٹو) شرمناک رسمی کارروائی سے گزر کر، مگر مجھ کے آنسو بہا کر اپنے عوام کو راضی رکھنے کے لیے کوشاں ہیں۔

لاشوں کا مثلہ تو جنگِ احد میں بھی ہوا تھا مگر اہل مکہ نے اعضاء کاٹ کر ان کی تجارت اور اس سے پیسہ بنانا نہ سیکھا تھا۔ اس کے لیے یہودی، مشرق وسطیٰ کی سب سے بڑی 'جمہوریت' اور 'مہذب ترین ریاست' ہونے کے دعویدار اسرائیل کی ضرورت تھی۔ اس نے کھال اجسادِ خاکی سے اتار کر حسن و جمال کی بحالی کی پلاسٹک سرجری کے لیے منجمد کر کے عالمی تجارت میں دام بنائے۔

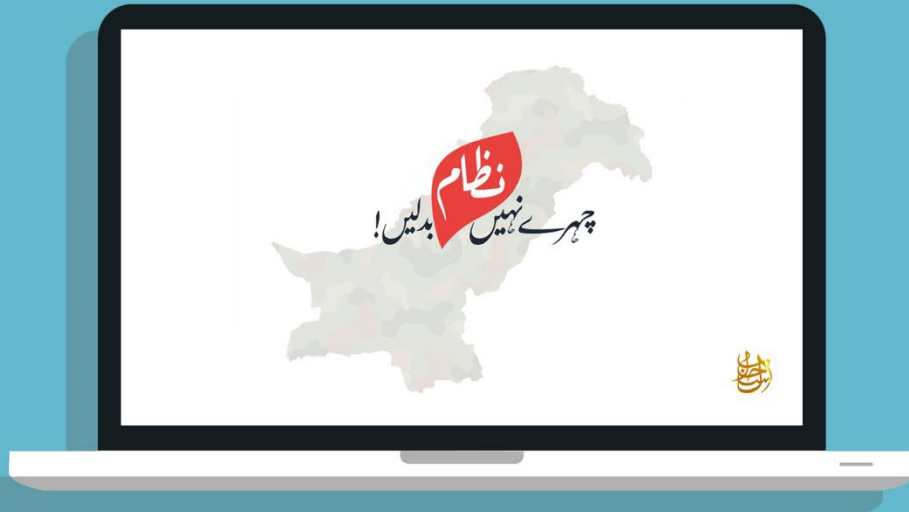
ننھے بچوں کا خون عالمی منڈیوں میں بیچا۔ خون آتشام درندوں (سوڈ بوٹڈ مال دار منصب دار) کی بڑھتی عمر کی رفتار روک کر انہیں سد بہار رکھنے کے لیے۔ پیٹے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات! شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔ اس کے خون سے وہ دل توانائی پاتے ہیں جس کے ایک اونس کی تمنا میں امریکی نرس سسکتی ہے۔ اس سے اقصیٰ کے وہ غازی پیدا ہوتے ہیں جو تشدد سہتے، قید و بند کے خطرے انگیز کرتے اس سر زمین کو اپنے سجدوں سے آباد کرتے ہیں۔ گولیاں بھی تعاقب میں رہتی ہیں اور ڈنڈے بھی برستے ہیں۔ مگر یہ دل ہیں کہ فولادی عزم پیوست ہے ان میں۔ یہ اللہ کے ہاتھ جنت کے عوض اپنی جانیں اور اموال فروخت کرنے والے سوداگروں ہی کے حوصلے ہیں۔ یہ اپنی پوری زندگی کی جمع پونجی کا بنا ایک گھر ملبہ کروا کے باریک پلاسٹک کے خیمے میں خاندان، بچے لیے جا بیٹھے ہیں۔ امت کہاں ہے؟

کہ بے نور است و بے سوز است ایں عصر!

[یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ مستعار مضامین، مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں (ادارہ)]

☆☆☆☆☆

نئی دستاویزی فلم جلد ان شاء اللہ...



ادارہ الصحاب، برصغیر

As-Sahab Media (The Subcontinent)

اعزاز سید کا القاعدہ پر تبصرہ اور دیگر پہلو

محمد فاروق خان

کہ اعزاز سید صاحب کو القاعدہ کی بنیادی فکر کے بارے میں جو معلومات ہیں ان میں کمی یا غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی القاعدہ کی موجودہ سرگرمیوں کے حوالے سے لاعلمی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

القاعدہ کا بنیادی نظریہ ہی یہی ہے کہ عالمی طور پر امت مسلمہ کا دفاع کیا جائے اور اسلام کو قوت دی جائے۔ جس کے لیے وہ دنیا کی سب سے بڑی ”رکاوٹ“ کو ہٹانے کو سب سے زیادہ ترجیح دیتی ہے۔ اس لیے آپ کو القاعدہ کے قائدین کے بیانات و ہدایات میں روز اول سے آج تک کفر کے سرغنہ ”امریکہ“ کو ترجیحی بنیاد پر ٹارگٹ کرنے کا عنصر ملے گا۔ یہ عنصر القاعدہ کی فکر و دعوت میں اتنا غالب ہے کہ آج بھی امریکہ القاعدہ کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے اور وقتاً فوقتاً القاعدہ کے قائدین کی فہرستیں، ان کے بارے میں معلومات دینے پر انعامات کی خبریں شائع کرتا رہتا ہے۔ اس طرح القاعدہ کی دعوت میں یہ بات بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ امریکہ کو اس لیے ہدف بنایا جائے کہ امت کے تمام قیدیوں میں شر کے کرداروں کے پیچھے بنیادی ہاتھ امریکہ کا ہے اور القاعدہ کی یہ دعوت اتنی جاندار ہے کہ مسلمان تو کیا خود کفار اس بات کو رد نہیں کر سکتے اور اس بنا پر القاعدہ کی جدوجہد کو جائز بھی سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر مسئلہ فلسطین کے موضوع پر القاعدہ کا موقف روز اول (تیس سال) سے یہی ہے کہ اسرائیل کے تمام مظالم و شر کے پیچھے پشت پناہی امریکہ کی ہے اور اس بات کو آج شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس خط سے خود کفار justify کر رہے ہیں جس خط میں شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواز پیش کیا کہ ہم نے کیوں امریکہ پر گیارہ ستمبر کے حملے کیے۔ تو یہاں یہ عام سا سوال اعزاز صاحب سے پوچھنا چاہوں گا کہ جو القاعدہ تیس سال سے زائد عرصے سے جانوں کی قربانیاں دے کر امت مسلمہ و دیگر دنیا کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ دنیا میں ہر شر و فساد کے پیچھے بنیادی کردار امریکہ کا ہے اور اس لیے ہمیں امریکی شر کو روکنا ہو گا، کیا وہ القاعدہ اب اس عالمی دعوت سے پیچھے ہٹے گی جب وہ دعوت آج کفار ”خود امریکی“ سوشل میڈیا پر وائرل کر رہے ہیں کہ شیخ اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کا امریکہ پر حملہ جائز تھا؟ کیا ایسا بھی کوئی باغبان آپ نے دیکھا ہے جو تیس سال محنت کر کے ایک باغ اگائے اور جب باغ میوہ دینے لگے تو وہ کہے میں باغبان نہیں، مجھے یہ میوہ نہیں چاہیے، میں تو صرف اس باغ کی ان چند کیاریوں کا رکھوالا ہوں اور بس!؟

جہاں تک مقامی جہاد کی بات ہے تو یہ بھی القاعدہ کے پروگرام کا حصہ ہے، لیکن کچھ اصولوں کے ساتھ۔ یہ بات واضح ہے کہ القاعدہ کی کوشش ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ مرکزی دشمن (امریکہ) پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں لیکن یہ امریکہ کی خواہش اور مقامی حکومتوں کی غلامی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ القاعدہ کو مجبور ہو کر مقامی طواغیت کے ساتھ بھی حصہ بقدر جثہ اس جنگ میں

چند دن پہلے ”پاکستان میں امن کیسے آئے“ کے موضوع پر فیصل وڑائچ صاحب نے اپنے پوڈکاسٹ curiosity میں صحافی اعزاز سید کو مدعو کیا اور اس موضوع پر بات کی۔ المیہ یہ ہے کہ پاکستان میں بد امنی کیوں ہے، اس سوال کے جواب میں ہمارے پاکستانی صحافی و دانشور حضرات کی ایک اکثریت ہمیشہ سے ایک ٹریک اپنائے ہوئے ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ کچھ اسلامی تعلیمات ایسی ہیں جن کی اشاعت کی وجہ سے ملک میں بد امنی ہے اور جب تک ان کا خاتمہ نہ کیا جائے تب تک امن قائم کرنا مشکل ہے۔ جبکہ ہمارے خطے میں براہ راست اور بالواسطہ فکری، عسکری، سیاسی و اقتصادی طور پر مدد معاشی کے ساتھ مداخلت کرنے والا امریکہ، اس کے اعمال و افعال، اس کے ایجنٹوں (ہمارے جرنیل ٹم حکمران) کے کردار کے بارے بالکل خاموشی برتی جاتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ طبقہ اکثر سیکولر نظریات کا حامی ہے۔ صحافت کی یہ تعریف اسرائیل کے اس عہدیدار کے علاوہ دنیا بھر میں اگر کسی نے کی ہو تو دکھا دیجیے، جس نے کہا تھا کہ اگر آپ دونوں طرف کے موقف و حالات بیان کرتے ہیں تو آپ ”دہشت گردوں“ یعنی حماس کو سپورٹ کرتے ہیں۔

اس پوڈکاسٹ میں جہاں اعزاز صاحب نے دیگر اور موضوعات کو حقائق سے ہٹا کر بیان کیا ہے وہیں انہوں نے القاعدہ کے بارے میں حقائق سے بہت بعید کچھ تبصرے بھی کیے۔ مجھے ذاتی طور پر ایک مشہور صحافی سے کبھی بھی ایسی توقع نہیں تھی کہ وہ اتنا حقیقت مخالف تجزیہ کرے گا۔ صحافت اگر جانبدار ہو جائے تو خود صحافی حضرات خود ہی جواب دیں کہ کیا وہ صحافت باقی رہتی ہے؟

اعزاز سید صاحب سے ایک سوال القاعدہ و دیگر تنظیموں کے بارے میں کیا گیا کہ ان کی موجودگی ڈیورنڈ لائن کے آر پار اس وقت کیسی ہے؟ نیز اس کے اثرات کیا ہوں گے؟ تو انہوں نے جواب میں، پوڈکاسٹ کے مختلف حصوں میں کچھ یوں تبصرہ کیا:

1. القاعدہ اب عالمی سے مقامی تنظیم بن گئی ہے اور القاعدہ، تحریک طالبان اور دیگر جماعتیں (امارت اسلامی افغانستان) یہ چاہتی ہیں کہ کابل کے بعد اسلام آباد کو فتح کریں۔ اس میں پالیسی یہ اپنائیں کہ عالمی قوتوں سے نالا جھا جائے، کیونکہ ماضی میں ان کو عالمی قوتوں (امریکہ وغیرہ) نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔
2. دوسری بات یہ کہ القاعدہ اب کمزور ہو چکی ہے۔

یہاں ان دو تبصروں کے بارے میں حقائق بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پہلی بات جو انہوں نے کی کہ القاعدہ اب عالمی سے مقامی تنظیم بن گئی ہے، اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے

مشغول ہونا پڑتا ہے، حالانکہ اصلاً وہ عالمی طاغوتِ اکبر (امریکہ) سے برسرِ پیکار ہے۔ اس بات کا قطعاً یہ مقصد نہیں کہ مقامی طواغیت کی قیادت کو بدلنا القاعدہ کی ترجیحات میں نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ کیسے مقامی مخالفین کی مخالفت سے فوج کو پہلے طاغوتِ اکبر امریکہ کو اتنا کمزور کر دیا جائے کہ وہ مقامی طواغیت کی پشت پناہی سے ہٹ جائے۔ نتیجتاً مقامی طواغیت خود اس قدر کمزور ہو جائیں گے کہ وہ امت کے اہل خیر کا مقابلہ نہیں کر پائیں گے۔ یوں مجاہدین کی صلاحیتیں منتشر ہونے کے بجائے ایک نقطے پر مرکوز ہو کر زیادہ موثر بنیں گی۔

اس کی بہت واضح اور کافی مثال شیخ اسامہ بن لادنؓ کی وہ بات ہے جو جہادِ پاکستان کے اوائل (۲۰۰۷ء، ۲۰۰۸ء) میں شیخ عطیہ اللہ اللہیؓ کو لکھے جانے والے خط میں کی گئی کہ پاکستانی فوج سے کسی طریقے سے جنگ بندی کی کوشش کی جائے اور اس وقت اپنی تمام تر توجہ افغانستان میں امریکی افواج پر رکھی جائے۔ یہ خط شیخ اسامہ بن لادنؓ کے ایبٹ آباد سے ملنے والے ڈیٹا میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ القاعدہ ترجیحی بنیادوں پر کس دشمن کو زیادہ توجہ دینا چاہتی ہے۔

اب رہی بات کہ مقامی مخالفین سے لڑائی بہر صورت کیوں جاری رہتی ہے تو اس کا جواب ہمیں اس خط سے مل جاتا ہے جو شیخ اسامہ بن لادنؓ کے خط کے جواب میں پھر شیخ عطیہ اللہ اللہیؓ نے لکھا جس میں کہا کہ ہماری کوشش یہی ہے کہ ہم امریکہ پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور پاکستانی فوج سے کسی طور پر بات کی جاسکے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ پاکستانی فوج بالکل خود مختار نہیں، وہ مکمل امریکہ کے امر کے تابع ہے اس لیے ان سے یہ بات (کہ آپ سے فی الحال جنگ بندی ہے اور ہم امریکہ سے لڑیں گے) کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس جواب سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ القاعدہ جب عالمی طواغیت کے ساتھ بیک وقت مقامی طواغیت سے بھی جنگ لڑتی ہے تو وہ اس مجبوری کے تحت لڑتی ہے کہ مقامی طواغیت پیچھے نہیں ہٹے اور عالمی طواغیت کے دفاع میں مجاہدین پر حملہ کرتے ہیں۔

تو یہ بات واضح ہے کہ القاعدہ کی بنیادی فکر و مقصد یہی ہے کہ عالمی طواغیت کو ہدف بنا کر اس کو امتِ مسلمہ پر ظلم و جبر سے، امت کے معاملات میں اپنی مفاد پرست مداخلت سے روکیں اور امتِ مسلمہ کو ان کی غلامی سے آزادی دلا کر اسلامی طرزِ حکومت کا قیام ممکن بناسکیں۔ جب بنیادی بات ہی عالمی طور پر امت کی خیر خواہی ہے تو ایسی جماعت صرف مقامی کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لیے اعزاز سید صاحب کا القاعدہ کے بارے میں یہ تجزیہ نہ صرف خلافِ حقیقت ہے بلکہ صحافت کے اصولوں اور معیار کے خلاف بھی ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اعزاز سید صاحب نے یہ بات اس تناظر میں کہی کہ القاعدہ نے امت کے مختلف حصوں کے لیے مقامی جہات کا اعلان کیا ہے تو کیا یہ مقامی پن کی طرف جھکاؤ نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عالمی فکر و اہداف کے

تناظر میں یہاں ہمیں کوئی تبدیلی نہیں ملتی۔ بلکہ القاعدہ کی تمام شاخوں کے لیے عالمی طور پر پالیسی ایک ہی جیسی ہے کہ ہر شاخ ترجیحی بنیادوں پر عالمی طواغیت کو نشانہ بنائے اور مقامی طواغیت کے خلاف ہر شاخ اپنی جگہ پر حسبِ ضرورت جدوجہد کرے۔ یہ بات کہ القاعدہ ایک مرکز سے کئی شاخوں میں پھیل گئی، تو اس امر پر مزید دلالت کرتی ہے کہ القاعدہ اور زیادہ عالم میں پھیل گئی اور مزید عالمی ہو گئی۔ پہلے آپ کو ایک خاص مرکز سے جڑنا پڑتا تھا لیکن اب ہر جگہ اس کی فریچائزز دستیاب ہیں۔

اسی طرح پاکستان کے خطے میں اگر بات کی جائے تو یہاں کے لیے القاعدہ کی شاخ ”القاعدہ بر صغیر“ کا بنیادی ہدف بھی امریکہ و امریکہ کے مفادات ہیں، چاہے وہ اس خطے میں ہدف بنائے جائیں یا خطے سے باہر۔ پھر خطے کے مقامی طواغیت جس میں سر فہرست بھارت کی ہندو شدت پسند حکومت اور پھر پاکستانی فوج (امریکی غلام) ہیں۔ ہاں اپنے آپ کو مسلمان کہنے والی پاکستانی فوج سے شیخ اسامہ بن لادنؓ کے طریقے کے مطابق ہمیشہ ان (القاعدہ بر صغیر) کی یہی پیشکش ہے کہ یہ جنگ بنیادی طور پر ہماری (امت) اور کفار (امریکہ و بھارت) کی ہے، آپ درمیان سے ہٹ جائیں، غزہ و فلسطین میں یہود کے پشت پناہ امریکہ کو ہدف بناتے ہوئے، ہندو کشمیر میں مسلمانوں پر ظلم کرنے والی ہندو حکومت پر وار کرتے ہوئے، آپ ہمارا راستہ نہ روکیں اور ان (امریکہ و بھارت) کے دفاع میں نہ آئیں۔ اس بات پر غور کرنے میں ان ہی کا بھلا ہے کیونکہ یہ ہم سے زیادہ ان کے فائدے میں ہے۔

یہاں یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے جو فیصل وڑائچ کی پوڈکاسٹ کا موضوع تھا کہ پاکستان میں امن کیسے آئے گا؟ پاکستان میں امن تبھی ہو گا جب پاکستانی اسٹیبلشمنٹ امریکہ کے لیے لڑنا بند کر دے گی اور نفاذِ شریعت کی محنت کرنے والوں کا راستہ نہیں روکے گی۔ پاکستان میں تو مسلح تحریکیں اٹھی ہی تب جب پاکستان نے امریکہ کی عالم اسلام کے خلاف جنگ میں امریکہ کا ساتھ دیا۔ پاکستان کی تاریخ میں کیا کسی نے پہلے دینی نظریے کے تحت پاکستانی فوج کے خلاف اسلحہ اٹھایا؟ ہمارے خطے میں امن تب آئے گا جب ہمارے فیصلے امریکہ کی ایما کے بجائے یہاں کے اہل خیر عوام کی امنگوں کے مطابق ہوں۔ یعنی اسلام کے مطابق جس کے لیے یہ ملک حاصل کیا گیا۔

اس طرح اعزاز سید صاحب کی یہ بات کہ القاعدہ اب کمزور ہو گئی ہے اس بات پر بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ اعزاز صاحب القاعدہ کے تازہ حالات سے واقف نہیں۔ القاعدہ پر جب امریکہ نے حملہ کیا تھا تو اس وقت القاعدہ صرف افغانستان میں ایک تنظیم کی حیثیت سے وجود رکھتی تھی۔ جبکہ اس وقت دنیا کے کئی خطوں میں القاعدہ کے پاس باقاعدہ اپنے علاقے ہیں جن پر ان کا کنٹرول ہے اور امت کے مشرق سے مغرب تک ان کا پھیلاؤ ہے۔ ایسے میں اگر کوئی ایسا تجزیہ کرے تو اس کو کم فہمی ہی کہا جاسکتا ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 43 پر)

یہ کہہ کر وہ پھر خاموش ہو گیا اور ہال میں تالیوں کی آواز گونجنے لگی۔

”روس اور امریکہ کے صدور کی تمام باتوں سے میں اتفاق کرتا ہوں..... آپ دونوں کا خیال بالکل درست ہے کہ اس وقت ہمارے لیے دنیا کا کوئی بھی مذہب اتنا خطرناک نہیں ہے جتنا کہ اسلام!.....“ وہ سانس لینے کو رکھا، ”اور ریاست اسرائیل اور یہودیوں کے ارض موعود کا خواب پورا ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ صرف خلافت عثمانیہ نہیں تھی جیسا کہ ہم پہلے سمجھتے تھے..... بلکہ سب سے بڑا خطرہ اسلام اور اس کے پیروکار مسلمان ہیں۔“

وہ خاموش ہوا تو ہال میں پھر پر سر اس خاموشی چھا گئی۔ اجلاس میں موجود کسی ذی روح نے ایک آواز بھی نہ نکالی اور بس کلنگی باندھے اس یہودی کو ہی دیکھتا رہا۔

”ہم سمجھتے تھے کہ عثمانیوں کی سلطنت ختم کر کے وہاں پر اتاترک کی سیکولر حکومت لا کر ہم کامیاب ہو گئے ہیں؟..... یہ بالکل غلط ہے!..... ہم جب تک اسلام اور مسلمانوں کو شکست سے دوچار نہ کر دیں ہم دنیا میں کوئی بھی مقصد حاصل نہیں کر سکتے!..... آپ سب کو آج کی دنیا کے حالات دیکھ کر اندازہ ہو ہی گیا ہو گا!..... مسلمان بڑی عجیب سی نفسیات رکھتے ہیں..... جس کو ہم کبھی نہیں سمجھ سکتے..... ان کو جب بھی کسی نے دبانے کی کوشش کی ہے یہ دبنے اور ڈر کر ختم ہو جانے کی بجائے آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑتے ہیں اور ہر اس قوت سے بغاوت کر دیتے ہیں جس کو وہ اپنے نظریات اور دین کے خلاف سمجھتے ہیں!..... ہماری استعاری طاقتوں کو مسلمانوں نے ایک لمحے کو بھی قبول نہیں کیا..... ہندوستان سے لے کر لیبیا، مراکش، مصر، شام، شیشان میں آپ دیکھ رہے ہیں کس طرح ہمارے خلاف فضا نامواری ہے؟..... کچھ ہی عرصے میں ہم مجبور ہوں جائیں گے کہ ان ملکوں کو ان کی آزادی واپس کریں اور اس کا بہترین حل جو ابھی برطانیہ کے وزیر اعظم اور فرانس کے صدر نے پیش کیا ہے وہ میرے نزدیک سب سے بہتر ہے..... وہ یہ کہ ہم ان کو برائے نام آزادی تو دے دیں مگر درحقیقت ان کے سروں پر ہمارے غلام ہی مسلط رہیں جو دیکھنے میں تو ان جیسے ہوں مگر قلب و ذہن اور روح و خیالات میں ہم سے یکسانیت رکھتے ہوں!..... مگر“

اس نے ڈرامائی انداز میں جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور اپنے سر پر پڑی کالی ہیٹ درست کرنے لگا۔ ہال میں سکوت چھایا ہوا تھا۔ ہر کوئی اس کے دوبارہ بولنے کا منتظر تھا۔

”مگر..... ان سب کاموں کے باوجود ہم کبھی بھی اسلام کو شکست یا مسلمانوں کے ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کے خطرے کو جڑے نہیں اکھاڑ سکتے جب تک ان کے درمیان یہ چیز باقی

مینگ ہال میں گھمبیر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ شیشے کی میز کے گرد محفل کی سیڑیوں پر بیٹھے مختلف ممالک کے سربراہان کی نظر صرف ایک شخص پر ٹکی ہوئی تھیں۔ تپلا دبلا مگر کافی لمبا تڑنگ شخص ایک موٹی سی فائل میں سے چند دستاویزات نکال رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی اور چھوٹی اور پکندار تھیں جن پر اس کے پپوٹے جھکے ہوئے محسوس ہو رہے تھے، ناک درمیان سے باز کی چونچ کی طرح ابھری ہوئی تھی، چہرے پر لمبی چونچ دار بکھرے بالوں والی سفید داڑھی اور سر پر کالے رنگ کی مخصوص یہودی ہیٹ تھی۔ اس نے دستاویزات اپنے سامنے شیشے کی میز پر پھیلا دیں۔ میز پر پہلے سے موجود ایک کتاب کے برابر میں وہ دستاویزی کاغذات کو سلپتے سے رکھنے لگا۔

ہال میں موجود تمام لوگ اس شخص کے بولنے کے منتظر تھے۔ وہ شخص بھی یہ جانتا تھا مگر دستاویزات سامنے پھیلا کر بھی وہ کچھ نہ بولا بلکہ بالکل خاموشی سے سب کو دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر نخوت اور آنکھوں میں کمینگی کسی سے بھی چھپی نہ تھی۔ ہال میں اس وقت اس کے دیگر ساتھی بھی اسی جیسے حلیوں میں موجود، اس کے دائیں اور بائیں جانب بیٹھے تھے۔

یہ ۱۹۴۰ء کی ایک تاریک صبح تھی۔ آج سورج طلوع ہوا تو اس کی کرنیں بادلوں کے پیچھے چھپی ہوئی تھیں۔ جس طرح اس ہال میں موجود لوگوں کی ذکاوت کفر اور منافقت کے لبادے میں لپیٹی ہوئی تھی۔ لندن کے ایک فریمیسٹری لاج میں اُس وقت کے تمام ملکوں کے سربراہان کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہو رہا تھا۔ جس کی سربراہی لندن کا ہی سب سے بڑا یہودی ربی کر رہا تھا۔ پہلی اور گہری سرخ رنگ کی ٹائلوں والے اس نیم تاریک سے ہال میں عجیب پر سر اسی فضا تھی۔ اجلاس میں موجود ہر فرد اپنے اپنے موقع پر خطاب کر چکا تھا اور اب صرف اس یہودی ربی کی باری تھی۔

”خواتین و حضرات!“ اچانک ہال میں یہودی ربی کی کرخت آواز گونجی۔

سب پہلے ہی اس کی جانب متوجہ تھے۔ وہاں موجود اکثر افراد اس شخص کی دل سے عزت نہ کرتے تھے مگر ہر کوئی اپنے اپنے مفاد کی خاطر اپنے ضمیر فروش کر کے اس اجلاس میں شرکت کرنے کے قابل ہوا تھا۔

”آپ سب کی آراء اور خیالات سن کر ہمیں بہت خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہے کہ آپ سب ابھی تک صہیونی تحریک سے مخلص ہیں۔ میں یہودی کمیونٹی کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں!“

ہے!“ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے سامنے میز پر پڑی گہرے سبز رنگ کی جلد والی ایک کتاب اٹھا کر ناظرین کے سامنے لہرائی۔

سب مبہوت بنے غور سے اس کتاب کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ہر شخص بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ کتاب کیا تھی اور مسلمانوں کی زندگیوں میں اس کی اہمیت کیا تھی۔

”جب تک یہ کتاب ان کے دلوں میں رہے گی..... تب تک ہم ان کو شکست نہیں دے سکتے!“

”مگر ہم یہ کتاب ان کے دلوں سے کس طرح نکال سکتے ہیں؟..... جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ کروڑوں مسلمان اس کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں..... اور مسلمان اس کتاب کے بارے میں بہت حساس ہوتے ہیں!“ مجلس میں سے کسی نے غیر مقامی لہجے میں انگریزی میں سوال کیا تھا۔

”یہی تو سب سے مشکل کام ہے..... یہ تو ہماری سب سے بڑی مشکل ہے!“ یہودی ربی اپنا سر تاسف سے ہلاتے ہوئے بولا ”اور اس کا بہت ہی اچھا حل ہمارے ساتھی میخائیل برائنٹ کے پاس ہے.....“

یہودی ربی نے اپنے دائیں جانب کو بیٹھے ایک یہودی کی طرف اشارہ کیا۔ یہ بڑی بڑی شاطر آنکھوں والا ایک یہودی تھا جس کے دونوں گالوں کے کنارے عجیب اجاڑ سی داڑھی اگی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر بھی مخصوص یہودی ہیٹ دھری ہوئی تھی اور ہونٹ مضبوطی سے بچھنے ہوئے تھے۔ ربی کی اجازت پر وہ کرسی کی ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”تھینک یو ربی یہامہ ادین!“ میخائیل برائنٹ گلا کھنکھارتے ہوئے گویا ہوا ”لیڈیز اینڈ جینٹل مین! میرے لیے یہ ایک اعزاز کی بات ہے کہ میں آپ کے سامنے چند تجاویز پیش کر سکوں..... مگر یہ تجاویز جو کہ ہم نے کافی سوچ بچار اور مسلمانوں اور ان کے دین کو بہت گہرائی سے پڑھنے اور تاریخ کے تجارب کے بعد تشکیل دی ہیں..... یہ تجاویز ایک دن یا ایک ماہ یا ایک سال میں نتیجہ پیش نہیں کر سکیں گی..... ان تجاویز پر ہمیں بہت خاموشی اور غیر محسوس انداز میں آہستہ آہستہ عمل کرنا ہوگا تاکہ کسی بھی مشکوک عمل سے مسلمان چوکنے نہ ہو جائیں..... دوسرے معنی میں آپ سمجھیں ہم مسلمانوں کی conditioning کرنا چاہتے ہیں..... آپ سب کو یہ اندازہ ہوگا ہی کہ اگر ہم اچانک سے مسلمانوں کے دین کے خلاف کوئی کام شروع کر دیں تو مسلمان کتنے برا بیچنے ہو سکتے ہیں.....! اس کے لیے ہمارا سب سے پہلا ہدف یہ ہوگا کہ ہم مسلمانوں کو اس کتاب سے اس طرح دور کریں کہ ان کو احساس تک نہ ہو سکے..... ان کی زبان پر تو اس کتاب کے الفاظ ہوں مگر ان کو اس کی روح سمجھ میں نہ آ سکے!..... وہ اس کو یاد تو کریں مگر یہ ان کو حلق سے نیچے بھی نہیں اترے اور آہستہ آہستہ وہ اس کو اپنی زندگی کا ایک غیر ضروری چیز سمجھنے لگیں..... مگر اس سب کے لیے ہمیں بہت صبر اور انتظار سے کام لینا پڑے گا..... میرے

اندازے کے مطابق ہمیں کم از کم بھی نصف صدی تک اس کے نتائج ظاہر ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا!..... تھینک یو!“ اس نے سر کو ذرا سا جھکایا تو ہال میں تالیوں کی آواز پھر سے گونجنے لگی۔

☆☆☆☆☆

جنوری ۲۰۰۰ء کی پہلی صبح تھی۔ فضا میں چڑیوں کی چہچہاہٹ نئی صدی کی آمد پر نوحہ کرتی محسوس ہو رہی تھیں۔

ابھی فجر ہونے میں نصف گھنٹہ باقی تھا کہ الارم کی زوردار آواز پر وہ ہڑاڑا کر اٹھ بیٹھا۔

”یا اللہ!“ آنکھ کھلتے ہی اس کی نظر سامنے گھڑی پر پڑی۔ ابھی فجر میں نصف گھنٹہ باقی تھا۔ اس نے کروٹ بدلی اور دوبارہ لیٹ گیا۔

کروٹ بدلتے ہی اس کی نظر سامنے والی مسہری پر سفید دوپٹے میں لپٹے وجود پر پڑی جو اپنے سامنے ایک صاف ستھرے ٹیکے پر رکھی ایک کتاب کو پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ اتنے آرام آرام اور رک رک کر پڑھ رہی تھیں کہ آسانی سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کو دیکھنے اور پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔

الارم کی آواز دوبارہ گونجی۔ اس کے انگ انگ میں ناگواریت سرایت کر گئی۔

”یا اللہ! ابھی اذانیں بھی نہیں ہوئیں اور دادو کے الارم نے حسب معمول میری جان عذاب کر دی ہے!“ اس نے بھنا کر سوچا اور سیدھا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”دادو! الارم بند کر دو؟“ نیم وا آنکھوں سے اس نے مسہری پر بیٹھی دادو سے پوچھا۔

”السلام علیکم! میرا چاند اٹھ گیا؟“ دادو تلاوت کرتے رک گئیں اور مسکرا کر اس کی جانب دیکھا ”چلو اٹھو..... وضو کر کے نماز کی تیاری کر لو!“

”دادو! ابھی تو آدھا گھنٹہ باقی ہے!“ وہ کسمسا کر بولا۔ گھڑی کا الارم بند کیا اور دوبارہ آنکھیں موندھ کر لیٹ گیا۔

دادو چند ثانیے کچھ دکھ اور تاسف سے اس کو دیکھتی رہیں پھر دوبارہ تلاوت کرنے لگیں۔ حسب معمول اس کو دوبارہ نہ پکارا گیا تو اس نے شکر ادا کیا۔

”عماد عمر!“ دو منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ دادو نے آخر اس کو پکار ہی لیا۔

اس کا پورا جسم تن گیا مگر ان کی پکار کا جواب نہ دیا کہ شاید اس کو سوتا سمجھ کر دادو خاموش ہو جائیں۔

”عماد عمر!“ دادو نے پھر پکارا۔

اب سوئے رہنے کا کوئی جواز نہیں بتاتا تھا۔

”جی دادو؟“ تمام ناگواریت کو ایک جانب کرتے اس نے نرمی سے جواب دیا۔

”اٹھ جاؤ دادو کی جان..... تھوڑی تلاوت ہی کر لو!“ دادو نے بڑے پیار سے کہا تھا۔

عماد کو اب اٹھتے ہی بنی۔

”تلاوت؟..... ابھی؟..... ابھی تو میری آنکھیں بھی نہیں کھلیں..... میں شام کو قاری صاحب کے

پاس پڑھ لوں گا ناں!“ وہ ذرا سامنے بنا کر بولا۔

”بیٹے!..... اس وقت کا قرآن اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے!“

اسی لمحے اذان کی آواز سنائی دینے لگی۔

”دادو!..... اذان ہو گئی ہے..... نماز پڑھ لیں!“ اس نے اپنی جان بچانے کو کہا اور خود بھی بستر سے

اتر گیا۔

جلدی جلدی وضو کیا اور غسل خانے سے باہر نکل آیا۔

”جاؤ اپنے پاپا کو بھی اٹھا دو!“ دادو اس کو کمرے سے باہر کی طرف بڑھتا دیکھ کر بولیں۔

بد مزگی کی ایک اور لہر اس کے جسم میں تیر گئی۔ اس کو بے ساختہ دادو کی سادگی اور معصومیت پر

ترس آیا۔

”دادو!“ وہ دھیرے سے پیچھے مڑا ”آپ کو پتہ تو ہے پاپارات میں دیر سے فنکشن سے واپس

آئے تھے..... وہ تھک گئے تھے..... مجھے رات میں ہی کہہ دیا تھا کہ فجر کے لیے مجھے نہ اٹھانا!“

دادو کے جھریوں بھرے معصوم سے چہرے پر ایک سایہ سا آکر گزر گیا۔ عماد کو اتنی صاف

گوئی سے ان کو بتا دینے پر تھوڑی شرمندگی ہوئی۔

”دادو! آپ روز پاپا کے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہیں!..... آپ کو پتہ تو ہے کہ وہ صبح اٹھ کر آفس

جانے سے پہلے نماز پڑھ لیتے ہیں۔“ وہ ذرا نرمی سے بولا۔

”جان بوجھ کر نماز قضا کرنے کا کیا فائدہ؟“ دادو نے دکھ سے کہا اور خود بھی بستر سے نیچے اتر

گئیں۔

ان کو تاسف سے دیکھتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆☆☆

گو کہ روزانہ دادو اس کو تحریض دلاتی تھیں کہ وہ پہلی صف میں نماز پڑھنے کے لیے جلدی گھر

سے نکلا کرے وہ روز ہی سستی کرتا تھا اور روزانہ آخری صفوں اور آخری رکعت میں پہنچ پاتا

تھا۔ مگر آج عجیب بات یہ ہوئی کہ وہ جب پہنچا تو امام صاحب مسجد میں داخل ہی ہو رہے تھے۔

اس کے دل میں طمانیت کا ایک انوکھا سا احساس اٹھا تھا۔ وہ تیزی سے پہلی کی صف کی جانب

آگے بڑھا۔

ابھی جماعت ہونے میں چار پانچ منٹ تھے۔ بعض لوگ سنتیں ادا کر رہے تھے۔ امام صاحب

بھی سنتیں ادا کرنے لگے۔ عماد عمر نے سنتیں ادا کیں اور خاموشی سے بیٹھ کر نماز شروع ہونے

کے انتظار میں مسجد میں ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے لگا۔

مسجد میں صرف پانچ لوگ ہی بیٹھے تھے۔ ان میں سے دو اس کے محلے کے بوڑھے بزرگ تھے

اور اس کے گھر کے پاس ہی رہتے تھے۔ وہ دونوں بھی اس کی دادو کی طرح رحل پر قرآن رکھے

تلاوت میں مصروف تھے۔ عماد عمر اپنی زندگی کی بارہ بہاریں دیکھ چکا تھا مگر اس کو اب تک یہ

سمجھنے میں شدید دشواری ہوتی تھی کہ آخر ان بوڑھے لوگوں کو قرآن کی تلاوت میں کیا مزہ آتا

تھا۔ وہ انجنب سے کافی دیر تک ان دونوں بوڑھوں کو دیکھتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ جب وہ گھر پہنچے گا تو

اس کی دادو بھی ابھی تک مسہری پر بیٹھی قرآن کی تلاوت ہی کر رہی ہوں گی۔

نماز کے لیے اقامت کہی جانے لگی تو وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آج پہلی صف میں نماز پڑھنے پر

اس کو طمانیت کا احساس ہو رہا تھا اور وہ خوش تھا کہ واپس جا کر دادو کو بتا سکے گا کہ اس نے آج

پہلی صف میں نماز پڑھی تھی۔

☆☆☆☆☆

دروازے کو آہستگی سے دھکیلتا وہ گھر کے اندر داخل ہوا۔ گھر میں ہر سو خاموشی کا راج تھا۔ اس

کے ماں باپ دونوں ہی سو رہے تھے۔ پاپا کے آفس جانے اور اس کے سکول کی بس آنے میں

ابھی دو گھنٹے رہتے تھے۔ اس لیے وہ بھی جلدی سے اپنے کمرے میں جا کر سو جانا چاہتا تھا۔

”اللہ کرے کہ دادو سو رہی ہوں!“ دل ہی دل میں دعا کرتا وہ اپنے اور دادو کے کمرے کی طرف

بڑھا۔

مگر جیسے ہی اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اس کی مایوسی کی انتہا نہ رہی۔ دادو ابھی تک مسہری پر

بیٹھی قرآن کی تلاوت ہی کر رہی تھیں اور ان کی مسہری کے پہلو میں اس کا گدا اور کمبل گول

ہوا پڑا تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ دادو اس کو دوبارہ سونے نہیں دیں گی!

”السلام علیکم دادو!“ اس نے بمشکل اپنے چہرے سے مایوسی کے اثرات ختم کیے اور مسکراتا ہوا

کمرے میں داخل ہوا۔

”کیونکہ میں مسلمان ہوں!“ ان کے تنگ کر کہا۔

عماد عمر کو پھر ہنسی آئی۔

”دادو! میں سیرینس پوچھ رہا ہوں..... آپ روز قرآن کیوں پڑھتی ہیں؟ اس کا آپ کو کیا فائدہ ہوتا ہے..... میں نے تو پایا کہ کبھی بھی قرآن پڑھتے نہیں دیکھا نہ ہی ماما کو..... پایا اور ماما کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ٹائم ہی نہیں ہے قرآن پڑھنے کے لیے!“

اب کی بار دادو نے گہری نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ ان کی بوڑھی آنکھوں میں زمانے بھر کا کرب نظر آنے لگا تھا۔ انہوں نے احترام سے قرآن مجید کو بند کیا اور اس کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا پھر اس کو غلاف میں لپیٹ کر تپائی پر رکھ دیا۔ عماد عمر حیرت سے اپنی بوڑھی دادو کو دیکھتا رہا جن کے دل میں قرآن کے لیے کتنی عقیدت تھی۔

”عماد عمر!..... یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے..... اللہ نے یہ ہمیں الماریوں اور شیلفوں میں سجا کر رکھے کو نہیں دیا..... اللہ نے ہمارے لیے اس میں پیغام بھجوئے ہیں..... اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو پڑھیں اور سمجھیں!“ دادو اپنی آنکھوں پر سے عینک اتارتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئیں۔

”مگر دادو! اس تلاوت کا کیا فائدہ ملتا ہے آپ کو؟“ اس نے اچنبھے سے پوچھا۔

”مجھے سکون ملتا ہے عماد عمر!“ دادو ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولیں۔

”مگر آپ کو تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا!“ وہ پھر بولا۔

”ہاں!“ دادو بے حد غمزدہ نظر آئیں، ”کاش مجھے سمجھ میں آتا ہوتا!“

ان کا حسرت بھرا لہجہ عماد عمر پر چابک کی طرح پڑا تھا۔ اس کی دادو کے انداز میں کتنی حسرت تھی۔

”دادو! آپ کو قرآن سے بہت محبت ہے؟“ اس نے ایک بار پھر پوچھا۔

دادو کو اب نیند آنے لگی تھی۔ وہ اپنا تکیہ درست کر کے اس پر لیٹنے لگی تھیں۔ عماد عمر کو البتہ اب نیند نہ آرہی تھی۔ وہ اب چاہتا تھا کہ اس قرآن کو ضرور پڑھ لے جس سے اس کی دادو کو اتنی محبت تھی۔

”ہاں عماد عمر! مجھے اس سے بہت محبت ہے!..... اپنی جان سے بھی زیادہ!“ مکیہ پر سر ٹکائے دادو نے آنکھیں موندھ لیں۔

عماد عمر بس یک ٹک دادو کو دیکھتا رہ گیا۔

چاہے دادو جتنی بھی اصولی اور اس کی جان کو عذاب میں رکھتی ہوں۔ اس کو ان سے شدید محبت تھی۔ شاید اپنے حقیقی ماں باپ سے بھی زیادہ اور اس کی ایک وجہ ان کا اپنے اللہ سے تعلق اور دین سے محبت تھی۔ اس کی دادو بڑی انوکھی شخصیت کی مالک تھی۔ ان کو دنیا میں کم ہی کسی بات کی پروا ہوتی تھی۔ نہ ہی ان کو دنیا کے غم زیادہ غمزدہ کر پاتے تھے نہ ہی کوئی پریشانی زیادہ پریشان کر پاتی تھی۔ البتہ دین کے معاملے میں اگر ان کو ذرا سی بھی کمی نظر آتی یا محسوس ہوتی یا ان کو لگتا کہ کسی کام سے ان کا اللہ ان سے ناراض ہو گیا ہے تو وہ ایسے بے چین ہو جاتیں گویا ان کی روح فنا ہونے لگی ہو۔

بعض اوقات تو عماد عمر کو حیرت ہی ہوتی تھی کہ اس کے والد حماد عمر کیسے دادو جیسی عورت کی گود میں پل کر دین سے دور ہو گئے تھے۔ وہ اکثر یہی بات سوچتا تھا۔ شاید انہوں نے اس کی ماما سے شادی کی تو وہ بے دین ہو گئے کیونکہ اس کی ماما کی فیملی تو بے حد ماڈرن تھی۔ یا شاید جب انہوں نے کاروبار سنبھالا تو مختلف قسم کے لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے لگے تو دین سے دور ہوتے گئے۔ وہ سوچتا رہتا اور مختلف توجیہات دیتا رہتا۔

”وعلیکم السلام! اب سونا نہیں عماد عمر!“ پیار سے کہتے ہوئے بھی دادو کی آنکھوں میں تنبیہ تھی ”ایک سپارہ تلاوت کر لو!“

”ایک سپارہ؟“ اس کے حلق میں سانس اٹک گیا۔

اس کی دادو اس کو کیا سمجھتی تھیں۔ کیا وہ حافظ قرآن تھا کہ اتنی جلدی ایک سپارہ پڑھ لیتا۔

”ہاں! ایک سپارہ پڑھ لو!“ دادو نے اب پھر ذرا نرمی سے ہی کہا۔

”دادو! ایک سپارہ نہیں..... میں بس دو صفحے پڑھ لیتا ہوں“ وہ بھی ذرا الجاجت سے ہی بولا۔

”چیچ! صرف دو صفحے!..... پورا دن سکول کی پڑھائیاں کرتے نہ دماغ ٹھٹھاتا ہے نہ ہی جسم!..... بس قرآن کے چند صفحے ہی پڑھنا محال ہوتا ہے“ حسب توقع دادو غصے میں آ گئیں، ”جاؤ! نہ پڑھو قرآن..... کوئی اللہ پر احسان تو نہیں کر رہے!..... صرف دو صفحے پڑھ لیتا ہوں!..... ہونہ!“

دادو منہ بنا کر اس کی نقل اتارتے ہوئے بولیں۔ اس کو بے اختیار ہنسی آئی مگر دادو کے ناراض ہو جانے کے ڈر سے جلدی سے الماری میں سے ایک سپارہ نکال لایا۔ وہ تھوڑا سا پڑھ کر کہہ دے گا کہ اس نے پڑھ لیا۔ دادو کو کیا پتہ چلے گا کہ اس نے ایک سپارہ نہیں پڑھا!

یہ سوچتا وہ سپارہ کھولنے لگا کہ اچانک ایک خیال کے تحت اس نے دادو کی طرف دیکھا۔

”دادو! آپ قرآن کیوں پڑھتی ہیں؟“ اس نے دھیرے سے پوچھا۔

دادو ابھی تک غصے میں ہی تھیں۔ اس کے سوال کو اعتراض پر ہی محمول کیا۔

عماد عمر پاکستان کے ایک کامیاب بزنس مین حماد عمر کا اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ اپنے شہر کے بہترین نجی انگلش میڈیم سکول میں پڑھتا تھا۔ اکلوتا ہونے کی وجہ سے وہ گھر بھر کا بے حد لاڈلا تھا۔ گھر میں دولت کی ریل پیل تھی اس لیے اس کو زندگی میں کسی قسم کی مشکل نہ پہنچی تھی۔ اس کے منہ سے نکلی ہر خواہش کو پورا کیا جاتا تھا۔

اس کا گھر صرف واجبی سادین سے تعلق رکھتا تھا۔ حماد عمر کو جب موقع ملتا نماز پڑھ لینے ورنہ کئی دن کی نمازیں قضا ہو جاتیں۔ جب ان کے پاس کوئی نئی بزنس آفر آتی یا کسی قسم کا نقصان ہونے کا خدشہ ہوتا تو بڑے پیمانے پر صدقہ کیا جاتا۔ دیگیں پکوا کر غریبوں میں بانٹی جاتیں۔ عماد عمر کی والدہ حسینہ خاتون بھی ایک ورکنگ وومن تھیں۔ ان کا بھی اکثر وقت بے حد مصروف گزرتا تھا۔ عماد عمر اکلوتا ہونے کے باوجود اپنے ماں باپ کی توجہ اور وقت کو ترستا تھا۔

ماں باپ کی غیر حاضری میں دادو نے ہی اس کی تربیت کی تھی۔ وہ کافی چھوٹا سا تھا اور اس کو اپنے کمرے میں اکیلے سوتے ہوئے وحشت محسوس ہونے لگی تو وہ دادو کے کمرے میں ہی سونے لگا تھا۔ ان کے ساتھ سونے کی اتنی عادت ہو گئی تھی کہ اتنا بڑا ہو جانے کے باوجود وہ ان کے کمرے میں ہی زمین پر گدا بچھا کر سوتا تھا۔

اس کی دادو بہت نیک خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی بھی بہت اچھی تربیت کی تھی مگر وہ دنیا کی ریل پیل میں دین کو بھلا بیٹھے تھے۔ عماد عمر کو گو کہ دادو کی باتیں بہت اچھی لگتی تھیں اور وہ غور سے ان کی باتیں سن بھی لیتا تھا مگر ان پر عمل کرنا اس کو بے حد مشکل لگتا تھا۔ آج کل کی دنیا اور جس قسم کے ماحول میں وہ پڑھ رہا تھا، اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ دین کو ایک غیر ضروری چیز ہی سمجھے۔

☆☆☆☆☆

”آپ کی تجاویز کیا ہیں؟“ ہال میں سے ایک شخص نے میٹائل برائٹ سے پوچھا۔

وہ اپنے کالے کوٹ کو درست کر کے اپنے سامنے پڑی ایک فائل اٹھانے لگا۔

”سب سے پہلی تجویز یہ کہ..... ہمیں مسلمانوں کے لیے دین کا متبادل پیش کرنا پڑے گا!“ اس نے فائل میں سے پہلا صفحہ نکالا۔

”مگر ہم ایسا کیسے کریں گے؟“ سب کی زبان پر یہی سوال تھا۔

”مثال کے طور پر.....“ میٹائل برائٹ سانس لینے کو رکھا ”ہم ان کو نماز کی بجائے دیگر تفریحات کی طرف متوجہ کریں گے..... ان کو فلموں اور ڈراموں کا رسیہ بنایا جائے گا..... ان کے نبی (ﷺ) اور ان کے تاریخی عظیم لوگوں کی سوانح کی بجائے ہم اپنی تاریخ ان کو پڑھائیں گے..... ان کے رول ماڈلز کو بدل دیں گے..... اب ان کے معاشرے کے دینی لوگ ان کے

رول ماڈلز نہیں..... بلکہ ہمارے معاشرے کے فلمی اداکار، فٹ بال پلیئرز اور سنگرز ہوں گے!..... ان کو ہمارے خلاف جنگ کا شوق پیدا نہیں ہونے دیں گے بلکہ اس کی بجائے ان کے جوانوں کا جوش فٹ بال اور دیگر ورزشی مقابلوں میں نکال دیا جائے گا.....“

”ویری گڈ! بہت خوب!“ سب نے جی بھر کر اس کو داد دی اور ہال میں تالیاں بجنے لگیں۔

”مگر میٹائل!“ اچانک ربی نیہامہ ادا نے اچنبھے سے اس کی جانب دیکھا ”آپ نے قرآن کا متبادل نہیں بتایا!“

”اوہ ہاں!“ میٹائل برائٹ گویا بھول گیا تھا ”قرآن کا متبادل ہمیں ڈھونڈنے کی زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑے گی کیونکہ سب سے پہلے تو ہم ان کا عربی سے ہی رشتہ توڑ دیں گے جس کی کوششوں کا آغاز تو ہو ہی چکا ہے..... اور دوسرا کام جو ہم کریں گے وہ ان کو اسلامی تعلیمات سے دور کر دیں گے..... ان کو مسجد اور مدرسے دور کریں گے!..... قرآن کی تلاوت کا متبادل مختلف اقسام کے میوزک ہوں گے!“

”آپ کی تجاویز لا جواب ہیں!“ ہال میں بے ہنگم سی آوازیں گونجیں۔

”اس طرح تو ہم مسلمانوں اور اسلام کو نیست و نابود کر دیں گے!“ روس کا صدر جوش سے بولا تھا۔

”اسلام کا نام لینے والا کوئی نہ بچے گا!“ امریکی صدر بھی مسکرایا۔

”مسلمان کے اندر اسلام نہ بچے تو وہ ہمارے لیے کسی قسم کا خطرہ نہیں ثابت ہوگا!“ برطانوی وزیر اعظم بھی بہت خوش تھا۔

”مگر اس کے باوجود مجھے ڈر ہے کہ ہم مسلمانوں کے دلوں سے مکمل اسلامی تشخص نہیں مٹا پائیں گے۔“ اچانک ربی نیہامہ ادا نے کی آواز سنائی دی۔

کمرے میں ایک دم سکوت چھا گیا۔ ہر کوئی حیرت سے اس کو دیکھ گیا۔

”اسلام کی تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی سر پھرے اس کے دفاع کے لیے اٹھ ہی جاتے ہیں.....“

”نہیں! اس دفعہ ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی!..... مسٹر میٹائل برائٹ کی تجاویز لا جواب ہیں!“ اجلاس میں موجود بہت سے لوگوں نے اس کو تسلی دلائی۔

☆☆☆☆☆

”کیا لائے ہو اس دفعہ مراد؟“

”یار ایک بڑی فٹ فلم لے کر آیا ہوں..... اتنی خطرناک فلم ہے کہ جان ہی حلق میں آجائے گی!“ ہاتھ میں سی ڈی تھا سے عماد عمر کا کزن بڑے جوش و خروش سے ایک ڈراؤنی فلم کی کہانی سنا رہا تھا۔

”ابھی لائے ہو؟“ عماد عمر نے اشتیاق سے پوچھا۔

”ہاں! ہاں! لایا ہوں..... تم کمپیوٹر چلاؤ..... میں سی ڈی نکالتا ہوں!“

چند پل گزرے تھے کہ دونوں بیٹھ کر وہ ڈراؤنی فلم دیکھ رہے تھے۔ فلم واقعی بہت ڈراؤنی تھی۔ کئی جگہ تو عماد عمر کی بھی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی تھی۔ کمرے میں دل دہلا دینے والے میوزک کی آواز دیواروں سے ٹکرا رہی تھی۔ میوزک کی نیٹس کے ساتھ ساتھ ان دونوں کے دل بھی بری طرح دھڑک رہے تھے۔ واقعی سانس حلق میں پھنسا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

آخر فلم کا اختتام ہو گیا اور وہ دونوں اٹھ گئے۔

”کیسی لگی فلم؟“ اس کے کزن نے دادا لگتی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

”کمال کی تھی!“ عماد عمر نے بے اختیار داد دی ”پتہ نہیں ان سٹوری رائٹرز کو اتنے کمال کے آئیڈیاز کیسے آجاتے ہیں!“

وہ واقعی اس کا مداح ہو گیا تھا۔ ”ہار“ فلمیں تو ویسے بھی اس کی پسندیدہ تھیں۔ منچل مزاج اور طبیعت میں قدرتی دلیری ہونے کے باعث اس کو ہمیشہ سے خطرناک کاموں میں خاص کشش محسوس ہوتی تھی۔ کسی بھی کام کے بارے میں اگر اس کو معلوم ہو جاتا کہ اس کو کوئی بھی نہیں کر سکا تو اس کو وہ کام سرانجام دینے میں ایک عجیب سا سرور محسوس ہوتا تھا۔ جوانی کے گرم خون میں وہ اکثر کام کے انجام کے بارے میں سوچنے کی زحمت بھی نہ کرتا تھا۔

”اور ہاں..... یاد آیا“ مراد اپنی ناگئیں پھیلاتے ہوئے گویا ہوا ”کل ساتھ والے گراؤنڈ میں جو کرکٹ میچ ہو گا..... اس میں جمیل جنجوعہ کی ٹیم بھی کھیلے گی..... یار! اگر اس دفعہ ہم نے ان کو ہرا دیا تو مزہ آجائے گا!..... پچھلی بار کا بدلہ پورا ہو جائے گا!“

”مجھے نہیں لگتا کہ میں آپاؤں گا..... میٹرک کے بورڈ کے امتحان سر پر کھڑے ہیں..... میرے پاپا کو اگر پتہ چل گیا کہ میں کرکٹ کھیلنے گیا تو سخت خفا ہوں گے!“

”اوہ یار..... امتحانات میں تو ابھی ایک ماہ پڑا ہے..... تم نہیں ہو گے تو میچ کی اوپننگ کون کرے گا!..... اگر اس دفعہ بھی جنجوعہ جیت گیا..... تو میں کبھی دوبارہ کرکٹ نہیں کھیلوں گا!..... شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہو گا ہمارے لیے!“ مراد اپنے سینے پر ہاتھ رکھے بڑی آس سے بول رہا تھا ”یہ کیا تم بچوں والی باتیں کر رہے ہو! پاپا کو بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے؟..... تمہارے پاپا

تو ویسے بھی عصر کے وقت گھر پر نہیں ہوتے..... کسی کو بھی نہیں پتہ چلے گا!..... بھئی مرد بنو مرد!..... لڑکیوں کی طرح اپنے پاپا سے ڈرتے ہو!“

”جاؤ جاؤ! کسی اور کو اپنے ان ڈائلاگز سے بے وقوف بناؤ!“ عماد عمر نے اس کو زور کا مکارا مارا ”تمہیں پتہ ہے کہ اگر پاپا کی نظروں سے بچ بھی گیا تو دادو کی عتابی نظروں سے بچنا ناممکن ہے..... ان کو ویسے بھی بہت برا لگتا ہے میرا بے کار مشغلوں میں وقت کھپانا!“

”بے کار مشغلہ تھوڑا ہے..... اس ورزش سے ہمیں بہت فائدہ ہوتا ہے“ مراد کا شاید آج علمی بحث کا موڈ تھا۔

عماد عمر ہنس دیا۔

”دادو کہتی ہیں کہ اس کھیل میں نہ دنیا کا فائدہ ہے نہ ہی آخرت کا!“

”کیوں فائدہ نہیں ہے؟!“ کرکٹ کی برائی سننا شاید مراد کو گوارا نہ تھا ”اس سے ہمارے دشمنوں پر رعب پڑتا ہے!..... تم نے دیکھا نہیں جب پاکستان میچ جیتا تھا تو انڈیا کے لوگ کیسے رو رہے تھے!“

”اچھا بھئی دماغ نہ کھاؤ..... میں نہیں آسکتا!“ عماد علی نے اب کی بار دو ٹوک لہجے میں کہا ”میرے بورڈ کے پیپر سر پر کھڑے ہیں!“

”اوکے اوکے یار!..... مگر تو جتنا بھی پڑھ لے..... بورڈ میں ٹاپ تو نہیں کر سکتا!“ مراد اب اس کو چڑھانا چاہ رہا تھا۔

عماد عمر نے جواب میں کچھ نہ کہا اور دیوار پر لگے ایک ریک میں سے کوئی فلم تلاش کرنے لگا۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)



یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

قاری معاذ بدر

لوک نہ ہوں۔ وہ مولوی بڑی سرکار ہے، وہ دعا کرے گا، کچھ وظائف بتائے گا، مسئلہ حل ہو جائے گا۔

نماز عصر کے بعد گاؤں کے بڑے سے میدان میں جوانوں کا اکٹھ ہو جاتا۔ کوئی لنگوٹ کس کر کبڑی کھیلتا تو کوئی والی بال۔ گاؤں کے نوجوان بدلتی رتوں میں نت نئے فیشن اپناتے۔ کبھی لٹھ مار کے چلتے تو کبھی مختلف رنگوں کی اجرک کندھوں پر سجائے ٹولیوں کی صورت گھومتے۔ بیلی نعمان کو اپنے ساتھ چلنے کا کہتے مگر آج کل وہ انکار کر دیتا۔ یاریلی زبردستی اس کو اپنے ساتھ کھیل کے میدان میں لے جاتے، وہ کھیلتا تو سہی مگر خیالوں ہی خیالوں میں کہیں اور نکل جاتا۔ وہ جان گیا تھا کہ ہمارا میدان یہ نہیں ہے جہاں ہم نے کھپنا اور تھکنا ہے۔ امت کے مقبوضات کی آزادی کے لیے گاؤں کے ان میدانوں کو ویران ہونا پڑے گا۔

نماز فجر کے لیے جب خدا بخش اٹھا تو دیکھا کہ اس کا بیٹا نعمان بھی جاگ رہا ہے۔ اس کی آنکھیں اور چہرے کی طمانیت بتا رہی تھی کہ رات اس نے مصلے پر رب کے حضور راز و نیاز کرتے ہوئے گزاری ہے۔ بے اختیار اس کا جی چاہا کہ اس کو سینے سے لگالے اور کہے: میرے دل کے ارمان! مجھے بتاتے تھے کس کی نظر لگ گئی؟ کیوں آباد دنیا میں ویران ویران گھومتا ہے؟

نعمان نے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت چاہی، السلام و علیکم بابا! میں آ جاؤں؟ یہ آواز سن کر اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹ گیا وہ کہنے لگا: آ جاؤ پتر! ادھر آؤ میرے پاس بیٹھو۔ نعمان اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا تو خدا بخش بولا: میں نے سوچا کہ چک سولہ کے مولوی عبدالغفار کے پاس چلتا ہوں کام ہے۔ سوچا تجھے بھی ساتھ لیتا جاؤں۔ شاباش پتر! تیاری کر لے، جب تک میں گاڑی نکالتا ہوں۔

جب وہ گاڑی لے کر نکلا تو نعمان بھی آگیا۔ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ مولوی صاحب مسجد میں بیٹھے لوگوں کو درس قرآن دے رہے تھے۔ مولوی صاحب نے مسجد میں جب نو وارد کر دیکھا تو حلقہ قرآن کو مختصر کر دیا اور ایک بچے کو گھر سے چائے لانے کا اشارہ دے دیا۔

مولوی صاحب ایک بار عبث شخصیت تھے۔ نورانی چہرہ، متنبسم گفتگو کرنے والے۔ پہلی نظر میں ہی ایک درویش صفت انسان دکھتے تھے۔ خدا بخش نے مولوی صاحب کو جب گفتگو کرتے دیکھا تو اسے یوں لگا کہ جیسے کوئی شفیق بزرگ بول رہا ہو۔

میں جب بھی نعمان کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں اک ہوک سی اٹھتی ہے، رات گئے یہ بات زمیندار خدا بخش نے اپنے بیوی سکینہ سے کہی تو وہ ٹھنڈی آہ بھر کر کچھ دیر خاموش ہو گئی، پھر کہنے لگی تو چنتانہ کر نعمان دے ابا؟ میری مان! کل تو اس کو چک نمبر سولہ کے مولوی عبدالغفار کے پاس لے جا، وہ کوئی نہ کوئی اس مسئلے کا حل نکال لے گا۔ میں نے رب نواز کمار کی بیوی سے سنا ہے کہ وہ بڑا پہنچا ہوا بندہ ہے، اس کے پاس جا کر دل کو بڑا سکون ملتا ہے۔ تو فکر نہ کر اللہ خیر کرے گا، تو اب سو جا۔

خدا بخش زمیندار جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتوں میں سے ہر چیز سے نواز رکھا تھا، چار خوبصورت بیٹے ایک محبت کرنے والی بیوی، دو سونہی بیٹیاں۔ وہ جانتا تھا بیٹیاں رب کی رحمت ہوا کرتی ہیں۔ دنیا کی ہر نعمت اس کے پاس تھی۔ گاؤں کی جامع مسجد میں وہ دن کی بیچ وقت نماز ادا کرتا تھا اور ہر سال اپنی فصل کی سب سے پہلے زکوٰۃ ادا کرتا۔ زمیندار اللہ تعالیٰ کا بار بار شکر بھی ادا کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا بندہ رب کا دیا ہوا کھائے، اس کی نعمتوں کا لطف اٹھائے، اور اگر اسی رب کی بندگی نہ کرے تو بڑی نا انصافی والی گل ہوتی ہے۔

اس کی بیوی سکینہ کا گاؤں نزدیک ہی تھا جس کو وہ تیس سال قبل اپنے گھر ویاہ کے لایا تھا۔ زمین میں دانہ بو کر فصل اگانا اور قریبی منڈی میں جا کر بیچ دینا اور پھر سے زمین کو کاشتکاری کے قابل بنا کر اگلی فصل کی تیاری میں جت جانا؛ یہ اس کو اپنے آباء واجداد سے ورثے میں ملا تھا۔

شادی کے بعد اللہ نے اس کو یکے بعد دیگرے چار بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ کب کو نیلیں پھوٹیں، کب دیکھتے ہی دیکھتے تن آور درخت بن گئے۔ بیٹے گویا اپنے باپ کا عکس تھے۔ اب اس کے چاروں بیٹے کڑیل جوان ہو گئے تھے۔ اس نے نزدیکی پنڈ میں جا کر بڑے دونوں بیٹوں کے لیے رشتے بھی مانگے، جو انہوں نے بخوشی قبول کر لیے۔ کچھ دن بعد بارات نے ان کو لے کر آنا تھا۔ الغرض اس کے گھر میں سکھ اور چین ہی تھا۔ مگر اس کو کوئی دنوں سے بس ایک ہی فکر دیمک کی طرح کھائے جا رہی تھی۔ وہ یہ کہ اس کا چھوٹا بیٹا نعمان آج کل کسی گہری سوچ و فکر میں گم سم رہتا تھا۔ نہ اس کو زمینوں کے معاملات سے دلچسپی تھی۔ بس مسجد کا ہو کر رب سے چپکے چپکے مانگتا اور اس کے حضور آہ و زاریاں کرتا رہتا۔ باپ سے اس کی یہ حالت چھپی نہ رہ سکی۔ پہلے پہل تو اس نے سوچا بچہ ہے، سنبھل جائے گا۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نعمان کی خاموشی کا یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔ باپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اس نے اسی سلسلے میں اپنے کچھ یاروں دوستوں کے ساتھ مشورہ بھی کیا مگر کسی کی بات اس کے دل کو نہ لگی۔ آج رات جب اس نے یہ بات اپنی بیوی سکینہ کو بتائی تو وہ کہنے لگی: سوہنا پتر ہے، کہیں اللہ

درس سے فراغت کے بعد مولوی صاحب کہنے لگے؛ بتائیے جی! کس سلسلے میں آپنا پڑا؟ زمیندار نے نعمان کو باہر بھیج دیا اور پھر اپنی پتا شروع کر دی۔ زمیندار رو کر کہنے لگا؛ مولوی صاحب! میرے چاند کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ مجھے لگتا ہے وہ ہنسا مسکراتا میرا نعمان کہیں کھو گیا ہے۔ مجھے لو کی کینڈے میں پترتے جادو ہو گیا ہے (مجھے لوگ کہتے ہی کہ تیرے بیٹے پر جادو ہو گیا ہے)۔ مولوی صاحب نے اطمینان سے اس کی روداد سنی۔ لڑکا اتنے میں چائے لے کر آگیا۔ انہوں نے باہر بیٹھے نعمان کو بھی اندر بلا لیا۔ سب نے مل کر چائے پی۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے نعمان سے علیحدگی میں گفتگو شروع کی۔ جب نعمان سے مجلس کا اختتام ہوا تو مولوی صاحب فرط محبت سے اٹھے اور خدا بخش کو گلے لگا کر کہنے لگے؛ تجھے مبارک ہو خدا بخش! جا اپنے مقدر سے خوشیاں منا، یہ پوری طرح صبیغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ تو بہن میری اک گل سن وے زمیندار آپتوں روکیں ناں تے تنگ وی ناں کر (جاؤ اپنے مقدر پر خوشیاں مناؤ، میری ایک بات سنو تم اس کو روکنا نہیں اور نہ ہی تنگ کرنا)، جاتیری مراد پوری ہو گئی۔

خدا بخش واپس آگیا۔ اس کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ مولوی صاحب نے جو بھی باتیں کہیں تھیں، وہ اس کے اوپر سے گزر گئی تھیں۔ بس دو باتیں یاد تھیں؛ صبیغۃ اللہ اور روکیں ناں۔

دوپہر کا وقت تھا۔ چار سو لہلاتے ہوئے گندم کے سنہری خوشے اپنی جانب توجہ مبذول کرواتے۔ فصل کی کٹائی کے دن قریب ہی تھے۔ کڑکتی دھوپ میں خدا بخش اپنے ڈیرے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک مزارعہ اسلم ہانتا کا پتا پہنچا اور ایک ہی سانس میں کہنے لگا؛ زمیندار صاحب! اپنی گندم کی فصل میں بیلوں کی جوڑی گھس گئی ہے، اس نے فصل کا کافی نقصان کر دیا ہے۔ ہم لوگ نکالنے کی کوشش کر کر کے تھک گئے ہیں مگر بیل فصل سے نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہے۔ خدا بخش نے یہ بات سنتے ہی جوتی پہنی اور کھیتوں کی طرف دوڑ لگا دی۔ ارد گرد کام کرتے لوگوں کو بھی اس نے بلالیا۔ سبھی نے ڈنڈے مار مار کر بیلوں کی اس منہ زور جوڑی کو بالآخر فصلوں سے نکال ہی دیا۔

تھکن سے چور خدا بخش واپس آکر اپنی چارپائی پر دوبارہ بیٹھ گیا اور اپنی چادر سے پسینہ پونچھنے لگا۔ ندی سے نعمان وضو کر کے اپنے باپ کی طرف آیا اور آکر چارپائی پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا؛ بابا! تھوڑی دیر پہلے فصلوں کی طرف لوگوں کا شور تھا، کیا وجہ تھی؟ خدا بخش نے جواب دیا؛ پتر! پکی ہوئی گندم کی فصل میں منہ زور بیلوں کی جوڑی گھس گئی تھی، سب مل کر اس کو نکال رہے تھے۔ نعمان بولا؛ بابا جان! ان منہ زور بیلوں کو گندم کی اسی پکی ہوئی فصل میں رہنے دیتے تو اتنی تھکن نہ ہوتی۔ خدا بخش کہنے لگا؛ پتر! اگر ان منہ زور جانوروں کو فصلوں میں رہنے دیں تو یہ فصلیں اجاڑ کر دکھ دیں اور لوگوں کو گندم کا ایک دانہ بھی نہ ملے اور سبھی فاقوں مرجائیں۔ نعمان کہنے لگا؛ بابا! جب منہ زور جانور فصلیں اجاڑنے لگ جائیں تو جواں پتروں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ گھروں میں سکون سے بیٹھے رہیں۔ جب وحشی درپچوں تلک آجائیں تو ماؤں کے راج دلاروں کے لیے گھر میں بیٹھنے سے زیادہ چوڑیاں پہن لینا بہتر ہوتا ہے۔

خدا بخش کو یوں لگا جیسے سالوں کا بوجھ ایک جھٹکے سے اس کے کندھے سے اتر گیا ہو۔ وہ سرشاری کے عالم میں اٹھا اور کہنے لگا؛ ہاں پتر! تو ٹھیک کہتا ہے، جب وحشی درپچوں تلک آجائیں تو بہنوں کے آنچلوں اور دوپٹوں کو صافی نہیں بنایا جاتا اور نہ بہنوں کو ڈالروں کے عوض بیچا جاتا ہے۔ تو ٹھیک کہتا ہے پتر جب طوفان آئے تو سر کو جھکانے کے بجائے اس سے ٹکرایا جاتا ہے۔

اس کو چک سولہ کے مولوی کی بات آج سمجھ آگئی تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور بیٹے سے لپٹ گیا اور کہنے لگا؛ جاپتر جا! تیرا رب راکھا۔ چھیتی جا وحشی گھروں کو نہ روند دیں۔ جلدی جاپتر! تیرا رب راکھا، جلدی جاپتر! تیرا رب راکھا۔ وہ یہ کہتا رہا..... اس کو پتہ ہی نہ چلا کہ اس نے مقبوضہ سرزمینوں پر قابض درندوں کو نکالنے کے لیے، کب اس نے مقبوضہ مقدسات کی بازیابی کے لیے اپنے جگر کے ٹکڑے کو روانہ کیا، کب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

شر کا علم بھی ضروری ہے!

یہ اہل غلو مسلمانوں کے خلاف بھی کیوں لڑتے ہیں؟ علماء امت سے ان کے اختلاف کا اصل سبب کیا ہے؟ مسلمانوں اور امت کے بہترین لوگوں کی یہ تکفیر کیوں کرتے ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں کہ جن کا جواب اگر ہم اپنے سامنے رکھیں تو خود ہمارا سفر آخرت ان شاء اللہ ٹھیک سمت پر رہے گا اور ہم خود بھی بہت سے ایسے فتنوں سے بچ جائیں گے کہ جن کے باعث تحریک جہاد اور امت کا ناقابل تلافی نقصان ہوتا رہا ہے۔ ہمیں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے قول مبارک پر عمل کرنا چاہیے کہ لوگ آپ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھتے تھے، جبکہ میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا اور اس شر کے بارے میں جاننے کا سبب یہ ہوتا تھا کہ میں اُس میں مبتلا ہونے سے بچ جاؤں۔ اس طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جو لوگ صرف خیر جانتے ہیں اور شر کی پہچان نہیں کر سکتے ہوں تو قوی خدشہ ہے کہ وہ شر کو خیر سمجھ کر قبول کر لیں گے، یعنی اس میں مبتلا ہو جائیں گے یا دوسری صورت میں اس شر کی وہ اتنی مخالفت نہیں کریں گے جتنا کہ اسے جاننے والے مخالفت کرتے ہیں۔ لہذا اُن اسباب کو سمجھنا ہم مجاہدین کے لیے انتہائی ضروری ہے جن کے سبب داعشی، مسلمانوں کے محافظین کی جگہ ان کے قاتل بن گئے اور جن کی وجہ سے وہ مجاہدین کی صف چھوڑ کر اہل جہاد کو بدنام کرنے والے جہاد دشمنوں کی صورت اختیار کر گئے۔

(استاد اسامہ محمود)

بابری مسجد



اندرونی صحن

یہاں 1949ء تک مسلمان نماز ادا کرتے رہے ہیں، لیکن سپریم کورٹ کی رائے میں مسلمان اس بات کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے کہ 1857ء سے قبل اندرونی تعمیر کا حق ملکیت ان کے پاس تھا۔

1 وسطی گنبد

ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ ان کی ”گرہ گره“ (مقدس ترین جگہ) وسطی گنبد کے عین نیچے تھی۔ یہ مورتی رکھنے کی جگہ ہوتی ہے اور یہاں ہندو پوجا کرتے ہیں اور پر ساد دیتے ہیں۔ 1949ء سے ہندو دعویٰ کرتے ہیں کہ رام کا جنم عین اس مقام پر ہوا۔ جبکہ 1855ء سے 1949ء تک یہ دعویٰ بیرونی صحن میں رام چبوترہ کے حوالے سے تھا۔ سپریم کورٹ کی رائے میں ہندوؤں کی طرف سے اس مقام پر مستقل پوجا کرنا اور پر ساد دینا اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ رام کا جنم اسی جگہ پر ہوا۔ لیکن ساتھ میں سپریم کورٹ کا یہ بھی کہنا ہے کہ 1949ء میں اس مقام پر مورتیاں رکھ کر مسجد کی بے حرمتی کی گئی تھی۔

جنگلہ، اینٹوں کی دیوار

اسے 1856ء میں برطانوی حکومت نے تعمیر کیا اور اس کے ذریعے مسجد تقسیم کر کے اندرونی صحن مسلمانوں کو جبکہ بیرونی صحن ہندوؤں کو دے دیا گیا۔

بیرونی صحن

1856ء میں برطانوی حکومت نے بابری مسجد کے صحن کے دو حصے کیے اور بیرونی صحن ہندوؤں کے حوالے کر دیا۔ تب سے بابری مسجد کی شہادت تک یہ ہندوؤں کی عبادت کے لیے مخصوص تھا۔

1 سیتا کی رسوئی

اس مقام کے حوالے سے 1855ء کے بعد سے ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ اس جگہ رام کے قیام کے دوران رام کی بیوی سیتا کھانا بناتی کرتی تھی۔ اس مقام کو بھی 1855ء کے بعد مندر بنادیا گیا تھا اور اس میں مورتیاں رکھی گئی تھیں۔

2 بھندر گره (مخزن)

یہ پنڈت یا پروتھ کی جگہ تھی۔ یہاں یاتریوں کی طرف سے وصول شدہ پر ساد اور دیگر قیمتی اشیاء اور پیسے رکھے جاتے تھے۔

3 رام چبوترہ

اس مقام کے بارے میں 1855ء میں ہندوؤں نے دعویٰ کیا کہ رام کا جنم عین اس مقام پر ہوا تھا۔ 1858ء میں اس مقام پر ایک چبوترہ بنا دیا گیا۔ 1949ء میں مسجد میں مورتیاں رکھنے کے بعد رام کا جنم استھن تو بدل گیا لیکن اس مقام کا تقدس ویسا ہی رہا۔

بابری مسجد سمیت

متنازع علاقہ



ایودھیا

2.77 ایکڑ

بابری مسجد

کا کل رقبہ

بابری مسجد کی عمارت کا مقام

1989ء اس مقام پر رام مندر کی شیلانیاس (بنیاد کا پتھر رکھنے کی رسم) کی گئی۔

67 ایکڑ رقبہ کی مجموعی زمین کا ایک ٹکڑا جس پر بابری مسجد کی شہادت کے بعد مرکزی حکومت نے قبضہ کیا۔

بستی

NH 28

67 ایکڑ زمین کی باؤنڈری

اس مکمل زمین پر 1993ء میں مرکزی حکومت نے قبضہ کیا۔

فیض آباد

دسمبر 1949ء

اس مقام پر رام لٹا کی مورتیاں رکھی گئیں

حفاظتی باڑ

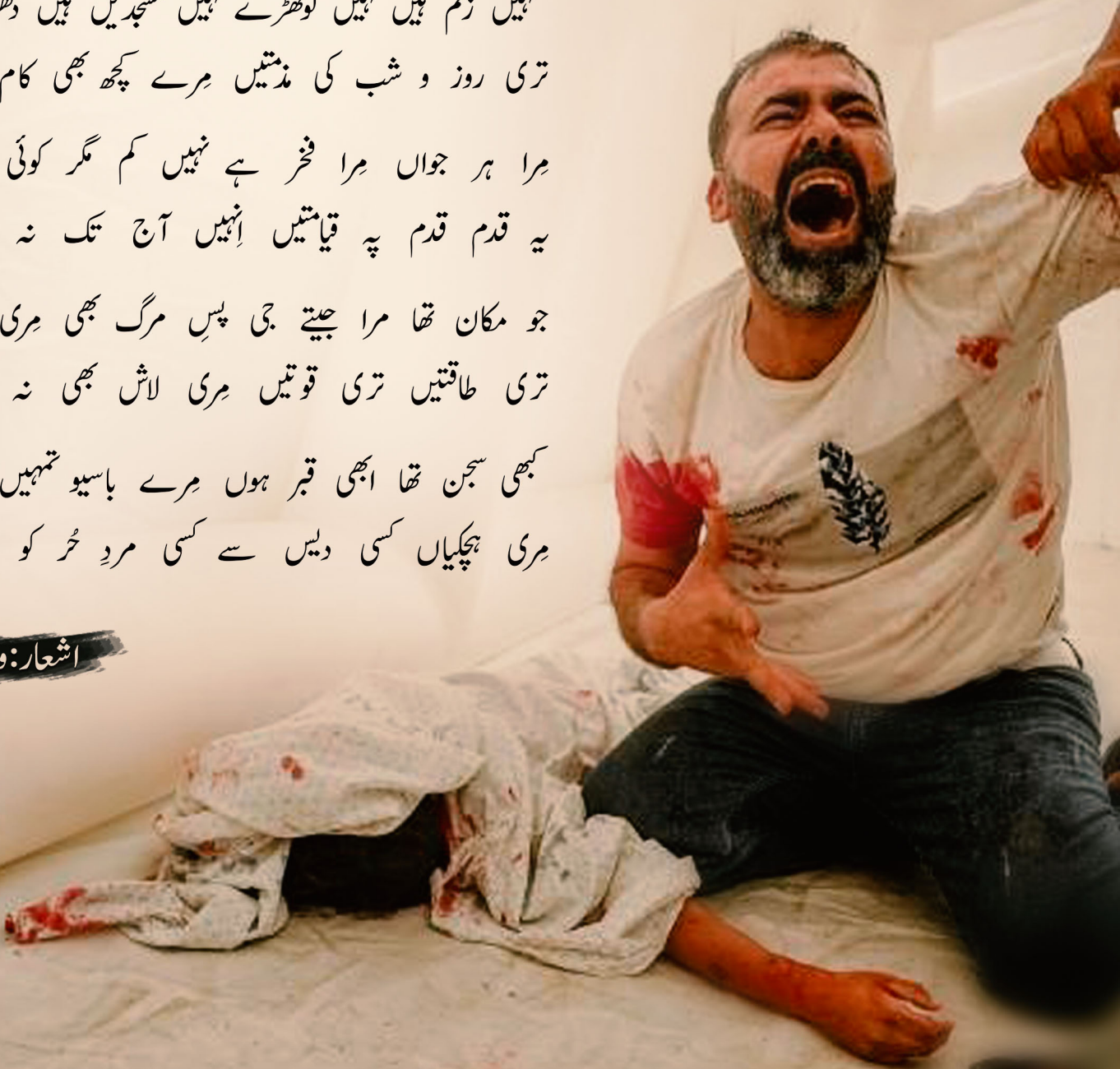
42 ایکڑ

یہ زمین رام جنم بھومی ٹرسٹ نے خرید رکھی تھی، مرکزی حکومت نے 1993ء میں اسے اپنے قبضے میں لے لیا۔

غزہ کا شکوہ

یہ اذیتیں مرے قلب سے ترا نام گو نہ مٹا سکیں
یہاں رات بھر میری سسکیاں تجھے نیند سے نہ جگا سکیں
مرے قتل پر ہیں حریفِ جاں سبھی ہم نوا سبھی ہم قدم
جو اخوتیں تری مجھ سے تھیں مرا درد بھی نہ بٹا سکیں
نہیں ڈھیر یہ کسی گھر کا بھی مری بیٹیوں کا مزار ہے
ہوئیں ناگہاں سبھی الوداع مجھے ہاتھ تک نہ ہلا سکیں
کہیں زخم ہیں کہیں لوٹھڑے کہیں مسجدیں ہیں دھواں دھواں
تری روز و شب کی مذمتیں مرے کچھ بھی کام نہ آسکیں
مرا ہر جواں مرا فخر ہے نہیں کم مگر کوئی طفل بھی
یہ قدم قدم پہ قیامتیں انہیں آج تک نہ جھکا سکیں
جو مکان تھا مرا جیتے جی پس مرگ بھی مری چھت بنا
تری طاقتیں تری قوتیں مری لاش بھی نہ اٹھا سکیں
کبھی سجن تھا ابھی قبر ہوں مرے باسیو تمہیں کیا کہوں
مری ہچکیاں کسی دیس سے کسی مردِ حُر کو نہ لاسکیں

اشعار: وسیم حجازی



ہم مجاہدین ہی بیت المقدس کے محافظ ہیں!

لاتشاور أحدا فی قتل الامریکان، شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کی یہ وصیت ہے کہ امریکیوں کو مارنے میں کسی سے مت پوچھو، سانپ کے سراس امریکہ کو کچلنا ہمارے جہاد کا ہدف ہو، آئیے اپنے جہادی ضربوں میں امریکہ کو اس کا وہ حصہ دیں جس کا یہ مستحق ہے اور یہ اعلان ہم کریں کہ خراساں و برصغیر، یمن و مالی، صومال و شام بلکہ پوری دنیا میں ہم لڑ رہے ہیں مگر ہماری منزل بیت المقدس ہے، اور یہ اعلان بھی ہم کریں کہ بیت المقدس کے محافظ یہ خائن حکمران اور روپے پیسے کے پجاری یہ جرنیل نہیں ہم مجاہدین ہی اس کے پاسبان اور ہم اہل جہاد ہی اس کے محافظ اور وارث ہیں، ہم بیت المقدس کے لیے جئیں گے، بیت المقدس کے لیے مریں گے اور بیت المقدس ہی کی طرف ان شاء اللہ اپنا یہ سفر جاری رکھیں گے۔ اللہ کی قسم وہ دن آئے گا اور ضرور آئے گا جب امت کے یہ جہادی لشکر فاتح بن کر بیت المقدس میں داخل ہوں گے، مسجد اقصیٰ پر توحید کا پرچم لہرائیں گے اور اللہ اور صرف اللہ کا دین اس دن غالب ہوگا۔ اللہ ہمیں اُس مبارک لشکر کا حصہ بنائے... اور ہمارا یہ وقت، صلاحیت اور خون اُس لشکر کی تیاری اور تقویت کا باعث بھی ثابت فرمائے، آمین یا رب العالمین

استاد اسامہ محمود

